تہذیبِ نفس اور تہذیبِ حاضر

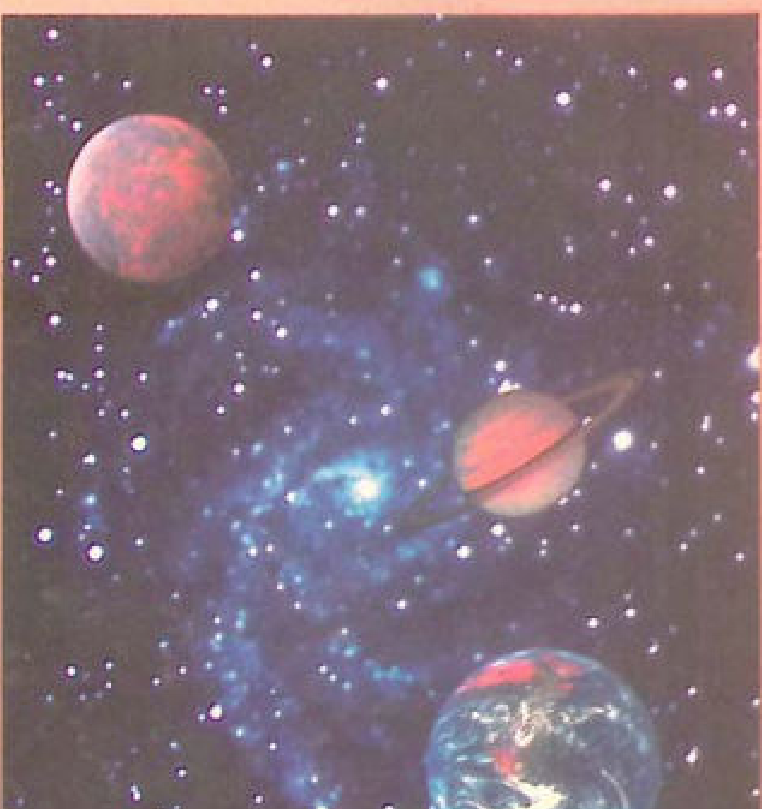

حجۃ الاسلام
علامہ طالب جوہری مدظلہ

تہذیبِ نفس اور تہذیبِ حاضر

حجۃ الاسلام علامہ طالب جوہری مدظلہ

مجموعہ تقاریر عشرہ محرم ۱۴۱۹ھ در نشتر پارک، کراچی

ناشران

پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

۲۷۹ - بریٹو روڈ ۔ کراچی فون: ۷۲۳۲۳۵۴

★

محفوظ بک ایجنسی مارٹن روڈ کراچی

Tel: 4124286- 4917823 Fax: 4312882
E-mail: anisco@cyber.net.pk

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

نام کتاب: ____________ تہذیب نفس اور تہذیب حاضر

مقرر: ____________ علامہ طالب جوہری

مرتبہ: ____________ اے ایچ رضوی

صحت: ____________ الحاج مولوی سید اشرف علی عابدی

سن اشاعت اول: ____________ مئی ۱۹۹۹ء

سن اشاعت دوم: ____________ مارچ ۲۰۰۱ء

تعداد: ____________ ۱۰۰۰

ناشر: ____________ پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ، کراچی

قیمت ____________ ۱۰۰/-

ملنے کا پتہ

★

محفوظ بک ایجنسی مارٹن روڈ کراچی

Tel: 4124286- 4917823 Fax: 4312882

E-mail: anisco@cyber.net.pk

علامہ طالب جوہری کا پیغام
پاک محرم ایسوسی ایشن کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ کون نہیں جانتا کہ سید الشہداء علیہ السلام کی عزاداری ہمارا ایک تشخص ہے۔ اس عزاداری کی بنیاد خود آلِ محمدؐ نے رکھی ہے اور ائمہ علیہم السلام اس کی بقاء کے لئے کوشاں رہے ہیں۔ اور اپنے آمد و کردار سے اسکی اہمیت کو اجاگر کرتے رہے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ عزاداری کی یہ میراث نسلاً بعد نسلٍ ہم تک منتقل ہوتی رہی ہے جس کیلئے ہم خدائے قدوس کے شکرگزار ہیں۔

پاک محرم ایسوسی ایشن نے عزاداری سید الشہداء کے سلسلے میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں۔ اس کے علاوہ تعلیم، تبلیغ اور نشر و اشاعت کے سلسلے میں بھی اس کی خدمات گراں قدر اور قابلِ توجہ ہیں۔ اس ادارے کے افق پر پچاس سال کے عرصہ میں دیانتدار، معتبر اور روشن شخصیتوں کے شمس و قمر جگمگاتے رہے ہیں جن میں سے کچھ ہم میں نہ رہے اور آج جو چمک رہے ہیں خدا انہیں تا دیر سلامت رکھے۔ ان میں خصوصیت سے غلام نقی رضوی صاحب وہ بزرگ ہیں جن کی کم و بیش پوری زندگی اس ادارے کے انصرام و استحکام میں صرف ہو رہی ہے۔

اس ادارے نے بحمد اللہ اب کے برس اپنے پچاس سال انتہائی کامیابی کے ساتھ پورے کیے ہیں۔ اسکے تشکر کے طور پر یہ ادارہ یومِ تکمیلِ دین کے نام سے ایک مقدس تقریب منعقد کر رہا ہے۔ میں اراکینِ گزشتہ کے بلندیٔ درجات کی دعا کے ساتھ ساتھ موجودہ اراکین کی توفیقاتِ دینی و دنیوی کے لیے دعاگو ہوں کہ انہوں نے عزاداری سے متعلق ادارے کی تقریب کو تکمیلِ دین کے حوالے سے منعقد کرنا چاہا ہے۔ عزاداری کا تکمیلِ دین سے جو رابطہ محکم ہے وہ معصومؑ کے ایک جملے سے نمایاں ہے۔ جب امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ آپ محرم کو اتنی زیادہ اہمیت کیوں دیتے ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: لئلا تنسونه كما نسيتم الغدير۔ ہم اس لیے اہمیت دیتے ہیں کہ کہیں تم غدیر کی طرح محرم کو بھی نہ بھول جاؤ۔

مجھے امید ہے کہ یہ ادارہ ترقی کے مراحل طے کرتا رہے گا اور اپنے موجودہ مشاغل کے ساتھ ساتھ دیگر علمی اور تحقیقی مرحلوں میں بھی اپنے مخصوص انداز سے ملک و ملت کی خدمت انجام دیتا رہے گا۔

طالب جوہری

(۱۵ رجب ...)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''تہذیبِ نفس اور تہذیب حاضر''

گفتارِ مقدم

خدائے بزرگ و برتر کی حمد و ثناء اور اس کے نبی آخر حضرت محمد مصطفیٰ اور ان کے اہل بیتِ اطہار پر بے حد درود و سلام کے بعد اراکین پاک محرم ایسوسی ایشن (رجسٹرڈ) اور ٹرسٹیز پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ (رجسٹرڈ) حسبِ وعدہ، نشتر پارک کراچی میں منعقد ہونے والی مجالس عشرہ ماہ محرم اور مجلسِ اربعین ۹ ۱۴۲ھ جن سے علامہ طالب جوہری صاحب، مدظلہ نے مندرجہ بالا عنوان کے تحت خطاب فرمایا تھا، کے مجموعہ کو عوام الناس کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔

حجۃ الاسلام علامہ طالب جوہری صاحب مدظلہ، جیسا کہ ہم نے گذشتہ برس عرض کیا تھا۔ نہ صرف ایک ساحر خطیب کی حیثیت سے اپنی شخصیت کا لوہا منوا چکے ہیں۔ بلکہ وہ اپنی علم شناسی اور تفسیر و تاویلِ قرآن، اسلامی فقہ، تاریخ اسلام و دیگر دینی علوم پر آہنی گرفت کے باعث دنیائے اسلام میں ایک اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔

اور ان کی تقاریر کو چاہے وہ عالمی نشریاتی میڈیا پر نشر ہوں۔ یا کسی اہم جلسہ گاہ پر کی جائیں۔ عوام الناس بلا تفریقِ ملت و مسلک۔ بڑے جوش و خروش سے نہ صرف سنتے اور دیکھتے ہیں۔ بلکہ اس کے نفسِ مضمون سے فیضیاب بھی ہوتے ہیں۔

چنانچہ آپ جناب کی گزشتہ برس کی نشتر پارک میں ہونے والی تقاریر بھی لاکھوں سامعین کے حسنِ سماعت و تسکین دماغ و قلوب کا باعث قرار پائیں۔ اور اب

جب کہ ہم ان کو تحریری طور پر پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ ہمیں یقینِ واثق ہے۔ کہ وہ لاثانی پزیرائی حاصل کریں گی۔ اور ہاتھوں ہاتھ دنیا کے ہر گوشہ تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گی۔

ان مجالس کا آغاز علامہؒ موصوف نے ان کلمات سے کیا۔ ''ہم نے اپنی روایت اور اپنی تہذیب کے مطابق نئے ہجری سال کا آغاز ایک مرتبہ پھر صفِ گریہ و ماتم کو بچھا کر کیا ہے۔ یہ رونا تہذیب انسانیت ہے۔ یہ رونا، یہ گریہ، ایک طرف مظلوم کی مظلومیت کا اعلان ہے۔ تو یہی رونا۔ دوسری طرف ظالم کی رسوائی کا بھی اعلان ہے، تو اس گریہ کی حفاظت کرو، اس ماتم کی حفاظت کرو، یہ رونا تمہاری پہچان ہے۔ یہ رونا تمہارا تشخص ہے۔''

آگے جا کر آپ فرماتے ہیں۔ ''اس گریہ کی حفاظت کرنا، اس رونے کی حفاظت کرنا۔ یہ گریہ کردار آلِ محمدؐ ہے۔ آٹھویں امام علی ابن موسیٰ الرضا ؑ نے محرم کا چاند دیکھا، عمامہ اتار کر رکھ دیا اور کہا'' انا للہ وانا الیہ راجعونؔ' اور مسلسل روتے رہے۔ جب کسی نے پوچھا، فرزند رسول سبب کیا ہے، آپ عاشورہ کو اتنی اہمیت دیتے ہیں۔ قتلِ حسینؑ کو اتنی اہمیت دیتے ہیں؟

تو بڑے جلال کے عالم میں دو جملے کہے۔ پہلا جملہ کہ ''ہم کربلا کو اس لیے اہمیت دیتے ہیں کہ تم غدیر کی طرح کربلا بھی نہ بھول جاؤ۔'' اس کے بعد ایک جملہ کہا ''اے پوچھنے والے! دیکھو تجھے ایک اصول بتا رہا ہوں۔ اگر تجھے تیری زندگی میں کبھی بھی کسی چیز پر رونا آجائے۔ پہلے میرے مرحوم جد پر گریہ کرنا پھر اس کے بعد کسی اور پر گریہ کرنا۔''

''عزیزانِ محترم! ''تہذیبِ نفس اور تہذیبِ حاضر'' کے عنوان سے ہم نے جس سلسلہ گفتگو کا آغاز کیا۔ اس موضوع کے لیے ہم نے جن آیتوں کا انتخاب کیا وہ سورۃ الشمس کی ابتدائی دس آیتیں ہیں۔''

''پروردگارِ عالم نے ان آیات میں ذہنِ انسانی کو جو پیغام دیا۔ وہ پیغام یہ ہے کہ

اگر مغفرت چاہتے ہو، اگر نجات چاہتے ہو، اگر کامیابی چاہتے ہو تو اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کرلو۔ اگر کامیابی چاہتے ہو اپنے نفس کو گناہوں سے بچالو۔ گناہوں سے پاک کرلو۔"

غرض کہ علامہ نے اپنی ان گیارہ تقاریر میں جو ہم آپ کی خدمت میں تحریراً پیش کررہے ہیں۔ نہ صرف حق مضمون ادا کیا۔ بلکہ قوم وملت کو اسلامی شعار کے مطابق زندگی بسر کرکے زادِ راہ جمع کرنے۔ اور اس کو اُخروی فوائد کے حصول کے لیے ذریعہ بنانے کا شعور بھی عطا کیا۔

ہم دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ علامہ کو ایک طویل عمر عطا کرے اور ان کے علم میں مزید اضافہ فرمائے۔ تاکہ وہ اس سے بہتر انداز میں منبر رسولؐ کی خدمت کرسکیں اور ہم ان کی تقاریر وتصانیف سے بھرپور استفادہ کرسکیں۔

آخر میں ہم سید عنایت حسین رضوی صاحب مالک ادارۂ محفوظ بک ایجنسی کے ممنون ہیں کہ انہوں نے اپنے ادارہ کے توسل سے اس مجموعہ کی اشاعت میں ہم سے تعاون فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کے کاروبار میں اضافہ فرمائے۔ آمین۔

احقر العباد

الحاج سید غلام تقی رضوی

صدر پاک محرم ایسوی ایشن (رجسٹرڈ)

ومینیجنگ ٹرسٹی پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

maablib.org

سرنامۂ کلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝١ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝٢ وَالنَّهَارِ
اِذَا جَلّٰهَا ۝٣ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۝٤ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝٥
وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝٦ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝٧ فَاَلْهَمَهَا
فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝٨ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝٩ وَقَدْ
خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝١٠

خدا کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سورج کی قسم اور اس کی روشنی کی، اور چاند کی جب اس کے پیچھے نکلے، اور دن کی جب اسے چمکا دے، اور رات کی جب اسے ڈھانک لے، اور آسمان کی جس نے اسے بنایا، اور زمین کی اور جس نے اسے بچھایا، اور جان کی اور جس نے اسے درست کیا، پھر اس کی بدکاری اور پرہیزگاری کو اسے سمجھا دیا (قسم ہے) جس نے اس (جان) کو (گناہ سے) پاک رکھا، وہ تو کامیاب ہوا اور جس نے اسے (گناہ کرکے) دبا دیا وہ نامراد رہا۔

مجلس اوّل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ○۱ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ○۲ وَالنَّهَارِ
اِذَا جَلّٰهَا ○۳ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ○۴ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ○۵
وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ○۶ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ○۷ فَاَلْهَمَهَا
فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا ○۸ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ○۹ وَ قَدْ
خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ○۱۰ (سورۃ والشمس)

عزیزان محترم! آج سن ۱۴۱۹ھ کا پہلا دن ہے اور آج ہم پھر ایک مرتبہ اجتماعی صورت میں علوم قرآنی اور ارشادات محمد و آل محمد کی تفہیم کے لئے جمع ہوئے ہیں۔

ہم نے اپنی روایت اور اپنی تہذیب کے مطابق نئے ہجری سال کا آغاز ایک مرتبہ پھر صف گریہ و ماتم کو بچھا کر کیا ہے۔ یہ گریہ، یہ رونا یہ کسی پر طنز نہیں ہے یہ کسی پر تنقید نہیں ہے یہ گریہ! نہ تیر ہے! نہ تمسخر ہے۔ یہ گریہ، یہ رونا، شعار زندگی ہے۔ یہ رونا شرافت آدم ہے۔

یہ رونا! تہذیب انسانیت ہے۔ یہ رونا! یہ گریہ! اگر ایک طرف مظلوم کی مظلومیت کا اعلان ہے۔ تو یہی رونا دوسری طرف ظالم کی رسوائی کا بھی اعلان ہے۔ تو اس گریہ کی حفاظت کریں۔ اس ماتم کی حفاظت کریں یہ رونا ہماری پہچان ہے۔ یہ رونا ہمارا تشخص ہے۔

میں اپنے محترم سننے والوں کی خدمت میں کہنا یہ چاہ رہا ہوں۔ کہ ہم نے خوشی سے مسرت سے احتجاج سے اپنے سال کا آغاز نہیں کیا۔ ہم نے گریہ سے اپنے سال کا آغاز کیا۔ یہ گریہ علامت زندگی ہے اس لیے کہ بچہ جب دنیا میں آتا ہے۔ تو ہنستا ہوا نہیں آتا بلکہ روتا ہوا آتا ہے۔

یہ گریہ، یہ رونا، یہ زندگی کی علامت ہے۔ ہر آنے والا بچہ جب اس دنیا میں آتا ہے تو روتا ہوا آتا ہے۔ چاہے وہ گریہ کرنے والوں کے گھر میں پیدا ہو، چاہے مخالفت کرنے والوں کے گھر میں پیدا ہو...... صلوات

کہیں بھی پیدا ہو بچہ۔ آئے گا تو روتا ہوا آئے گا۔ تاکہ زندگی کا آغاز رونے سے ہو جب زندگی کا آغاز گریہ سے ہو تو سال کا آغاز گریہ سے کیوں نہیں ہوگا۔

پچھلی قدیم تاریخوں میں جائیں دیکھیں۔ جتنی بھی قدیم تاریخیں لکھی گئی ہیں۔ قدیم تاریخ اسلام کی بات نہیں کر رہا تاریخ انسانیت کی کر رہا ہوں۔ مختلف الخیال مؤرخین نے لکھی۔ ہندو مؤرخ کو دیکھیں عیسائی مؤرخین کو دیکھیں مسلمان مؤرخین کو دیکھیں......

بعثت آدمؑ ...... آدمؑ کا آسمان سے زمین پر تشریف لانا۔ جائیں دیکھیں...... سنسکرت کی زبان میں اور دوسری بڑی بڑی کتابوں میں دیکھیں...... عربی کتابوں میں دیکھیں...... دوسری تاریخوں کے اندر دیکھیں...... آدمؑ جب زمین پر آئے۔ یہ سب کو معلوم ہے آدمؑ زمین پر تشریف لائے۔ اچھا کہاں آئے۔ سراندیپ کی پہاڑیوں پر اتارے گئے۔

حضرت حواؑ وہ بھی تو زمین پر آئیں۔ کہاں اتاری گئیں...... جدہ میں...... آج تک حضرت حواؑ کی قبر مطہر جدہ میں موجود ہے۔

عجیب بات ہے! آدمؑ کو سراندیپ کی پہاڑیوں میں اتارا...... اور حواؑ کو جدہ میں اتارا...... تو پروردگار! مقصد کیا ہے؟ کہا بھئی مقصد یہ ہے۔ کہ حواؑ فراق آدمؑ میں گریہ کرتی رہیں اور آدمؑ فراق حواؑ میں گریہ کرتے رہے۔ اور انسانوں کی پہلی تہذیب گریہ سے چلنے سے نہیں۔ اس لئے کہ یہ گریہ سنت انبیاءؑ ہے۔

اس گریہ کی حفاظت کریئے...... اس رونے کی حفاظت کریئے...... یہ گریہ کردار آلِ محمدؐ ہے۔ آٹھویں امام علی ابن موسیٰ رضاؑ نے محرم کا چاند دیکھا یاد ہے نا! کردار آلِ محمد۔ میرے سننے والوں کے ذہن میں محفوظ ہوگا۔ یاد ہے نا امامؑ نے محرم کا چاند دیکھا عمامہ اتار کر رکھ دیا۔ ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ'' اور مسلسل روتے رہے۔ کچھ دنوں کے بعد

محرم کی دس تاریخ آئی، پاؤں سے نعلین اتار دی۔ اس کے بعد گریباں چاک کر لیا۔

جب کسی نے پوچھا؟ فرزند رسولؐ سبب کیا ہے آپؑ عاشورہ کو اتنی اہمیت دیتے ہیں قتل حسینؑ کو اتنی اہمیت دیتے ہیں۔ تو بڑے جلال کے عالم میں دو جملے کہے پہلا جملہ کہ لِئَلَّا تَنسَوْنَهُ كَمَا نَسِيتُمُ الْغَدِيْرَ ہم کربلا کو اسی لیے اہمیت دیتے ہیں کہ کہیں تم غدیر کی طرح کربلا بھی نہ بھول جاؤ۔ دیکھیں کتنا ربط ہے کربلا کا غدیر سے اور غدیر کا کربلا سے۔ ہم اس کربلا کے واقعہ کو اس لیے اہمیت دیتے ہیں۔ کہ تم غدیر کی طرح کہیں کربلا کے واقعہ کو فراموش نہ کر بیٹھو اور اس کے بعد ایک جملہ کہا۔ اے پوچھنے والے۔

دیکھ تجھے ایک اصول بتا رہا ہوں اگر تجھے تیری زندگی میں کبھی بھی کسی چیز پر رونا آ جائے پہلے میرے جد مرحوم پر گریہ کرنا پھر اس کے بعد کسی اور پر گریہ کرنا۔

اس جملے کی قیمت جانتے ہیں؟ ''اِنْ كُنْتَ بَاكِيًا عَلٰى شَيْءٍ فَابْكِ عَلٰى جَدِّيَ الْغَرِيْبِ'' اگر کبھی کسی بات پر رونا آ جائے تو پہلے حسینؑ پر گریہ کرنا۔ پھر کسی اور چیز پر گریہ کرنا۔ یہ حکم ہے علی ابن موسیٰ رضاؑ کا۔ ایک تہذیب دی ہے ایک اصول وطریقہ بتایا ہے گریہ کا۔ یہ آٹھویں امامؑ تھے اور وہ امامؑ جس نے جلے ہوئے خیموں کے درمیان۔ پہنچ گئے تا شام غریباں میں۔ بس جملہ سنیں۔ جب آپ پر واضح ہوگا کہ گریہ کی اہمیت کیا ہے شام غریباں میں جب سارے خیمے جل گئے تو جلے ہوئے خیموں کے درمیان پوری رات میرا بیمار امام سجدے میں سر رکھ کر اللہ کا شکر ادا کرتا رہا۔

ٹھیک ہے نا! اچھا دیکھو کیا اطمینان ہے اس امامؑ کا۔ کیا ثبات قدم ہے۔ کیا استقلال ہے۔ اس امامؑ میں۔ کیسا استحکام ہے اس امامؑ کے ارادے میں۔ کہ خیمے جل گئے ہیں پھوپھیوں کے سر سے چادر چھن گئی۔ چھوٹی چھوٹی بہنیں طمانچے کھا رہی ہیں۔ لیکن وہ شکر ادا کر رہا ہے کہ پروردگار تیرا شکر ہے...... وہ امامؑ جو شام غریباں میں پوری رات سجدۂ شکر میں رہا۔ وہی امامؑ اپنی امامت کے چالیس برس تک روتا رہا۔

میں رکوں گا نہیں۔ تو جب رونے والے امام کا تذکرہ آ گیا! تو سنتے جائیں! یہ جو ۳۵،۴۰ برس کی امامت کا عرصہ ہے سید سجادؑ کی۔ پوری رونے میں گزری۔ وہ ساری

زندگی مصائب کربلا پر روتا رہا۔ وہی امام مصائب شام غریباں پر جو مصائب کی انتہا ہے سجدۂ شکر ادا کر رہا ہے۔ وہی امام اپنی پوری زندگی امامت کی۔ حسینؑ پر رونے میں صرف کر رہا ہے۔ رونے کی اہمیت کیا ہے؟

دیکھیں! آپ ابھی مجلس کے اختتام کے بعد باہر نکلیں گے اور کوئی شخص آپ کو ہنستا ہوا مل جائے۔ تو آپ کھڑے ہو کر یہ نہیں پوچھیں گے کہ تو کیوں ہنس رہا ہے۔ لیکن اس کے برعکس اگر آپ نکلیں اور کوئی روتا ہوا انسان مل جائے تو آپ تھوڑی دیر کے لیے کھڑے ہو جائیں گے اور اس سے پوچھیں گے۔ کہ تمہارے رونے کا سبب کیا ہے۔ اگر ہم اسے دور کر سکتے ہیں تو دور کر دیں گے۔ انسان ہنسنے کا سبب نہیں پوچھتا رونے کا سبب پوچھتا ہے۔

میرے مظلوم امامؑ نے رو کر قاتل پہچنوا دیے۔ سمجھ رہیں نا بات کو کہ میرے مظلوم امامؑ نے گریہ کر کے قاتل پہچنوا دیے اب میں کیسے عرض کروں۔ پوری زندگی اس امامؑ کے رونے کی حفاظت کرنا گریہ کی حفاظت کرنا۔ اس امام کی پوری زندگی رونے میں گزری۔ حد تو یہ ہے تاریخوں میں لکھا ہے کہ ہر شہر میں قصاب ہوتے ہیں۔ جو جانوروں کو ذبح کرتے ہیں۔ تاریخوں نے لکھا ہے کہ یہ امامؑ جب مدینے کی گلیوں سے گزرتے تھے۔ تو قصاب اگر جانور کو ذبح کرنے والے ہوتے تھے تو جانور کو چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔

پہچانا! اس امامؑ کو ایک دن بیمار امام سید سجادؑ اپنے گھر کی طرف جا رہے تھے جب کوچے کی طرف سے گزر ہوا اس کوچہ میں قصاب کی دوکان تھی۔ قصاب نے جانور کو لٹایا لٹانے کے بعد چھری رکھی جانور کے گلے پر۔ امامؑ آ رہا ہے جانور کے گلے پر چھری رکھ دی دوسرے جو دوکاندار تھے نا انہوں نے چیخ کر کہا ارے جانور چھوڑ دے۔ کیا ہوا! کیا کہا! سید سجادؑ آ رہے ہیں چھوڑ دے چھوڑ دے...... سید سجادؑ آ رہے ہیں۔

یہ سننا تھا کہ جانور کو چھوڑ دیا چھری دوسری طرف پھینک دی۔ اب جانور بھی آزاد ہو گیا۔ چھری بھی پھینک دی اور کھڑا ہو گیا اپنی دوکان کے سامنے سید سجادؑ قریب آئے۔

علم امامت ہے نا کہنے لگے کہ مجھے معلوم ہے تو جانور کو ذبح کرنے والا تھا۔ تو نے میرے احترام میں جانور کو رہا کر دیا۔ دیکھ جانور کو ذبح کرنا میرے نبی کی سنّت ہے۔ میرے نانا کی سنّت ہے۔ تجھے میں منع نہیں کرتا۔ بھئی سننا! جانور کو ذبح کرنے سے پہلے ایک گھونٹ پانی پلا دے۔ اور اس کے بعد ایک چیخ ماری رخ کیا قبر رسولؐ کی طرف۔ اور کہا نانا مگر میرے بابا کو ذبح سے پہلے ایک گھونٹ پانی بھی نہ ملا سن لیا نانا)

(اس گریہ کی حفاظت کرنا، اس ماتم کی حفاظت کرنا، کون نہیں جانتا کہ سیّد سجادؑ کے سامنے کھانا آیا کہنے لگے۔ کَیْفَ آکُلُ وَقَدْ قُتِلَ اَبِیْ جَوْعَانًا)

(میں یہ کھانا کیسے کھالوں۔ میرا بابا تو بھوکا مارا گیا۔ سامنے پانی رکھا تو کہنے لگے۔ کَیْفَ اَشْرِبُ وَقَدْ قُتِلَ اَبِیْ عَطْشَانًا میں یہ پانی کیسے پی لوں۔ میرا بابا تو پیاسا مارا گیا تھا۔ منہال کوفی آئے امام کی خدمت میں۔ منہال کوفی امام سے ملنے کے لیے آئے۔ پوچھتا ہوا امام کے کوچہ میں پہنچا۔ پرنالے سے پانی گر رہا ہے اس نے یہ سوچا کہ کہیں یہ پانی نجس نہ ہو اس نے اپنا دامن بچالیا۔ سامنے سبزی فروش کی دوکان تھی۔ سبزی فروش نے پکار کر کہا کہ اے آنے والے! تو کس کام سے اس کوچے میں آیا ہے۔ کہنے لگا میں اپنے امام سیّد سجادؑ سے ملنے آیا ہوں کہا اچھا۔ سیّد سجادؑ سے ملنے آیا ہے۔ ان کے گھر سے واقف ہے۔ کہا نہیں میں واقف نہیں ہوں۔ کہا یہی تو گھر ہے۔ جس سے پانی گر رہا ہے۔

(کہا اچھا میرے مولا کا گھر یہی ہے کہا اچھا یہ بتاؤ تو نے یہ جو دامن اٹھایا ہے۔ کہا خدا معلوم یہ پانی نجس ہے کہ پاک اس لیے میں نے اپنے دامن کو ہٹالیا۔ کہا اچھا معلوم ہے! آج تک مولا کی حالت کیا ہے کہا نہیں معلوم مجھے۔ تمہارے مولا کا یہ عالم ہے! کہ کھانا دیکھ کر روتے ہیں۔ پانی دیکھ کر روتے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ جب وضو کے لیے پانی رکھا جاتا ہے۔ تو چلّو میں پانی لے کر اس پانی کو دیکھنے لگتے ہیں۔ اور پانی کو دیکھ دیکھ کر کہتے ہیں اس پانی کے لیے میرا بھائی مارا گیا۔ اس پانی کے لیے میرا چچا مارا گیا۔

اس پانی کے لیے میرا بابا مارا گیا۔ اس پانی کے لیے میری چھوٹی بہن نے طمانچے

کھائے۔ اس پانی کو کیسے استعمال کروں۔ آنسو اس پانی میں اس طریقہ سے مل جاتے ہیں۔ کہ وہ پانی وضو کے قابل نہیں رہتا پانی بہا دیا جاتا ہے (نجس پانی نہیں ہے۔ یہ تیرے امامؑ کے آنسو ہیں۔ ''اَجْرُکُمْ عَلَی اللّٰہِ''۔ منہال آیا...... امامؑ کی خدمت میں سلام کیا۔ بیٹھ گیا...... دیکھا کہ امام رونے میں مشغول ہیں۔ اب زیادہ دیر زحمت نہیں دوں گا۔ جملہ تو سنتے جاؤ میں تو بار بار کہہ رہا ہوں۔ دیکھو بزرگ تو سب جانتے ہیں نئی نسل کو بتلا رہا ہوں۔ گریہ کی حفاظت کرو، اس گریہ کی حفاظت کرو۔ یہ گریہ تمہاری پہچان ہے۔ یہ گریہ تمہارا تشخص ہے۔ یہ گریہ اس دنیا میں تمہاری زندگی کی علامت ہے)

منہال آیا! کہنے لگے فرزند رسولؐ اب تک گریہ کر رہے ہیں۔ کربلا کے واقعہ کو کتنے دن گزر گئے۔ مولا آپ کب تک گریہ کریں گے۔ رونے لگے۔ روتو رہے تھے با آواز بلند رونے لگے۔ کہا اے شخص۔ یعقوبؑ کا ایک بیٹا یوسفؑ مرا نہیں تھا آنکھوں سے اوجھل ہوگیا تھا، یعقوبؑ نے اتنا گریہ کیا کہ آنکھیں تباہ ہوگئیں۔ سر کے بال سفید ہوگئے۔ تو ایک بیٹے کے غائب ہوجانے پر یعقوبؑ نے اتنا گریہ کیا۔ اے پوچھنے والے میری آنکھوں کے سامنے تو بنی ہاشم کے اٹھارہ جوان ذبح کیے گئے ہیں۔ مجھ سے پوچھتا ہے کہ کب تک گریہ کیجیے گا۔ راوی گھبرا گیا کہا فرزند رسولؐ آپ نے سچ کہا۔ یعقوبؑ کا ایک بیٹا یوسفؑ گم ہوگیا تھا۔ پوری زندگی آپ روتے رہے۔ آپ کے سامنے اٹھارہ جوانان بنی ہاشم ذبح ہوگئے۔

لیکن مولا آپؑ میں اور یعقوبؑ میں فرق ہے، یعقوبؑ کے خاندان کی میراث شہادت نہیں تھی۔ جب کہ شہادت آپ کے خاندان کی میراث ہے۔ دیکھیں اس سے بہتر جملہ۔ آل محمدؐ کے لیے تسلی کا جملہ اس سے بہتر نہیں ہوسکتا تھا۔ کیا کہا مولا ٹھیک ہے۔ یعقوبؑ زندگی بھر روئے لیکن خاندان یعقوبؑ کی میراث شہادت نہیں ہے۔ جب کہ شہادت آپ کے خاندان کی میراث ہے۔ رونے لگے کہا پوچھنے والے تو نے سچ کہا خاندان آل محمدؐ کی میراث شہادت ہے۔ یعقوبؑ کے خاندان کی میراث شہادت نہیں تھی۔ فرمایا ذرا تو اتنا بتادے کہ کیا بہن کا طمانچہ کھانا بھی میراث ہے۔ کیا پھوپھیوں کی

چادر کا چھن جانا بھی میراث ہے۔ کیا دیار در دیار پھرانا بھی میراث ہے۔ اور کیا منادی کا ندا دینا بھی میراث ہے۔ تماشا دیکھنے والو تماشا دیکھو اولاد رسول کا۔ ''اَجْرُکُمْ عَلَی اللّٰہِ'' میں نے بڑی زحمت دی۔

آج تک ہم روتے چلے آرہے ہیں اور قیامت تک روتے چلے جائیں گے۔ ٹھیک ہے نا! تو اب مجھے ایک جملہ کہنے کی اجازت دے دیں۔ کہ اتنے بڑے ہنگامے کی کیا ضرورت تھی۔ حسینؑ ابن علیؑ اٹھتے اور اٹھنے کے بعد نعوذ باللہ۔

سمجھانے کے لیے عرض کر رہا ہوں۔ اتنا ہنگامہ۔ قیامت تک گریہ۔ قیامت تک ماتم۔ قیامت تک شور۔ آہ و بکا۔ ''اَجْرُکُمْ عَلَی اللّٰہِ'' قیامت تک شور آہ و بکا کی ضرورت کیا تھی۔ حسینؑ ابن علیؑ اُٹھتے اور یزید کے ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دے دیتے۔ اور سارے مسائل حل ہو جاتے لیکن یاد رکھو کہ وہ جو ''تہذیب نفس'' کا محافظ ہو۔ وہ ''تہذیب حاضر'' کے پجاریوں سے قیامت تک مصلحت نہیں کر سکتا۔

پہنچ گئی بات اس مرحلے تک...... جس مرحلے تک بات کو لانا تھا...... موضوع گفتگو ذہن میں ہے نا۔ ''تہذیب نفس'' اور ''تہذیبِ حاضر'' اس موضوع کو آگے بڑھانے کے لیے میں نے سورۃ والشمس کی ابتدائی دس آیتوں کی تلاوت کا شرف حاصل کیا۔ بڑا مشہور سورۂ ہے۔ ۳۰ ویں پارے کا۔

سورۃ والشمس کو کون نہیں جانتا۔ آج کی ترتیب تلاوت کے اعتبار سے اس سورۃ کا نشان ۹۱ ہے۔ سورۃ کی ترتیب نزول کے اعتبار سے یہ سورہ قرآن مجید کا تیئس ''۲۳'' واں سورۃ ہے۔ جو سورۃ حج کے بعد اور سورۃ بروج سے پہلے مکہ میں نازل ہوا۔ سورۃ حج بائیسواں ''۲۲''۔ سورۃ والشمس ۲۳ واں۔ سورۃ بروج ۲۴ واں۔ اس سورۃ کی ابتدائی دس آیتوں میں پروردگار عالم نے عجیب و غریب طریقہ سے گفتگو کی۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا○ قسم ہے! سورج کی جب وہ پوری طرح طلوع ہو جائے۔
وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا○ قسم ہے! چاند کی جب سورج کے پیچھے بلا فاصلہ آئے۔ فوراً آئے
وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا○ قسم ہے! دن کی جب مکمل طور سے روشن ہو جائے۔

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَاO قسم ہے! رات کی جب وہ مکمل طور سے چھا جائے۔ اندھیرے میں تبدیل ہوجائے۔

وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَاO قسم ہے! آسمان کی۔ کہ ہم نے اسے اتنا اچھا بنایا۔

وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَاO قسم ہے! زمین کی کہ ہم نے اسے کس طرح سے پھیلا دیا۔ اور فضا میں لڑھکا دیا۔

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَاO اور قسم ہے! نفس کی کہ ہم نے اس نفس کو کتنا بہترین بنایا۔

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَاO اور ہم نے اس نفس کو فسق و فجور کی صلاحیت دے دی اور تقویٰ کی صلاحیت بھی دے دی۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَاO کامیاب ہوگیا وہ شخص جس نے نفس کو پاکیزہ بنادیا۔

وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَاO ناکامیاب ہوا۔ وہ شخص جس نے نفس کو گناہوں سے آلودہ کرلیا۔

میرے سارے محترم سننے والو! ترجمہ سن لیا نا دس آیتوں کا۔ دیکھو ان آیات میں پروردگار عالم نے کمال پر گفتگو کی ہے۔ اگر یہ کمال سمجھ میں آگیا تو میری آج کی محنت سوارت ہوجائے گی۔ ان آیات مبارکہ میں پروردگار عالم نے کمال پر گفتگو کی ہے۔

وَالشَّمْسِO کس کمال کا سورج بنایا۔ وَضُحٰهَاO قسم ہے سورج کی اور قسم ہے۔ وَضُحٰهَاO کے وقت کی۔ دیکھو طلوع کے وقت کی قسم نہیں کھائی۔ سورج نکلتا بھی تو ہے سورج ڈوبتا بھی ہے۔ سورج کے نکلنے کے وقت کی قسم نہیں۔ سورج کے ڈوبنے کے وقت کی قسم نہیں۔ سورج کے زوال کی قسم نہیں۔ اس لیے کہ جب سورج نکل رہا ہوتا ہے۔ تو روشنی پوری طریقے سے نہیں آتی زمین پر۔ اور سورج ڈوب رہا ہوتا ہے تو روشنی پوری سمٹ کر جارہی ہوتی ہے۔ جب سورج زوال کی طرف آمادہ ہوجائے تو روشنی میں کمی پیدا ہوجاتی ہے۔ واحد وقت سورج کی روشنی کے کمال کا ضحیٰ ہے۔ دیکھو بھی بڑے دقیق مفاہیم ہیں۔ یعنی سورج جب سر پر ہو اور سایہ اِدھر اُدھر نہ ہو۔

آج پہلی گفتگو ہے نا۔ تو چاہ رہا ہوں اس پہلی گفتگو میں کچھ مفاہیم کو واضح

کردوں۔ اور اپنے سننے والوں کی خدمت میں ہدیہ کردوں۔ تاکہ یہ مفاہیم بعد میں تمہارے کام آئیں۔ تو سورج کے کمال کی قسم۔ اور اس وقت کی قسم۔ جب سورج اپنے کمال پر ہوتا ہے۔ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا O قسم ہے چاند کی۔ جب وہ سورج کے بلا فاصلہ پیچھے آئے۔ ایسا نہ ہو کہ سورج ڈوب جائے اور چاند نہ ہو۔

اب میں روزمرہ کا مشاہدہ آپ کو بتا رہا ہوں۔ جا کے اسے چیک کر لینا۔ کہ پہلی سے دس تک کا یہ چاند جو نکلتا ہے نا۔ یہ سورج کے ڈوبنے کے بہت دیر بعد اور آخر میں ۲۰ سے ۳۰ تک کا جو چاند نکلتا ہے۔ وہ سورج کے ڈوبنے کے بہت دیر بعد۔ اچھا تو بلا فاصلہ کب نکلتا ہے۔ گیارہ کی شب میں۔ ۱۲ کی شب میں۔ ۱۳ کی شب میں۔ ۱۴ کی شب میں۔ اور یہی چار راتیں کمال کی راتیں ہیں۔ پہنچ رہی ہے نا بات سننے والوں تک۔

سورج کے کمال کی قسم۔ سنتے جانا آج پہلی گفتگو ہے اور تمہیدیں استوار ہو جائیں۔ سورج کے کمال کی قسم۔ شمس کہتے ہیں سورج کو۔ بچوں کو بتا رہا ہوں۔

وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا O چاند کی قسم! جب فوراً پیچھے آئے۔ چاند کے کمال کے وقت کی۔ فوراً پیچھے کب آتا ہے ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴ ٹھیک۔

وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا O جب پوری طرح دن روشن ہو جائے۔ کہیں اندھیرا کہیں روشنی نہیں ہو۔ بلکہ پوری طرح دن روشن ہو جائے۔ اس وقت کی قسم۔ دن کے کمال کی قسم۔

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا O جب پوری طرح رات اندھیرا کر دے۔ رات کی تاریکی کے کمال کی قسم۔ ادھر دن کے اجالے کا کمال۔ اُدھر رات کی تاریکی میں کمال۔ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا O قسم ہے آسمان کی کتنا مضبوط بنایا۔ کتنا کامل بنایا۔ آسمان کے کمال کی قسم۔

وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا O قسم ہے زمین کی۔ کیسا پھیلایا ہے اسے۔ کیسا اسے گول بنایا۔ کیسے اسے حرکت میں رکھا۔ یہ لڑھک رہی تھی۔ زمین کے کمال کی قسم۔

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا O اب دیکھو۔ کتنا کمال کا نفس بنایا۔ کتنا اچھا نفس بنالیا۔ کہ اس سے بہتر نفس کی گنجائش نہیں تھی کسی نفس کے آنے کا امکان نہیں تھا۔ تو ہر شے کے

کمال کی قسم کھائی۔ بھئی توجہ رہے۔

سورج خدا کے کمال کی نشانی ہے اس لیے کہ سورج صاحب کمال ہے۔ رک جانا میں نے تمہید میں بڑا وقت لیا۔ اور اپنے سننے والوں کو بڑی زحمت سماعت دی۔ لیکن اب سننا۔ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ○ شمس۔ سورج۔ سورج کے کمال کی قسم۔

وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ○ چاند کے کمال کی قسم۔

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ○ رات کے کمال کی قسم۔

وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا۔ دن کے کمال کی قسم۔

وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ○ آسمان کے کمال کی قسم۔

وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ○ زمین کے کمال کی قسم۔ تو کمال کی قسم کھائی ہے نا۔ توجہ ...... کمال کی قسم کھائی ہے۔

سورج! اللہ کے کمال کی نشانی۔ چاند! اللہ کے کمال کی نشانی۔ شمس! اب میں سورج چاند کیوں کہوں؟ میں تو عربی لفظ استعمال کروں گا۔ شمس! اللہ کے کمال کی نشانی۔ قمر! اللہ کے کمال کی نشانی۔ سَمَاءِ! اللہ کے کمال کی نشانی۔ اَرْضِ! اللہ کے کمال کی نشانی۔ اب میں پڑھوں اِعْلَمُوْا۔

يَا مَلٰٓئِكَتِيْ وَيَا سُكَّانَ سَمٰوَاتِيْ اِنِّيْ مَا خَلَقْتُ سَمَآءً مَّبْنِيَّةً وَّلَآ اَرْضًا مَّدْحِيَّةً ○ (حدیث کساء)

دیکھا! آ گئی نا بات! آ گئی بات! بھئی سننا بڑے آرام سے سننا! اِعْلَمُوْا يَا مَلٰٓئِكَتِيْ وَيَا سُكَّانَ سَمٰوَاتِيْ۔ وہ جب چادر میں جمع ہوئے ہیں وہ سارے لوگ جب چادر میں جمع ہوتے ہیں تو کہنے لگا۔ سنو! جانو اے میرے فرشتوں سنو۔ اِعْلَمُوْا۔ سنو جانو۔

يَا مَلٰٓئِكَتِيْ اے میرے فرشتوں سنو۔ يَا سُكَّانَ سَمٰوَاتِيْ۔ اے میرے آسمانوں میں رہنے والوں سنو۔ بھئی کمال کی بات ہے۔ فرشتوں کا تذکرہ الگ ہے۔

آسمان میں رہنے والوں کا تذکرہ الگ ہے۔ جا کے آپ تحقیق کرلیں مریخ کے اندر یا مریخ سے پیچھے آبادی ہے کہ نہیں۔ وَعِزَّتِیْ وَ جَلَالِیْ قسم ہے میری عزت کی اور قسم ہے میرے جلال کی۔ اِنِّیْ مَاخَلَقْتُ سَمَآءً مَّبْنِیَّۃً چاند کمال والا۔ زمین کمال والی۔ اتنے کمال والے۔ جن کمال والوں کے لیے خلق ہوگئے۔ ان کا کمال کتنا بلند ہوگا۔

رک جاؤ! رک جاؤ! اس لیے کہ مجھے کچھ فیصلے کرنے ہیں۔ اب اگر یہ ٹکڑا میرے سارے سننے والوں کے ذہن میں نہ ہوتا اِنِّیْ مَاخَلَقْتُ سَمَآءً مَّبْنِیَّۃً۔ کا پورا ٹکڑا اگر سننے والوں کے ذہن میں نہیں ہوتا۔ تو میں استدلال نہیں کرتا۔ لیکن اب میں پچھلے سال کی پہلی تقریر سے متصل ہو رہا ہوں۔ کچھ یاد ہے نا پچھلے سال کے محرم کا موضوع کیا تھا۔ ''انسان معاصر اور قرآن'' اور میں نے کس سورۃ کی تلاوت کی تھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○
وَالْعَصْرِ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ○ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ○ (سورۃ العصر)

مسلسل میری گفتگو اس سورۃ مبارکہ پر رہی۔ ٹھیک ہے نا تو میں نے تقریر میں عرض کیا تھا قرآن مجید کا اصول۔ یہ سنتا! اس لیے کہ کوئی بات آپ کو ہدیہ کرنا چاہ رہا ہوں۔ اس آیہ مبارک کی روشنی میں قرآن نے ایک اصول دیا۔ یہ بھی تو قسم سے شروع ہوا ہے۔ ایک قسم سے ''زمانے کی قسم'' اچھا قسم کے معنی جانتے ہو۔ ذرا رک جائیں۔ آج یہ بھی طے ہو جائے کہ جو ہم کھاتے ہیں خدا کی قسم۔ مطلب کیا ہوا۔ جائیں دیکھیں عربی زبان کی کتابوں میں۔ قسم کے معنی ہیں گواہی کے آپ نے کہا خدا کی قسم ایسا ہوا ہے۔ بولتے ہیں نا۔ مطلب کیا ہوا میرا خدا میرے جملے کا گواہ ہے۔ عباسؑ کی قسم ایسا ہی ہوا یعنی آپ نے عباسؑ کو گواہ کر دیا۔ قرآن کی قسم میں یہ کروں گا۔ مثلاً تو قرآن کو آپ نے گواہ کر دیا۔ تو قسم کے معنی گواہی۔ وَالْعَصْرِ○ زمانہ گواہ ہے زمانے کی قسم یعنی زمانہ گواہ ہے۔ کہ ہر انسان خسارے میں ہے۔

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ O مگر میں انہیں بچالوں گا۔ جو ایمان لائے اور عمل صالح بجا لائے۔ یا جنہوں نے حق کا اعلان کیا۔ جنہوں نے صبر کا اعلان کیا۔ تو پہلی تقریر میں عرض یہ کیا تھا۔ کہ اس سورۃ کا کمال یہ ہے کہ ایک جملہ ہے اِلَّا سے پہلے ایک جملہ ہے اِلَّا کے بعد وَالْعَصْرِ o اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ O زمانہ گواہ ہے۔ کہ سب انسان خسارہ میں ہیں۔ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِلَّا کے معنی سوائے۔ مگر مومنین فائدہ میں ہیں۔ تو ''اِلَّا'' سے پہلے خسارہ۔ اور ''اِلَّا'' کے بعد فائدہ۔ ٹھیک سمجھتے جاؤ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ کوئی خدا نہیں ہے۔ اِلَّا اللّٰہُ سوائے اللہ کے۔ تو اِلَّا سے پہلے باطل۔ اِلَّا کے بعد حق۔ بھئی ذہن میں رکھنا۔ یہ تو ہو گئے اِلَّا سے پہلے خسارہ۔ اِلَّا کے بعد نفع۔ اِلَّا سے پہلے باطل۔ اِلَّا کے بعد حق اور اب میں پڑھوں۔ پچھلے سال کی تقریر کو متصل کر رہا ہوں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ۙ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ ۙ وَھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ۙ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۡ ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۙ (سورۃ التین)

یہ بھی قسموں پر مشتمل سورۃ ہے۔ سب جہنم میں جائیں گے۔ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا O مگر ایمان والوں کو بچالوں گا۔ تو اِلَّا سے پہلے جہنم۔ اِلَّا کے بعد جنت۔ بہت توجہ رہے۔ میں نے تین مقامات سے قرآن مجید کے دلائل فراہم کئے۔ ''سورۃ العصر'' اِلَّا سے پہلے نقصان۔ اِلَّا کے بعد فائدہ۔ اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ قرآن کی آیت ہے۔ اِلَّا سے پہلے باطل۔ اِلَّا کے بعد حق۔ سورۃ والتین اِلَّا سے پہلے جہنم۔ اِلَّا کے بعد جنت۔ سمجھ میں آ گیا۔ اب چلو واپس حدیث کسا کی طرف۔

اِنِّیْ مَا خَلَقْتُ سَمَآءً مَّبْنِیَّۃً وَّلَا اَرْضًا مَّدْحِیَّۃً وَّلَا قَمَرًا مُّنِیْرًا وَّلَا شَمْسًا مُّضِیْئَۃً وَّلَا فَلَکًا

يَدُوْرُ وَلَا بَحْرًا يَجْرِيْ وَلَا فُلْكًا يَسْرِيْ اِلَّا فِيْ مَحَبَّةِ هٰؤُلَاۗءِ الْخَمْسَةِ الَّذِيْنَ هُمْ تَحْتَ الْكِسَاۗءِ،

اب جو چادر سے باہر ہو وہ خسارہ۔ جو چادر کے اندر ہو وہ فائدہ ہے۔ جو چادر کے باہر ہو وہ باطل ہے۔ جو چادر کے اندر ہو وہ حق ہے۔ جو چادر کے باہر ہو وہ جہنم ہے۔ جو چادر کے اندر ہو وہ جنت ہے۔ صلوات۔

دیکھو اس ٹکڑے پر رکا ہوا ہوں۔ میں ابھی اس ٹکڑے پر رکا ہوا ہوں۔ اِنِّیْ مَاخَلَقْتُ اچھا ٹھہرو اِعْلَمُوْا یَا مَلٰۗئِکَتِیْ وَیَا سُکَّانَ سَمٰوَاتِیْ۔ سنو میرے فرشتو سنو۔ اچھا تو یہ فرشتے۔ جنہیں سنوار رہا ہے۔ کیا سنوار رہا ہے۔ کہ میں نے پوری کائنات بنائی۔ ان کے لئے ہے نا۔ یعنی آل محمدؐ کے فضائل بیان کرنا چاہ رہا ہے۔ اچھا تو فرشتے کیا بے کار بیٹھے ہوئے تھے۔ جب کہا کہ سنو۔ کیا فرشتے بے کار بیٹھے ہوئے تھے۔ نعوذ باللہ...... نعوذ باللہ۔ کیا فرشتے بے کار بیٹھے ہوئے تھے۔ بھئی سنو! کیا بے کار بیٹھے ہوئے ہو۔ اِدھر آؤ فضائل آل محمدؐ سنو۔

وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَ نُقَدِّسُ لَکَ ط (البقرہ نمبر ۳۰)

پروردگار! تو نے پیدا کیا ہے۔ ہم تیری عبادت کرتے ہیں۔ تیری تسبیح کرتے ہیں تیری تقدیس کر رہے ہیں۔ تو ہر فرشتہ تیری تسبیح و تقدیس میں مشغول ہے۔ اور پروردگار کہتا ہے۔ اسے چھوڑو۔ اسے سُنو۔ عجیب بات ہے۔ ہے نا یہ عجیب بات۔ دیکھو میرے جملہ کو غلط نہ سمجھ لینا۔ ایک جملہ ذہن میں رہے۔ بھئی اسے چھوڑو جو کر رہے ہو۔ اسے سُنو۔ اگر یہ افضل نہ ہوتا تو انہیں سناتا کیوں؟ ٹھیک ہے نا۔

یہ جو ایک ٹرینڈ (TREND) چل گیا ہے ملک میں بلکہ اب تو ملک سے باہر بھی دیکھ رہا ہوں۔ نماز افضل یا حسینؑ افضل۔ تو کبھی ان مسائل پر بات نہ کرنا۔ دیکھو نماز اور حسینؑ میں خدا کی قسم کوئی ٹکراؤ نہیں ہے۔ نماز نکلی ہی حسینؑ کے گھر سے ہے۔ کس نے

بتائی نماز۔ تمہارے باپ دادوں کو کس نے نماز بتائی، کیا ایسا نہیں ہے کہ ایک نواسہ جب آ کر بیٹھ گیا تھا پشت رسولؐ پر تو رسولؐ نماز ہی میں تھے نا۔ تو دو صورت تھی رسول کے پاس۔ یا تو نماز کو توڑ کر حسینؑ کو گود میں لے لیتے۔ یا حسینؑ کو دھکا دے کر گرا دیتے اور نماز کو جاری رکھتے۔

لیکن میرے رسول کا کمال اعتدال دیکھیں نہ حسینؑ کو نماز کے لیے چھوڑا۔ نہ نماز کو حسینؑ کے لیے چھوڑا۔ کمال ہے۔ تم سمجھتے ہو۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ حسینؑ میں اور نماز میں کوئی ٹکراؤ نہیں۔ اطاعت ایسی جب عمل میں ڈھلے تو نماز بنے۔ اور جب پیکر میں ڈھلے تو حسینؑ بنے۔ ٹھیک ہے نا۔

اِعْلَمُوْا وہ جو منکرین فضائل آل محمدؐ۔ دنیا میں ہیں اور وہ جنہیں یہ اعتراض ہے۔ کہ میں فضائل کیوں پڑھتا ہوں زیادہ۔ ان سے دست بستہ گزارش کر رہا ہوں۔ ہاتھ جوڑ کر کہہ رہا ہوں۔ کہ میرے پروردگار نے کہا۔ اِعْلَمُوْا یَا مَلٰٓئِکَتِیْ وَیَا سُکَّانَ سَمَاوَاتِیْ۔ سُنو میرے فرشتوں سنو میرے آسمانوں میں رہنے والوں سنو۔ تسبیح و تقدیس کو چھوڑ دو۔ سُنو آسمان بنایا اُن کے لیے۔ زمین بنائی اِن کے لیے۔ سورج بنایا اُن کے لیے۔ چاند بنایا اُن کے لیے۔ ٹھیک ہے نا۔ سمندر بنایا اِن کے لیے۔ کشتیاں چلائیں اِن کے لیے۔ بھئی اب اگر مجھ پر اعتراض کر رہے ہو۔ اب اگر ہمت ہے تو۔ اللہ پر اعتراض کرو۔ کہ عبادتیں چھڑوا کر فضائل کیوں بیان کر رہا ہے صلوات۔

سُن رہے ہو نا۔ اِعْلَمُوْا یَا مَلٰٓئِکَتِیْ وَیَا سُکَّانَ سَمَاوَاتِیْ۔ سُنو سُنو میرے فرشتوں سُنو۔ ''وَعِزَّتِیْ وَ جَلَالِیْ'' بھی تو ہے۔ دیکھو۔ گیارہ قسمیں میں نے ''سورۃ والشمس'' کی سنائی چار قسمیں والتین کی سنائی۔ ایک قسم 'والعصر' کی سنائی اب دو قسمیں حدیث کساء کی بھی سنتے جاؤ۔ ''وَعِزَّتِیْ وَ جَلَالِیْ'' ۔ میری عزت گواہ ہے۔ میرا جلال گواہ ہے۔ میں اپنی عزت کی قسم کھاتا ہوں۔ کہ پوری کائنات بنائی ان کے لیے۔ اب اگر ان سے دشمنی کی تو بے عزت کر کے جہنم میں پھینک دوں گا۔ میرے جلال سے ڈرتے رہنا تمہیں بے عزت کر کے جہنم میں پھینک دوں گا۔ میں نے آسمان کو بنایا۔ زمین کو

بنایا۔ سورج کو بنایا۔ چاند کو بنایا۔

خدا کی قسم! رکے رہنا! اس لیے کہ اسی مرحلے کے لیے تو زحمت دی ہے۔ اچھا کس لیے بنایا۔ ان ساری چیزوں کو اِلَّا فِیْ مَحَبَّۃِ ھٰؤُلَاءِ الْخَمْسَۃِ الَّذِیْنَ ھُمْ تَحْتَ الْکِسَآءِ۔ اِلَّا کے بعد کا جملہ ہے۔ یہ جو پانچ ہیں۔ خمسہ کے معنی پانچ۔ اربعہ کے معنی چار۔ ٹھیک سادس کے معنی چھٹا۔ سِتَّۃ کے معنی چھ۔ ٹھیک ہے نا۔ رکے رہنا۔ اس خمسہ کے لفظ کو واضح کرنا چاہ رہا ہوں۔ رکے رہنا!......

یہ جو پانچ ہیں نا۔ چادر کے نیچے کائنات بنائی ان کے لیے۔ تو مالک کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ جو پانچ چادر کے نیچے ہیں۔ کہہ دے کہ یہ جو چادر کے نیچے ہے۔ یہ خمسہ ان پانچ کے لیے بنایا۔ کائنات کو ان پانچ کے لیے بنایا۔ تو مالک کہہ دے کائنات کو ان کے لیے بنایا جو چادر کے نیچے ہیں۔ یہ پانچ کی قید کیوں؟ تم جانو یا نہ جانو۔ میں تو جان رہا ہوں نا۔ جبرئیلؑ ابھی جائے گا اور چادر کے اندر چلا جائے گا۔ تو اب اسے چھٹا بنا کر بھیجوں گا۔ ~~پانچ الگ رہے چھٹا الگ رہے۔ صلوات۔~~

پہنچ رہی ہے نا بات۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ دیکھیں میں نے ابھی گزشتہ سال کی پہلی تقریر کا حوالہ دیا تھا۔ اور اب گزشتہ سال کی چھٹی تقریر کا حوالہ دے رہا ہوں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے حدیث کسا کے کچھ جملے کوٹ (Quote) کئے تھے۔ اب ذرا بات کو وہیں سے بڑھانا ہے۔ جہاں گزشتہ سال چھوڑا تھا وہیں سے آگے بڑھوں گا۔

یَا مَلٰٓئِکَتِیْ
وَیَا سُکَّانَ سَمٰوَاتِیْ اِنِّیْ مَاخَلَقْتُ سَمَآءً
مَّبْنِیَّۃً وَّلَآ اَرْضًا مَّدْحِیَّۃً وَّلَا قَمَرًا
مُّنِیْرًا وَّلَا شَمْسًا مُّضِیْئَۃً وَّلَا فَلَکًا
یَدُوْرُ وَلَا بَحْرًا یَجْرِیْ وَلَا فُلْکًا یَسْرِیْ

اِلَّا فِیْ مَحَبَّۃِ ھٰؤُلَاءِ الْخَمْسَۃِ الَّذِیْنَ ھُمْ تَحْتَ الْکِسَاءِ،

ہوگئی نا بات۔ تعارف کرا دیا نا۔ فضائل سنا دیئے نا۔ پروردگار نے اب عبادتیں چھڑوا کر فضائل سنوا رہا ہے۔ ایک مرتبہ جبرئیل نے آواز دی۔ یَارَبِّ وَمَنْ تَحْتَ الْکِسَا پروردگار یہ ہے کون؟ اچھا تو جانتے نہیں ہو؟ جبرئیلؑ نے کہا پروردگار یہ ہے کون۔ اب میں جبرئیل سے پوچھتا ہوں؟ جبرئیل تم تو سَیِّدُ الْمَلَائِکَہ ہو۔ جانتے نہیں ہو کون ہو؟

اچھا بھئی سنو۔ تم تو میرے انداز گفتگو سے واقف ہوگئے ہو۔ ایک جملہ سنو۔ یہ کیوں پوچھا؟ جبرئیل نے۔ کہ یہ ہیں کون؟ تو میں نے جو پچھلے خطبہ کو سنا ہے وہ پہلے بیان کردوں۔ اور جو کتابوں میں پڑھا ہے۔ کہنے لگے بات یہ ہے کہ جبرئیلؑ کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں تھیں۔ ایک ساتھ پانچ کو نہیں دیکھا تھا۔ تو آنکھیں چندھیا گئی تھی۔ اس لیے پوچھا کہ پروردگار یہ ہیں کون؟

یہ کہا جاتا ہے۔ پانچ نور ایک ساتھ جمع ہوگئے تھے۔ اس لیے جبرئیلؑ کی نورانی نگاہیں پہچان نہ سکی تھی۔ اب میں پوچھوں؟ میں تو ہر بات کی قدر کرنے کا عادی ہوں۔ لیکن یہ سنا ہے نہ تم نے۔ حدیث کسا میں جب جبرئیلؑ کا سوال دوہرایا جاتا ہے تو جواب یہ دیا جاتا ہے کہ جبرئیلؑ بے چارہ کیا کرتا۔ کبھی تنہا رسول کو دیکھا۔ کبھی تنہا علیؑ کو دیکھا۔ کبھی تنہا سیدہ کو دیکھا۔ کبھی تنہا حسنؑ کو دیکھا۔ کبھی تنہا حسینؑ کو دیکھا۔ لیکن ایک ساتھ جمع ہوگئے۔ تو جبرئیلؑ کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔

اب میں پوچھوں؟ جبرئیل سَیِّدُ الْمَلَائِکَہ۔ ہزاروں سال پہلے۔ یہ تو پانچ ہیں۔ وہ چودہ ۱۴ کو بغیر جسموں کے عرش پر دیکھ چکا تھا۔ اور اس وقت آنکھیں خیرہ نہیں ہوئی تھی۔ ہیں نا! اگر تم جبرئیلؑ کو پہچان لو۔ تو سمجھ میں آجائے گا کہ اس نے پوچھا کیوں؟ یہ تو پیکر میں آئے تھے آل محمد۔ یہ پانچ یہ تو جسم لے کر آئے تھے۔ وہاں تو اس نے نور اصل کو دیکھا۔ نور مطلق کو دیکھا تھا۔ چودہ ۱۴ کے چودہ ۱۴ نوروں کو جبرئیلؑ نے لاکھوں سال عرش پر

دیکھا۔ وہاں آنکھیں خیرہ نہیں ہوئی تھیں۔

تو بات کچھ اور ہے۔ آنکھوں وآنکھوں کا معاملہ نہیں ہے۔ راز کچھ اور ہے۔ ہمیشہ سوال لاعلمی کی بنا پر رونہیں کیا جاتا۔ کبھی کبھی سوال کا مقصد کچھ اور ہوتا ہے۔ بتاؤ! میں نے اس جملہ پر کیا کہا؟ ہمیشہ جب سوال کیا جاتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ جاہل پوچھ رہا ہے۔ کبھی کبھی کوئی اور مطلب ہوتا ہے۔

موسیٰ کے ہاتھ میں عصا ہے۔ جاؤ قرآن میں دیکھ لینا۔ نہ ملے تو میرا گریبان تھام لینا۔ اللہ پوچھنے لگا۔ وَمَاتِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یٰمُوْسٰی۔ (سورۃ طٰہٰ نمبر ۱۷) موسیٰ یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ تو کیا اللہ کو نہیں معلوم تھا۔ کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ تو ہمیشہ سوال لاعلمی میں نہیں ہوتا۔ کبھی کبھی کوئی اور مقصد ہوتا ہے۔ اچھا تو جیسے ہی اللہ نے پوچھا۔ وَمَاتِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یٰمُوْسٰی۔ قرآن کا قصہ ہے۔

کہنے لگے۔ ھٰذَا عَصَایَ یہ قرآن کی تاریخ ہے۔ پروردگار یہ میرا عصا ہے۔ اَتَوَکَّؤُا عَلَیْھَا وَ اَھُشُّ بِھَا عَلٰی غَنَمِیْ وَلِیَ فِیْھَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی ○ سورۃ طٰہٰ نمبر ۱۸ اس پر میں تکیہ کرتا ہوں۔ اور اس سے میں بھیڑیں ہنکاتا ہوں۔ دھوپ کے وقت اس پر چادر ڈال کر اس پر میں خیمہ بنالیتا ہوں۔ اور بڑے فائدے ہیں۔ اس پر میں تکیہ کرتا ہوں۔ بھیڑیں ہنکاتا ہوں۔ میں اس سے خیمہ بناتا ہوں۔ اور بہت سے فائدے ہیں۔

بھئی یہ سب تو نہیں پوچھ رہا ہے۔ بھئی وہ صرف اتنا پوچھ رہا ہے کہ تمہارے ہاتھ میں ہے کیا؟ یہ تفصیل تو اللہ نے پوچھی نہیں۔ صرف اتنا پوچھا۔ موسیٰ یہ تمہارے ہاتھ میں ہے کیا؟ اور موسیٰ نے پوری تفسیر بیان کر دی۔ اب علماء تفسیر حیران ہیں۔ تو جواب دینا چاہیئے تھا۔ کہ اس نے پوچھا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ کہہ دیتے عصا ہے۔ لگ گئے نا۔ پوری بات بیان کرنے کے لیے۔ تکیہ کرتا ہوں۔ بھیڑیں چراتا ہوں۔ بھیڑیں ہنکاتا ہوں۔ خیمہ بناتا ہوں۔

تو بات یہ ہے کہ علمائے تفسیر بول رہے ہیں۔ میں نہیں بول رہا۔ لکھا علمائے تفسیر نے۔ چوں کہ عصا موسیٰ کو بہت محبوب تھا۔ تو اللہ نے اس کی دہشت کو کم کرنے کے لئے

پوچھا! موسیٰ تمہارے ہاتھ میں ہے کیا؟ وہ۔۔۔ان کا محبوب ہے۔۔۔وہ فضائل بیان کرنے لگے۔عصا بہت محبوب ہے۔عصا کے فضائل موسیٰ بیان کرنے لگے۔

تو جبرئیلؑ نے کہا کہ پروردگارا یہ ہیں کون؟ جان رہا تھا کہ خدا کے محبوب ہیں۔ آج خدا سے ان کے فضائل سننے کا موقع مل جائے گا۔صلوات۔

آج کی یہ تمہیدی گفتگو اس منزل پر اختتام پذیر ہو رہی ہے۔دو گذارشات ہیں۔

ا۔ فضائل آل محمد کو اپنے ہاتھوں سے چھٹنے مت دینا۔فضائل آل محمد تمہاری نجات کی ضمانت ہیں۔اور دیکھو حسینؑ کے گریہ کو مت چھوڑنا۔

۲۔یہ گریہ تمہارے تحفظ کی علامت ہے۔

بس آج گفتگو یہیں اس مرحلے پر روک رہا ہوں۔اور کل سے ذرا کھل کر گفتگو ہوگی۔آج یہیں پر بات ختم کر رہا ہوں۔آل محمدؑ کے فضائل......حسینؑ کے مصائب۔ بھئی دو ہی تو چیزیں ہیں ہماری زندگی میں۔اب میں کیسے بتاؤں آپ کو کہ سارے انبیاء کے مصائب کی میراث اور فضائل کی میراث کیا بھول گئے؟۔

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَنْظُرَ اِلَي آدَمَ فِیْ عِلْمِهٖ وَاِلٰی وَنُوْحٍ فِیْ حِلْمِهٖ وَاِلٰی اِبْرَاهِیْمَ فِیْ خُلَّتِهٖ وَاِلٰی مُوْسٰی فِیْ هَیْبَتِهٖ وَاِلٰی عِیْسٰی فِیْ شُکْرِهٖ وَ زُهْدِهٖ وَاِلٰی مُحَمَّدٍ فِیْ جَمَالِهٖ وَ کَمَالِهٖ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی وَجْهِ اِلٰی عَلِیِ ابْنِ اَبِیْ طَالِب.

جو آدمؑ کا علم دیکھنا چاہے۔نوحؑ کا حلم دیکھنا چاہے۔ابراہیمؑ کی خلقت دیکھنا چاہے۔موسیٰؑ کی ہیبت دیکھنا چاہے۔عیسیٰؑ کا شکر اور زہد دیکھنا چاہے۔محمدؐ کا جمال اور کمال دیکھنا چاہے۔اس کو چاہیئے کہ وہ علیؑ ابن ابی طالبؑ کو دیکھے۔ہے نا۔سارے فضائل کی میزان علیؑ۔اور اب سارے فضائل کی میزان۔اگر علیؑ ہیں تو سارے مصائب کی میزان......

السّلام علیک یا وارث ادم صفوۃ اللّٰہ

السّلام علیک یا وارث نوح نبی اللّٰہ

السّلام علیک یا وارث ابراھیم خلیل اللّٰہ

السّلام علیک یا وارث موسیٰ کلیم اللّٰہ

السّلام علیک یا وارث عیسیٰ روح اللّٰہ

السّلام علیک یا وارث محمدؐ حبیب اللّٰہ

فضائلِ انبیاء کی میراث علیؑ۔ مصائبِ انبیاء کی میزان حسینؑ۔

میرے دوستو اس گریہ کی حفاظت کرنا۔ میرے دوستو! میرے عزیزو! چند جملے سنو! محرم کی پہلی تاریخ ہے۔ مصائب کے چند جملے۔ اس گریہ کی حفاظت کرنا۔ یہ پانچ یا سات دقیقوں میں ختم ہونے والی ہے۔ تھوڑی دیر بعد دوسری محرم کی رات شروع ہو جائے گی۔

اب میں زیادہ زحمتِ سماعت نہیں دوں گا۔ دیکھو آج بلند آواز سے گریہ بھی خلاف فیشن ہے۔ کیا زمانہ آ گیا ہے۔ ہے نا۔ تو چھوڑو اپنی تہذیبوں کو یہ تہذیبیں۔ یہ جو تہذیبیں دنیا میں چل رہی ہیں نا۔ جن میں سوائے دھوکہ کے کچھ نہیں ہے۔ اس پر عمل کرو۔ جو جو تمہیں آلِ محمدؐ نے دیا ہے۔ تمہیں کیسے بتاؤں۔

پانچویں امام کے گھر میں مجلس ہو رہی تھی۔ ذاکر مصائب بیان کر رہا تھا۔ لوگ رو رہے تھے۔ امام کا ایک صحابی ابو بصیر اسدی جو اپنے چہرے پر رومال رکھے ہوئے رو رہا تھا۔ پانچویں امام نے پکارا ابو بصیر۔ اس نے رومال ہٹایا۔ کہا ''لَبَّیْکَ یَا بْنَ رَسُوْلِ اللّٰہ''......

کہا ابو بصیر روتا کیوں نہیں ہے۔ کہا مولیٰ رو تو رہا ہوں۔ کہا رو نہیں رہے ہو۔ اس نے بھیگا ہوا رومال دکھایا۔ مولا یہ ہے میرے آنسو۔ امام نے کہا! ایسے نہیں۔ پھر کیسے؟ کہا جیسے جنت میں حسینؑ کی ماں روتی ہے۔ کہا مولا وہ کیسے؟۔ کہا بالوں کو بکھرا دیتی ہے۔ اور آواز دیتی ہے۔ ''واہ اَعطشاناً واہ اِبْناہ واہ حُسَیْنَا۔''

اے میرے پیارے بیٹے۔ اے میرے پیاسے مظلوم بے کس۔ اجر کم علی اللّٰہ یاد ہے نا اب حسینؑ کا رونا سمجھ میں آیا۔ جیسے حسینؑ کی ماں روتی ہے۔ ویسے رو۔ بیٹھے ہیں۔ رسولؐ بھی۔ سیدہؑ بھی ہیں۔ علیؑ بھی ہیں۔ حسنؑ بھی ہیں۔ چھوٹا نواسا حسینؑ بھی موجود ہیں۔ اب بات یہ ہو رہی ہے کہ بچہ تین دن کا بھوکا پیاسا شہید کیا جائے گا۔

بس آخری جملہ۔ تم نے گریہ کیا۔ مجلس تمام ہوگئی۔ اچھا گھبرا گئی شہزادی۔ شہزادی نے کہا بابا...... یہ کب ہوگا؟ اُس وقت ہوگا؟ جب تو بھی نہیں ہوگی۔ علیؑ بھی نہیں ہوگا۔ میں بھی نہیں ہوں گا۔ حسنؑ بھی نہیں ہوں گے۔ بابا کس جرم میں؟ کہا کوئی جرم نہیں...... کہا بابا۔ پھر میرے بیٹے پر روئے گا کون؟۔ یہ ہے نا دعائے سیدہؑ۔ دعائے سیدہؑ...... ایک قوم ہوگی۔ مت گھبرا۔

آخری جملہ سنا...... چھوٹا نواسا کھڑا ہوا اور جا کر رسولؐ کے سامنے رک گیا...... کہنے لگا۔ آپ میرے رونے والوں کو کیا دیں گے؟۔ کہا بیٹے...... مت گھبرا میں شافع محشر ہوں۔ بیٹے میں سب سے پہلے تیرے رونے والوں کی شفاعت کروں گا۔ آیا...... باپ کے سامنے۔ "بابا آپ میرے رونے والوں کو کیا دیں گے؟"

کہا بیٹے "میں ساقی کوثر ہوں" پہلا جام تیرے رونے والوں کو پلاؤں گا۔ آیا بھیا کے پاس "بھیا آپ میرے رونے والوں کو کیا دیں گے" کہا "میں جوانانِ جنت کا سردار ہوں۔" پہلے تیرے رونے والے پہلے جائیں گے۔"

جب سب سے باتیں ہو چکیں تو چھوٹا نواسا چلا ماں کی طرف۔ آ کر ماں کی گود میں بیٹھ گیا۔ کہا۔ "اماں آپ میرے رونے والوں کو کیا دیں گی۔" جناب فاطمہؑ رونے لگیں۔" کہا بیٹے یہ دکھیاری ماں کیا دے سکتی ہے۔" بس بال بکھرا کر جنت کے دروازے پر بیٹھ جاؤں گی جب تک تیرے رونے والے نہ چلے جائیں گے۔ فاطمہؑ زہراؑ آگے نہیں جائے گی۔

مجلس دوم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ○

وَالشَّمۡسِ وَضُحٰهَا ۝۱ وَالۡقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ۝۲ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ۝۳ وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰىهَا ۝۴ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ۝۵ وَالۡاَرۡضِ وَمَا طَحٰىهَا ۝۶ وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝۷ فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَتَقۡوٰىهَا ۝۸ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰىهَا ۝۹ وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰىهَا ۝۱۰ (سورۃ والشمس)

عزیزان محترم! تہذیب نفس اور تہذیب حاضر کے عنوان سے ہم نے جس سلسلہ گفتگو کا آغاز کیا ہے۔ وہ سلسلہ گفتگو اپنے دوسرے مرحلے میں داخل ہو رہا ہے۔ اس موضوع کے لیے ہم نے جن آیتوں کا انتخاب کیا وہ سورۃ والشمس کی ابتدائی دس آیتیں ہیں۔ ان آیت میں پروردگار عالم نے یہ ارشاد فرمایا کہ

وَالشَّمۡسِ وَضُحٰهَا○ قسم ہے سورج کی۔ اور اس وقت کی۔ جب سورج اپنے کمال پر ہو۔

وَالۡقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا○ قسم ہے چاند کی۔ جب وہ سورج کے پیچھے بلا فاصلہ آئے۔

وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا○ قسم ہے دن کی۔ جب وہ مکمل طور سے روشن ہو جائے۔

وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰهَا قسم ہے رات کی۔ جب وہ مکمل طور سے اندھیری ہو جائے۔

وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا○ قسم ہے آسمان کی۔ کہ ہم نے اسے کتنا اچھا اور کتنا مضبوط بنایا اور کتنے کمال کے ساتھ بنایا۔

وَالۡاَرۡضِ وَمَا طَحٰهَا○ قسم ہے زمین کی۔ کہ ہم نے اسے کس قدر خوبصورتی کے ساتھ اور کس کمال کے ساتھ لڑھکا دیا۔ تو "ط، ح حُطّی واؤ حُطّی" طحو (ف) کے معنی

لڑھکانا اس سے بہتر لفظ میرے پاس نہیں تھا۔ ہم نے زمین کو لُڑھکا دیا گیند لُڑھکائی جاتی ہے۔ تو لُڑھکانے میں حرکت بھی شامل ہے۔ اور گولائی بھی شامل ہے۔ ٹھیک ہے نا!

وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا○ قسم ہے زمین کی۔ کہ ہم نے اسے کتنے کمال کے ساتھ فضا میں لڑھکا دیا۔ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا○ قسم ہے نفس کی۔ کہ ہم نے اسے کتنا اچھا بنایا۔ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا○ اور ہم نے اسے فسق و فجور بھی بتلا دیا۔ تقوا بھی بتلا دیا۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا○ وہ کامیاب ہوگیا جو نفس کو پاک کرنے کے بجائے۔

وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا○ وہ ہلاک ہوا۔ جس نے نفس کو گناہوں سے آلودہ کرلیا۔

تو ابھی میں روک رہا ہوں اپنے سارے سننے والوں کو۔ ان نشانیوں کی طرف متوجہ کیا۔ سورج کو دیکھو چاند کو دیکھو۔ دن کے آنے جانے کو دیکھو۔ رات کے آنے جانے کو دیکھو۔ آسمانوں کے استحکام کو دیکھو۔ زمین کے پھیلاؤ کو دیکھو۔

سورۃ مکّی ہے۔ یہ سورہ مکہ میں نازل ہوا۔ اور مکہ کا سماج مُشرک سماج تھا۔ جو بتوں کو پُوجتے تھے یا مظاہر فطرت کو پوجتے تھے۔ سورج کے پوجنے والے مکّہ میں تھے، چاند کے پوجنے والے مکّہ میں تھے، زمین کے پجاری مکّہ میں تھے، آسمانوں کے پجاری مکّہ میں تھے اور ستاروں کے پجاری مکّہ میں تھے۔

تو پروردگار نے ان سارے پُجاریوں کو متوجہ کیا۔ کہ بھئی ان کے استحکام کو دیکھو! ان کے آنے جانے کو دیکھو۔ اس طریقے سے آجا رہے ہیں۔ کہ ایک لمحہ کا آنے جانے کا فرق نہیں ہوتا۔ ایسی زمین بنا دی۔ ایسا زمین کو پھیلایا ہے۔ کہ تمہاری ضرورت کی ہر شے زمین کے اندر موجود ہے۔

تو بھئی اس بات کو یاد رکھو۔

کہ سورج کا کمال۔ چاند کا کمال۔ زمین کا کمال۔ آسمان کا کمال۔

ان کا روٹین (Routine) میں رہنا۔ ان کا نظام کے تحت رہنا۔ ان کا ایک لمحہ کا فرق نہ کرنا۔ بتلاتا یہ ہے کہ خدا یہ نہیں ہیں۔ کوئی باکمال ہے جو ان کا خالق ہے۔ صلوات۔

بھئی! کیا باکمال ہے! کیسا کمال ہے۔ جس نے انہیں خلق کیا۔ بھئی! رکے رہنا۔

اس لیے کہ بہت دور لے جاؤں گا۔ اگر تم نے سورج کو دیکھ لیا۔ چاند دیکھ لیا۔ زمین پر نگاہ کی، تدبر کی نگاہ کی۔ آسمانوں میں غور وفکر سے تم نے کام لیا۔ روز وشب کے آنے جانے پر تم نے غور وفکر سے کام لیا۔ تو تم خدا تک پہنچ جاؤ گے۔

ایسا! صاحب کمال خدا! جس نے ایسے کمال والے سیارے بنا دیئے! ایسا کمال والا سورج بنا دیا! ایسا کمال والا چاند بنا لیا! یعنی جب مخلوقات میں اتنے کمال ہیں۔ تو خالق کتنا باکمال ہوگا!

اگر یہ بات واضح ہوگئی۔ تو اب میرا یہ جملہ سنتے جاؤ! اور اس جملہ کو قیامت تک یاد رکھنا۔ کیسا باکمال خالق! جس نے ایسے باکمال مخلوقات بنائے۔ سورج بنا دیا! اب قیامت تک روشن رہے گا۔

خدا کے کمال کو دیکھا اگر کمال سمجھ میں آ گیا۔ تو میں یہیں سے آگے بڑھ جاؤں گا۔ سورج بنا دیا! اب وہ قیامت تک تابندہ رہے گا، چاند بنا دیا! قیامت تک روشنی دیتا رہے گا۔ زمین بنا دی! اب قیامت تک تمہاری جائے سکونت رہے گی۔ قیامت تک بیل بوٹے اور غلہ دیتی رہے گی۔ آسمان بنا دیا! قیامت تک باقی رہے گا۔ سمندر بنا دیئے! قیامت تک کشتیاں چلتی رہیں گے۔ ہوائیں چلا دی قیامت تک ہوائیں چلتی رہے گی۔ بادل بنائے قیامت تک پانی برساتے رہیں گے۔

ایسا باکمال ہے! کہ جس چیز کو بھی بنایا۔ وہ چیز قیامت تک باقی رہے گی۔ بھئی بہت توجہ رہے۔ سورج قیامت تک رہے گا۔ چاند قیامت تک رہے گا۔ زمین قیامت تک رہے گی۔ آسمان قیامت تک رہے گا۔ تو اب یہ چیزیں جن باکمالوں کے لیے بنی ہیں۔ کیا وہ قیامت تک نہیں ہوں گے۔ صلوات۔

کیا! کیا عجیب مرحلہ فکر ہے! جن کے لیے سورج بنا۔ جن کے لیے چاند بنا۔ جن کے لیے زمین بنی۔ جن کے لیے آسمان بنا۔ کیا! یہ باکمال! قیامت تک نہیں رہیں گے۔ اب میں کہاں؟ کہاں؟ فضائل سے دامن بچاؤں۔ دیکھ رہے ہونا۔ اب ذرا سننا۔ ان باکمالوں کے سلسلے میں ایک جملہ سنتے جاؤ۔ اب ذرا مرحلہ فکر۔ ذرا سا آگے بڑھ رہا

ہے۔ سنو اور میری بات کو یاد رکھنا۔ ان ہی باکمال کے حوالے سے۔

انجیل اور ہے۔ سیرت عیسیٰؑ اور ہے۔ بہت عجیب مرحلہ ہے۔ بڑا عجیب مرحلہ ہے کہ جہاں میں آپ کو لے کر آ گیا ہوں۔ انجیل اور ہے سیرت عیسیٰؑ اور ہے۔ توریت اور ہے سیرت موسیٰؑ اور۔ میں آپ کو کیا کیا بتلاؤں؟ لیکن یہ بات سنتے جائیں۔ دیکھیں! حضرت عیسیٰؑ کی زمینی زندگی کل ۳۳ برس۔ عیسیٰ ؑ زمین پر رہے کتنے سال۔ تینتیس برس۔ تو ۳۳ برس کی (Life History) ہوئی نا۔

کل تین برس کی زندگی ہے حضرت عیسیٰؑ کی انجیل میں۔ تو پوری سیرت عیسیٰ ؑ کی تو انجیل میں ہے ہی نہیں اور سنو جاؤ۔ دیکھو نہیں ملے تو میرا گریبان تھام لینا۔ انجیل میں...... نعوذباللہ حضرت عیسیٰؑ نے ایک طوائف سے اپنے سر میں تیل لگوایا۔ انجیل میں یہ جملہ لکھا ہوا ہے۔ تو اب ظاہر ہے کہ کوئی نبی خلاف عصمت کوئی کام نہیں کر سکتا......

خلاف عصمت کوئی نبی...... خلاف شان انسانیت کوئی کام نہیں کر سکتا۔ عصمت تو بہت بڑی شے ہے۔ نبی معصوم ہوتا ہے۔ نبی خلاف شان انسانیت کوئی کام نہیں کر سکتا۔ سن لیا تم نے۔ تو اب یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی طوائف سے تیل لگوایا۔ نبی اولوالعزم۔ صاحب انجیل۔ صاحب شریعت سے ممکن نہیں۔ لیکن انجیل میں ہے۔ انجیل الگ۔ سیرت عیسیٰ الگ۔ دیکھ لیا تم نے! انجیل الگ سیرت عیسیٰؑ الگ۔

کتنے واقعات سناؤں۔ میرے پاس بہت زیادہ وقت نہیں ہے۔ توریت الگ سیرت موسیٰ ؑ الگ۔ یعنی میں یہ نہیں کہنا چاہ رہا ہوں۔ کہ موسیٰ ؑ پر جو توریت نازل ہوئی۔ موسیٰ ؑ نے اس پر عمل نہیں کیا۔ نہیں! توریت اتنی بگڑ گئی۔۔۔ اتنی بگڑ گئی۔۔۔ کہ موسیٰؑ کے کردار کو مسخ کر کے رکھ دیا۔۔۔ سمجھ رہے ہو نا! اچھا اب ذرا لیبرل (Liberal) ہو جاؤں ذرا اور روشن خیال اور آزاد خیال ہو جاؤ۔ دیکھنا! سننا! میری بات کو۔ میری بات سننا!

توریت الگ ہے اور سیرت موسیٰ ؑ الگ۔ انجیل الگ اور سیرت عیسیٰؑ الگ۔ ذرا میں آزاد خیال بنانا چاہ رہا ہوں۔ رام چندر جی کا کیریکٹر الگ اور وید الگ۔ کرشن جی کا کردار الگ اور گیتا الگ۔ بھئی میں! میں تو بہت نازک مرحلہ پہ لے آیا ہوں۔ آرام سے

سنتا! کہ کہنا کیا چاہ رہا ہوں۔ اور اگر یہ بات کہہ سکا تو یہیں سے مجھے آگے بڑھنا ہے۔ انجیل میں! تحریف ہوئی۔ وہ انجیل نہیں باقی رہی۔ جو اللہ نے عیسیٰؑ پہ نازل کی تھی۔

ٹھیک! اچھا چلو۔ سیرت عیسیٰؑ کو دیکھ لیں تو سیرت عیسیٰؑ میں تحریف ہوگئی۔ دیکھو انجیل میں الگ تحریف ہوئی عیسیٰ کے کردار میں الگ تحریف ہوئی اچھا توریت تو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی آج وہ بھی اصلی حالت میں محفوظ نہیں ہے، تو توریت تو تحریف کر دی گئی۔ اچھا! الگ سے سیرت موسیٰؑ مل جاتی لیکن اس میں بھی۔ تحریف کر دی گئی۔ چلو! میں نے کہا تھا کہ میں آزاد خیال بنانا چاہ رہا ہوں۔

وید ہندوؤں کی مقدس مذہبی کتاب اور گیتا ہندوؤں کی مذہبی اور مقدس الہامی کتاب۔ چلو تحریف ہوگئی ان کے اندر۔ تو کرشن جی کا کردار اور رام چندر کا کردار محفوظ ہوتا۔ اس میں بھی تحریف ہوگئی تو پتا چلا کہ کتاب میں بھی تحریف ہوئی اور صاحب کتاب کی سیرت میں بھی تحریف ہوئی۔ بھئی بہت توجہ رہے۔ بہت دور لے جا رہا ہوں میں تمہیں۔

یعنی کتاب میں بھی تحریف ہوئی اور صاحب کتاب میں بھی تحریف ہوئی۔ اب میں کہنا چاہ رہا ہوں کہ پروردگار! یہ تیری آخری کتاب ہے، اس کا نام ہے قرآن۔ اور یہ تیرا آخری نبیؐ ہے جس کے کردار کا نام ہے سیرت النبیؐ۔ پہنچ گئے پہنچ گئے۔

پروردگار! پروردگار! سیرتوں میں بھی تحریف ہوتی رہی اور کتابوں میں بھی تحریف ہوتی رہی۔ اور ہر تحریف کے بعد تو نے دوسری کتاب بھیجی اور دوسری سیرت بھیجی۔ توریت بدل دی تو انجیل بھیج دی۔ انجیل بدل دی تو قرآن بھیج دیا۔ تم نے کردار موسیٰؑ کو بدل دیا۔ عیسیٰؑ کو بھیج دیا۔ تم نے کردار عیسیٰؑ کو بدل دیا۔ محمدؐ کو بھیج دیا۔ لیکن پروردگار یہ تو آخری کتاب ہے کہ جس کا نام ہے قرآن۔ اور یہ آخری سیرت ہے کہ جس کا نام ہے سیرت النبیؐ۔ اگر یہ دونوں بدل جائیں اگر یہ دونوں بدل جائیں۔ تو تیرا دین قیامت تک کیسے جائے گا؟ صلواۃ۔

بھئی بہت توجہ رکھیں۔ بڑا باہوش اور پڑھا لکھا مجمع ہے۔ میرے سامنے۔ اور اس کے سامنے بین الاقوامی پرابلم کو رکھنا چاہ رہا ہوں۔ کرشن جی۔ رام چندر جی۔ کروڑوں

افراد کے اوتاروں میں ہیں۔ جھوٹی عزت تو نہیں ہے۔ کردار بدل گیا۔ سیرت بدل گئی اور جو کچھ محفوظ ہے۔ گیتا کے قصوں کے علاوہ ان کرداروں میں کچھ بھی نہیں رکھا۔ ۔ ار بدل گیا اچھا تو کتاب! کتاب بھی بدل گئی آخری کتاب ہے قرآن اور آخری نبیؐ ہے۔ اس کی سیرت کا نام ہے سیرت النبیؐ کہا پرواہ نہ کرو۔

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۔ (سورۃ حجر۔۹)

ترجمہ: "ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے" تو مالک طے ہو گیا۔ کہ قرآن تو بچا لے گا اب محمدؐ کی سیرت کا کیا ہوگا؟ پہنچ رہی ہے نا بات۔ صلوات۔

تو کوئی حفاظت کا بندوبست کیا ہے؟ کہا مت گھبراؤ۔ یہ میرا کام ہے۔ ایک محمدؐ بھیجوں گا سیرت بنانے کے لیے۔ اور بارہؑ محمدؐ بھیجوں گا سیرت بچانے کے لیے۔ تو جب تک قیامت نہ آ جائے محمدوںؐ کا سلسلہ رکے گا نہیں۔ بہت توجہ رہے۔۔۔ بہت توجہ رہے۔۔۔ یہ بچانے والے۔۔۔ ذہن میں ہیں نا! یہ سیرت بچانے والے۔۔۔ ذہن میں ہیں نا۔ بھئی اب میں کیا کروں؟ یہ میری مجبوری ہے۔ اس لیے کہ جب پروردگار سے جبرئیل نے پوچھا؟ کہ پروردگار یہ ہیں کون؟ متصل ہو گئی۔ کل کی گفتگو اس مقام پر متصل ہو گئی۔

"یَارَبِّ وَمَنْ تَحْتَ الْكِسَاءِ" مالک یہ ہیں کون؟ کیا کہا تھا؟ سب کو یاد ہوگا۔ کیا کہا تھا؟ "هُمْ اَهْلُبَيْتِ النُّبُوَّةِ۔" یہ نبوت کے اہل بیت ہیں۔ یہ کون ہیں جو چادر کے نیچے ہیں۔ کون ہیں؟ اہل بیت کس کے۔ نبوت کے۔ نبی کے اہل بیت نہیں ہیں بلکہ نبوت کے اہل بیت ہیں۔ اس لیے کے کچھ مسلمان ایسے بھی ہوں گے۔ جو محمدؐ رسول اللہ کہتے ہوئے بھی اس بات کے قائل ہو جائیں گے کہ نبی مر گیا۔ تو میں ان سے کہہ رہا ہوں۔ نبی مر گیا تو نبوت زندہ ہے یا نہیں۔ صلوات۔ (نعرہ حیدری)

ٹھیک ہے نا! پہنچ رہی ہے نا بات! اب رکے رہنا۔ آج تھوڑی سی گفتگو پھر ہو جائے۔ تو ایک محمدؐ بھیجوں گا سیرت بنانے کے لیے۔ اور بارہ محمدؐ بھیجوں گا سیرت

بچانے کے لیے۔ ٹھیک ہے نا! اب تم پوچھو گے کہ یہ بارہ محمد کہاں سے کر دیئے۔ جو سیرت بچائیں گے۔ بارہ آدمی اور محمدؐ جیسے۔ اور تم نے کہاں سے کہہ دیا۔ تو اب میں اس روایت کو نہیں پڑھوں گا۔

"اَوَّلُنَا مُحَمَّد وَاَوْسَطُنَا مُحَمَّد" اسے اس لیے نہیں پڑھوں گا کہ یہ میرے گھر کی روایت ہے۔ اب میں وہ چیز پڑھوں گا جو تمہارے گھر میں ہے۔ یہ میرے گھر کی روایت ہے تم تو نہیں مانو گے۔ لیکن تمہارے گھر کی جو روایت ہے تمہارے گھر میں ہے۔ جو خدا کے گھر میں ہے۔ اب سنو! اور سن کر اس بات کو یاد رکھنا۔ اہل بیت کا ترجمہ کیا ہے گھر والے۔ یہی ہے نا! ترجمہ اہل بیت کے معنی گھر والے۔ تو اب ذرا مجھ سے سنتے جاؤ۔ کہ گھر والے کسے کہتے ہیں۔ پھر میں بتاؤں گا کہ یہ (۱۲) محمد کہاں سے آ گئے اور محمدؐ رسول اللہ کے گھر میں یہ کون لوگ ہیں؟ ان کی حیثیت کیا ہے؟

دیکھو سننا اور اس بات کو یاد رکھنا۔ اہل بیت کا ترجمہ گھر والے۔ اب تک تم نے یہی سنا ہوگا۔ دیکھو سورہ نحل قرآن مجید کا سولہواں سورہ ہے اس سورہ کی ایک آیت ۸۰ کو ہدیہ کر رہا ہوں تمہیں۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝

سنو" اللہ نے جو نعمتیں نازل کی ہیں۔ ان نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ ہے کہ تمہیں گھر بنانا سکھایا۔ اور پھر ایک نعمت یہ ہے کہ گھروں میں رہنا سکھایا۔ گھروں میں جائے سکونت بنایا۔

"مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا" اور اللہ نے تمہیں یہ ترکیب بتلائی کہ تم اونٹ کی کھال سے تم اپنے لیے بیت بناؤ۔

"تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ۔" خیمہ بناؤ اونٹ کی کھال سے، بیت بناؤ اونٹ کے بالوں سے جو خیمہ بنایا جاتا ہے۔ قرآن نے کہا۔ کہ یہ بیت بنانا ہم نے سکھایا۔

یہ اتنا ہلکا بیت ہے۔ بالوں کا خیمہ کہ جب چاہو سمیٹ کر اونٹ کے پیٹھ پر رکھ دو۔ جب چاہو اتار کر بیت بنا لو۔ ٹھیک ہے نا! اور ہم نے تمہارے لیے متاع رکھی ہے۔ ایک مخصوص مدت کے لیے۔ تو بالوں کا خیمہ بیت۔ اور اب ایک اور آیت پڑھوں۔ بیت کے سلسلے کی۔ وَاِنَّ اَوْھَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْکَبُوْتِ (سورہ عنکبوت۔ ۴۱)

دنیا میں سب سے کمزور گھر مکڑی کا گھر ہے۔ بڑا پڑھا لکھا مجمع میرے سامنے ہے۔

میں نے گھر ترجمہ کر دیا کہ دنیا کے سارے بیتوں میں سے سب سے کمزور گھر بیت (گھر) مکڑی کا ہے۔ یہ کتنا کمزور ہے کہ بچہ اگر انگلی مار دے تو مکڑی کا گھر ٹوٹ جائے گا۔

جالے کو سمجھ گئے نہ! رکے رہنا اس لیے کہ اس مرحلے پر روک کر کچھ کہنا چا رہا ہوں۔ یہ کتنا کمزور ہے کہ بچہ اگر انگلی سے جالے کو چھیڑ دے۔ تو مکڑی کا جالا ٹوٹ جائے۔ اچھا تم بڑے ہو نا۔ ذرا پھونک مار دو۔ ہوا سے وہ مکڑی کا بیت اڑ جائے گا۔ کتنا کمزور ہے۔ تو خدا سے ہٹ کے ہر چیز اتنی ہی کمزور ہوتی ہے۔ تزکیہ نفس، فجور، تقویٰ پر گفتگو شروع ہوگی۔ لیکن خدا کو سمجھتے جاؤ تاکہ میں تزکیہ نفس کی منزل سے گفتگو کو کل سے آغاز کروں۔

لیکن یہاں بات تو رک جائے نا۔ خدا سے ہٹ کے پوری دنیا اتنی کمزور ہے جیسے مکڑی کا جالا بچہ انگلی مارے جالا ٹوٹ جائے۔ تم پھونک مارو وہ جالا۔ پورا گھر مکڑی کا وہ اڑ جائے۔ کبھی خیال آیا کتنا کمزور ہے۔ پھونک مارو گے اڑ جائے گا۔ ہے نا۔ لیکن کمال کی بات ہے یہی جالا ایک دن غار ثور پر اتنا مضبوط ہوگیا کہ بھئی! کچھ سمجھ میں آیا۔ کہ خدا سے ہٹ کر ہر شے مکڑی کے جالے جیسی۔ اور اگر خدا چاہے تو وہی مکڑی کا جالا سپر بن جائے محمدؐ کے لیے۔

پہنچ رہی ہے نا بات۔ اچھا اب مکڑی کا جالا بیت ہے قرآن نے کہا۔ میں نے نہیں کہا، مکڑی کا جالہ بیت۔ اونٹ کے بالوں کا خیمہ بیت، بیت کے معنی کچھ محفوظ

ہو گئے۔ یہ شامیانے جو تمہارے سروں پر تنے ہیں۔ کیا ہے؟ بیت۔ میں نے دو آیتیں پیش کی ہیں۔ میرے پاس آیتوں کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ کہ میں بیت کو (Establish) کرسکوں۔ تو بیت کیا ہے؟ بالوں کا خیمہ۔ بیت، مکڑی کا جالہ۔ بیت، یہ شامیانہ بیت۔ اب بیت کے مفہوم جانتے ہو؟ ہر وہ چیز جو انسان کو اپنے اندر سمالے۔ اس کا نام بیت ہے۔

بھئی بہت توجہ رہے۔ بہت توجہ۔ ہر وہ چیز جس کے نیچے انسان آ جائے اس کا نام ہے بیت۔ بات واضح ہوگئی نا! اب میرا نبی آیا۔۔۔ نبی سے چادر مانگی۔۔۔ اس کے نیچے گیا۔ حسنؑ آیا چادر کے۔ نیچے گیا حسینؑ آیا چادر کے نیچے گیا۔ علیؑ آیا چادر کے نیچے گیا۔ شہزادی چادر کے نیچے گئی تھی۔ بھئی توجہ رہے! توجہ رہے! بھئی کیا وہ چیز؟ جو چادر کے اندر بیان ہوئی ہے کیا وہ چادر کے باہر بیان ہو سکتی تھی؟ نہیں ہو سکتی تھی نا۔ لیکن بیت بنانا تھا۔ تاکہ اہل بیت سمجھ میں آ جائیں۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝ وَالنَّهَارِ
اِذَا جَلّٰهَا ۝ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۝ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝
وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝

پہنچ رہی ہے نا بات! دیکھو آج ذرا مجھ سے سنتے جاؤ۔ آہستہ آہستہ سنتے جاؤ۔ اس لیے کہ میں نے عرض کیا تھا۔ "تہذیب نفس اور تہذیب حاضر" ذرا یہ آیت تو پڑھو۔

پھر یہ واضح ہو جائے تو میں "وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝" تک پہنچوں گا۔

میں چاہ رہا ہوں! کہ گفتگو کو اس مقام پہ روک لوں۔ تو اے چادر سیدہ میں آنے والو! اللہ تمہاری طہارت کا اعلان کرتا ہے۔ اچھا اگر یہ مجمع بہت پڑھا لکھا نہ ہوتا۔ تو میں یہ جملہ نہ کہتا۔ جو کہنے جا رہا ہوں تو کیا کہا! کہ اے اہل بیت اللہ تم سب کی طہارت کا اعلان کرتا ہے۔

"وَيُطَهِّرَكُمْ"۔ اللہ تم سب کو برابر کا طاہر بناتا ہے۔

"يُطَهِّرَ"۔ جو حق "تَطْهِيرًا" بنانے کا ہے۔

بھئی بہت نازک مرحلہ ہے اور آج تک جو تم سنتے آ رہے ہو نا۔ اسے ذرا سا میں

تبدیل کر رہا ہوں۔ اور اس کو تبدیل کرنے کے لیے مجھے ذرا سی مہلت چاہیئے۔ آج تک سنتے آئے ہیں کہ علیؑ رسولؐ کے اہل بیت میں ہیں۔ سیدہ رسولؐ کے اہل بیت میں ہیں۔ حسنؑ رسولؐ کے اہل بیت میں ہیں اور حسینؑ رسولؐ کے اہل بیت میں ہیں۔ ٹھیک ہے نا! اہل بیت کس کے، رسولؐ کے اور خود رسول تو اہل بیت میں نہیں ہے نا!

خود رسولؐ! اب میں کیا کروں؟ کیا کہا ہے آیت میں؟

اے چادر سیدہؑ والو! اور ان کے لیے عربی میں لفظ استعمال کیا ہے "اھل بیت" اے اہل بیت! پھر سے سنیں۔ اہل بیت کا ترجمہ کیا ہے؟ چادر سیدہؑ والو! اے اہل بیت! اللہ تمہیں برابر کی طہارت دے رہا ہے۔ اس چادر میں ہیں کون؟ محمدؐ ہیں۔ علیؑ ہیں۔ فاطمہؑ ہیں۔ حسنؑ ہیں اور حسینؑ ہیں۔ جیسی طہارت محمدؐ کی ویسی طہارت علیؑ کی۔ جیسی علیؑ کی ویسی فاطمہؑ کی۔ جیسی فاطمہؑ کی ویسی حسنؑ کی طہارت۔ جیسی طہارت حسنؑ کی ویسی طہارت حسینؑ کی۔ (نعرہ حیدری)

"اِنِّیْ مَاخَلَقْتُ سَمَآءً مَّبْنِیَّةً" نہیں واپس چلو۔ ذرا واپس پیچھے کی طرف۔ اس حدیث کے ابتدائی جملہ کی طرف واپس چلو۔ یاد ہے نا میرا بیٹا حسنؑ آیا۔ اس نے اپنے نانا کو سلام کیا۔ اب میں کیسے آپ کو سمجھاؤں۔ سلام یاد ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا جَدَّاہُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِؐ ہے یا نہیں اور رسول کا جواب سلام یاد ہے۔

وَعَلَیْکَ السَّلَامُ یَا وَلَدِیْ وَ یَا صَاحِبَ حَوْضِیْ۔

میرا بیٹا حسینؑ آیا رسول کو سلام کیا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا جَدَّاہُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِؐ جواب سلام۔ "وَعَلَیْکَ السَّلَامُ یَا وَلَدِیْ وَ یَاشَافِعَ اُمَّتِیْ" دیکھو کمال کا اینگل (Angle) ہے جو آپ لوگوں کو ہدیہ کر رہا ہوں۔

کہنے لگے کہ بھئی ٹھیک ہے۔ دیکھو بھئی آیت کا انکار تو ممکن نہیں۔ آیت آ گئی۔ چادر میں جو لوگ ہیں۔ سب کو معلوم ہے کہ کون ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ واقعہ گھر کے اندر کا ہے۔

تو وہ محترم اور معزز خواتین ہیں۔ جو امہات المومنین کہلاتیں ہیں تو وہ اس واقعہ کی

گواہ ہیں۔ تو ان کا انکار ممکن نہیں ہے۔ کہنے لگے کہ ٹھیک ہے۔ کہ "تطہیر" کی آیت آئی تھی۔ لیکن اگر اللہ ہمارے لیے اتار دیتا تو ہم بھی طاہر ہو جاتے۔ دیکھو! باز نہیں آتا۔ انکار کر کے چلا تھا سجدہ آدم سے کہ گمراہ کروں گا آج تک باز نہیں آیا۔

دیکھو میرے سامنے پڑھے لکھے لوگ موجود ہیں۔ ان تک یہ (Message) پہنچانا چاہ رہا ہوں۔ اور اگر پہنچ گیا تو میری آج کی محنت سوارت ہو جائے گی۔ کیا کہنے لگے کہ ان کے لیے آیت آ گئی تھی پاک ہو گئے اگر ہمارے لیے آجاتی ہم بھی پاک ہو جاتے۔ تو کون سے سرخاب کے پر لگ گئے کہ ہم پر نہیں آئی۔ ان پر آئی اب دیکھنا یہ ہے کہ طہارت کا واقعہ آیت تطہیر کے آنے کے بعد آئی ہے۔ یا طہارت پہلے سے تھی۔ اگر میں یہ واضح کر سکا تو میری محنت سوارت ہو جائے گی۔

پوری امت سے رسول کا رشتہ اکہرا رشتہ ہے۔ یا رسولؐ اللہ۔ اور چادر والوں سے دوکیلا۔ دو رشتے۔ کسی کے باپ ہیں تو کسی کے بھائی ہیں تو کسی کے نانا ہیں۔ پہلے نانا ہیں پھر رسولؐ اللہ۔ پہلے بھائی پھر رسولؐ اللہ۔ پہلے باپ پھر رسولؐ اللہ۔ تو ساری امت سے رسولؐ کا اکہرا رشتہ رسالت کا۔ اور چادر والوں سے دوہرا رشتہ۔ کسی کے بھائی کسی کے نانا کسی کے باپ اور بعد میں رسولؐ اللہ ٹھیک۔

اب رسولؐ نے جواب دیا۔ ابھی آیت تو نہیں آئی۔ لوگ جمع ہو رہے ہیں۔ کیا کہا؟۔ تجھ پر سلام ہو میرے بیٹے حسنؑ۔ اور تو "صاحب حوض" ہے۔ سلام ہو میرے بیٹے حسینؑ تو "شافع امت" ہے۔

علیؑ آئے وَعَلَیْکَ السَّلَامُ یَا اَخِیْ وَیَا وَصِیِّیْ وَخَلِیْفَتِیْ۔ سلام ہو اے میرے بھائی اور میرے وصی اور میرے نائب۔

"وَعَلَیْکَ السَّلَامُ یَابِنْتِیْ وَ یَابَضْعَتِیْ" سلام ہو تجھ پر اے میری بیٹی اور اے میری پارۂ جگر۔ سنتے ہو نا حدیث کسا! رکے رہنا۔۔۔

"بَضْعَتِیْ" کا ترجمہ کیا ہے؟ پارۂ جگر۔ یہی لکھا ہے۔ حدیث کسا کی مترجم کتابیں جو آج کل مل رہی ہیں ان میں یہی لفظ ہے "بَضْعَتِیْ" اے میری پارہ جگر۔

اس میں کوئی لفظ نہیں ہے۔ بضعہ کے معنی ہے ٹکڑا۔ بضعہ کے معنی پارہ بھی۔
جگر کا لفظ نہیں ہیں۔ بضعتی تو میرا پارۂ ہے، تو میرا جگر ہے، تو میرا ٹکڑا ہے۔ اب اگر محمدؐ بدن ہیں۔ تو فاطمہؑ پارۂ بدن ہیں۔ اور اگر محمدؐ رسول ہیں۔ تو فاطمہؑ پارۂ رسالت ہیں۔ نعرہ حیدری۔ صلوات۔

عجیب رخ ہے! آج فضائل کے مرحلہ کو مکمل کرنا ہے۔ تا کہ "تہذیب نفس اور تہذیب حاضر" پر گفتگو ہو سکے ذرا رُک جاؤ۔ رُک جاؤ! ابھی آیت نہیں آئی حسنؑ تو "صاحب حوض" ہیں۔ حسینؑ تو "شافع امت" ہیں۔ علیؑ تو صاحب "لِوَاءِ الحمد" ساقی کوثر قسیم نار و جنۃ ہیں۔ فاطمہؑ تو "پارہ رسالت" ہیں۔ تو آیت کے آنے سے پہلے حسنؑ "صاحب حوض"۔ حسینؑ "شافع امت"۔ علیؑ "صاحب لِوَاءِ الحمد"۔ فاطمہؑ "پارہ رسالت"۔ تو آیہ تطہیر کے آنے سے یہ طاہر نہیں ہوئے۔ چوں کہ طاہر تھے اس لیے آیہ تطہیر آ گئی صلوات۔

پہنچ گئی بات! ذرا رُکے رہنا۔ کبھی اس طریقے سے بھی سنو! کہ فضائل کے رُخ۔ کیا ہیں؟۔ اچھا سب جمع ہو گئے نا۔ جب چادر میں جمع کر لیا نا۔ چادر کے کونوں کو دبایا۔ پھر میرے رسولؐ نے دعا کی۔ تو اس وقت کے جملے ہیں جب رسولؐ نے دعا کی تو اس وقت کے جملے ہیں۔ اِعْلَمُوْا یَا مَلٰئِکَتِیْ وَیَا سُکَّانَ سَمَاوَاتِیْ. میں ان جملوں پر رُکنا نہیں چاہتا۔

میں نے پوری کائنات کو ان پانچ کے لیے بنایا ہے۔ بڑا اہم مرحلہ فکر ہے۔ اپنے سارے سننے والوں کی ذوق سماعت کو! ایک جملہ ہدیہ کر رہا ہوں۔ پروردگار یہ ہیں کون؟۔ کہا یہ اہل بیت "نبوۃ و معدن الرسالۃ" ہیں هُمْ اَهْلُ بَیْتِ النُّبُوَّةِ وَمَعْدِنِ الرِّسَالَةِ هُمْ فَاطِمَةُ وَاَبُوْهَا وَبَعْلُهَا وَبَنُوْهَا ایک نام باقی رشتے۔ ذرا رخ تو دیکھو ایک نام باقی رشتے ہیں۔ فاطمہؑ ہے اس کا باپ ہے۔ اس کا شوہر ہے اور اس کے بیٹے۔ دگئی نا بات۔ بہت توجہ رہے۔

جبرئیلؑ نے کہا کہ پروردگار! مجھے اجازت دے۔ کہ میں جاؤں۔ خدا کی قسم! تم

سے سوال کر رہا ہوں۔ کہ تمہیں یہ جملہ جبرئیلؑ کا یاد ہے نا۔ کہ جب اللہ نے کہا کہ یہ فاطمہؑ ہے، یہ اس کا باپ ہے، یہ اس کا شوہر ہے اور یہ اس کے بیٹے ہیں۔ تو جبرئیلؑ نے کہا پروردگار! مجھے اجازت دے۔ کہ میں بھی چلا جاؤں۔ چادر میں پانچواں نہیں چھٹا بن کر۔ کل میں اس کو کوٹ (Coat) کر چکا ہوں کہ پانچ الگ ہیں۔ چھٹا بن کر چادر میں چلا جا۔

اجازت دیتا ہے۔ کہا ہم نے تمہیں اجازت دی۔ ٹھیک! اب رُکے رہنا! آیت لے کر آ رہے ہیں جبرئیلؑ۔ کہا یہ نماز کی آیت لے جاؤ، یہ حج کی آیت لے جاؤ، یہ روزہ کی آیت لے جاؤ، یہ زکوۃ کی آیت لے جاؤ، کام ہی جبرئیلؑ کا آیتیں لانا ہے۔ ٹھیک ہے نا۔

لیکن کبھی کسی حکم کے لیے جبرئیلؑ نے یہ نہیں کہا۔ پروردگار لے جاؤں۔ پروردگار لے جاؤں۔ نماز کی آیت، حج کی آیت، روزہ کی آیت لے جاؤں لیکن جب تطہیر کی آیت آئی۔ تو جبرئیلؑ نے کہا مالک لے جاؤں۔ تم تو ہمیشہ سے آیت لے جاتے رہے ہو۔ جبرئیلؑ یہ اس وقت سوال کیوں پیدا ہوا؟ کہا بھئی میں تو ہوں آیت لے جانے والا۔ لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ آیت میری شان سے اتنی زیادہ بڑی ہو۔ کہ اللہ کوئی اور فرشتہ خلق کر دے اس آیت کے لیے صلوات۔

سن رہے ہیں نا! یہ مسائل سمجھ میں آ رہے ہیں۔ لے جاؤں پروردگار! لے جاؤ! لے جاؤ جبرئیلؑ۔ یعنی آج اگر جبرئیلؑ نہ کہتے کہ مالک میں جاؤں؟ آیت لے کر۔ تو تیور بتلا رہے ہیں۔ کہ آیت خود مچل رہی کہ میں بغیر فرشتہ کے چلی جاؤں۔ آیت مچل رہی ہے۔ یعنی آیت کو تمنا ہے کہ جس کی فضیلت ہے اس تک پہنچ جائے۔ آیت کو تمنا ہے کہ جس کے لیے مجھے بنایا ہے۔ اس تک میں پہنچ جاؤں۔

جاؤ جبرئیلؑ لے جاؤ اس آیت کو لے جاؤ۔ آئے جبرئیلؑ۔ اب سچویشن (Situation) دیکھیں! اور ہر وہ محترم سننے والا۔ جو حدیث کسا پڑھنے کا عادی ہے۔ اس کے ذہن و دل و دماغ کو اپیل کر رہا ہوں۔ کہ اگر میں غلط پڑھ رہا ہوں تو ابھی ٹوک دیجیے

گا اور اگر صحیح ہے۔ تو اسے تسلیم کرلیں۔ جبرئیلؑ آئے اور آنے کے بعد کہنے لگے کہ

وَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
اَلْعَلِيُّ الْاَعْلٰى يَقْرَئُكَ السَّلَامَ وَ يَخُصُّكَ
بِالتَّحِيَّةِ وَ الْاِكْرَامِ وَيَقُوْلُ لَكَ وَعِزَّتِيْ
وَجَلَالِيْ اِنِّيْ مَاخَلَقْتُ سَمَآءً مَّبْنِيَّةً وَ لَا
اَرْضًا مَّدْحِيَّةً وَّلَا قَمَرًا مُّنِيْرًا وَّلَا شَمْسًا
مُّضِيْئَةً وَّلَا فَلَكًا يَّدُوْرُ وَلَا بَحْرًا يَّجْرِيْ
وَلَا فُلْكًا يَّسْرِيْ اِلَّا لِاَجْلِكُمْ وَمَحَبَّتِكُمْ

اللہ کے رسول! اللہ نے آپ کو سلام بھیجا ہے۔ اللہ نے آپ کو تحیہ بھیجا ہے۔ اللہ نے آپ کو کرامت بھیجی ہے۔ اور یا رسول اللہ! اللہ نے کہا ہے۔ کہ میں نے پوری کائنات "لِاَجْلِكُمْ" آپ لوگوں کے لیے بنائی ہے۔ "وَمَحَبَّتِكُمْ" اور آپ کی محبت میں بنائی ہے۔ وَقْفَہ۔ توجہ رہے۔ پوری توجہ رہے۔

اللہ کے رسول! یہ پوری کائنات آپ لوگوں کی محبت میں اللہ نے بنائی۔ اللہ کے رسول! مجھے اجازت ہے۔ کہ میں چادر کے اندر آجاؤں؟ بھئی یہ سنانا تھا آپ لوگوں کو۔

کہ آپ دیکھیں! جبرئیلؑ کا منصب دیکھیں۔ معصوم فرشتہ ہے، سید الملائکہ ہے فرشتوں کا سردار کیا کہتا ہے۔ اللہ کے رسول کو بتایا کہ زمین بنائی آپ پانچ کے لیے، آسمان کو بنایا آپ پانچ کے لیے، پنجتن کے لیے ٹھیک۔ سورج چاند چمکائے آپ کے لیے، سمندر بنایا آپ کے لیے اور سمندر میں کشتیاں چلائی آپ لوگوں کے لیے۔

یہ کیا کہہ رہا ہے چادر کے باہر۔ اور اب کہتا ہے اللہ کے رسول۔ اجازت ہے کہ میں چادر میں۔ آجاؤں؟ جبرئیل تم تو اللہ سے اذن لے کر چلے ہو۔ اب یہ رسول سے اذن کی ضرورت کیا پڑگئی۔ کبھی غار حرا میں جب آیت لے کر آئے تھے۔ "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ۔" (سورۃ علق۔ ۱) تو غار حرا میں جب آیت لے کر آئے تھے تو غار کے آگے کھڑے ہوکر اجازت لی تھی؟ تم تو سرکاری کام سے آئے ہو؟ اجازت کی کیا

ضرورت ہے؟ کہا بھئی میں اجازت محمدؐ سے نہیں لے رہا۔ اس بی بی سے اجازت لے رہا ہوں کہ جس بی بی کی چادر میں اعلان طہارت ہونے والا ہے۔

سننا! اللہ کے رسول اجازت ہے۔ کہ میں چادر کے اندر آ جاؤں۔ اللہ کے رسول نے اجازت دی۔ ہاں جبرئیل! اجازت دی تمھیں۔ چادر کے اندر آؤ۔ اب جبرئیل چادر کے اندر داخل ہوگئے۔ اب کہنے لگے۔

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَوْحٰی اِلَیْکُمْ یَقُوْلُ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا۔

بھئی! سننا! میری بات کا یقین نہ کرنا! قَدْ اَوْحٰی اِلَیْکُمْ یَقُوْلُ۔ اللہ تم سب پر وحی نازل کر رہا ہے۔ نزول قرآن میں تنہا محمدؐ۔ نہیں! سارے محمدؐ نزول قرآن میں شریک ہیں۔ ''اَوْحٰی'' ۔ ''اَوْحٰی'' میں لفظ بدل دوں تا کہ نوجوانوں کے ذہن میں یہ جملہ راسخ ہو جائے۔

''اَوْحٰی اِلَیْکُمْ'' ۔ اللہ نے تم سب پر وحی کی۔ ٹھیک ہے۔ نزول اکیلے محمدؐ پر۔ وحی سارے محمدؐ پر۔ ٹھیک ہے نا! اچھا تو اب میں پوچھ رہا ہوں اپنے محترم مجمع سے۔ کہ بھئی! آیت کہاں سنائی۔ چادر کے اندر۔ وہ جو کہہ رہا تھا کہ سورج بنایا آپ سب کے لیے۔ چاند بنایا آپ سب کے لیے۔ زمین بنائی آپ سب کے لیے۔ آسمان بنایا آپ سب کے لیے یہ کہاں کہہ رہا تھا۔ چادر کے باہر۔ چادر کے باہر کھڑے ہو کر فرشتہ نے کہا کہ اللہ کے رسول یہ جو پانچ بیٹھے ہیں نا۔

یہ پوری کائنات اللہ نے بنائی آپ پانچ کے لیے۔ یہ کہاں کہا؟۔ چادر کے باہر اور چادر کے اندر کیا کہا۔ ''اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ'' آیت تطہیر پڑھی۔ یہی کہا گیا فرشتہ سے۔ اب میں ایک مشورہ دوں۔ مجھے معاف کر دینا۔ یہ یا دونوں باتیں چادر کے اندر کہتا یا دونوں باتیں چادر کے باہر کہتا۔ ساری کائنات بنائی تمہارے لیے۔ یہ تو کہہ رہا ہے چادر کے باہر۔ ہم آپ کی طہارت کا اعلان کرتے ہیں، یہ کہہ رہا ہے چادر کے اندر یا دونوں باتیں چادر کے باہر کہتا۔ نہیں فرق ہے۔ وہ فضائل ہیں۔ تو اب چاہے کوئی سنتا

چاہے۔ یا نا سننا چاہے۔ میں سنا کے رہوں گا۔ صلوات۔

پہنچ رہی ہے نا بات۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس واقعہ کو کون کون۔ دیکھ رہا تھا۔ لیکن دو محترم خواتین کے تذکرے حدیث کی کتابوں میں ہیں۔ حضرت عائشہؓ اس واقعہ کی راویہ ہیں۔ دیکھ رہی ہیں اس واقعہ کو۔ حضرت ام سلمیٰؓ ام المومنین ہیں۔ دونوں ام المومنین ہیں۔ اس واقعہ کو دیکھ رہی تھیں۔ ظاہر ہے گھر کا واقعہ ہے۔ تو کیا گھر کے اندر واقعہ ہوگا۔ تو کیا ازواج مطہرات نہیں دیکھ رہی ہوں گی۔

تو حضرت عائشہ نے بھی دیکھا۔ اور حضرت ام سلمیٰ نے بھی دیکھا تو وہ فضائل۔ کوئی سننا چاہے یا نہ سننا چاہے۔ میں سنا کے رہوں گا۔ اور یہ ہے آیہ تطہیر اگر باہر سنا دوں گا۔ تو غلط فہمی ہو جائے گی۔ کہ ہم بھی تطہیر میں داخل ہو گئے۔ نعرۂ حیدری

پھر صحیح۔ گفتگو کو روک رہا ہوں۔ پھر بھی صحیح۔ واقعہ مکمل ہوگا۔ علی نے پوچھا۔ یا رسول اللہ اس نشست کی فضیلت کیا ہے۔

وَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ نَبِیًّا وَّ اصْطَفَانِیْ بِالرِّسَالَةِ نَجِیًّا مَا ذُکِرَ خَبَرُنَا هٰذَا فِیْ مَحْفِلٍ مِّنْ مَّحَافِلِ اَهْلِ الْاَرْضِ وَفِیْهِ جَمْعٌ مِّنْ شِیْعَتِنَا وَمُحِبِّیْنَا وَفِیْهِمْ مَهْمُوْمٌ اِلَّا وَفَرَّجَ اللّٰهُ هَمَّهٗ وَلَا مَغْمُوْمٌ اِلَّا وَکَشَفَ اللّٰهُ غَمَّهٗ وَلَا طَالِبُ حَاجَةٍ اِلَّا وَقَضَی اللّٰهُ حَاجَتَهٗ

بھئی ہمارے فضائل کا کمال یہ ہے کہ اگر غم والا پڑھے تو غم دور ہو جائے۔ اگر محتاج پڑھے تو حاجت پوری ہو جائے۔ اگر پریشانی والا پڑھے۔ تو پریشانی دور ہو جائے۔ بھئی یہ گارنٹی کا زمانہ ہے۔ گارنٹی کارڈ کا زمانہ ہے۔

ریڈیو لینے جاؤ! گارنٹی کارڈ ملے گا۔ کہ دو سال کی مدت میں مرمت کر دیں گے۔ گارنٹی، گارنٹی یہ۔ مال اصلی ہے۔ اب حدیث کساء میں دو گارنٹیاں۔ اللہ کی گارنٹی! میرا مال اصلی ہے۔ اور آل محمد کی گارنٹی! کہ پریشان نہ ہونا فضائل سنتے رہنا۔ ہر پریشانیاں دور ہوتی رہیں گی۔ صلوات۔

بس میرے دوستو! میرے عزیزو! یہ خمسہ سمجھ میں آجائے۔ خمسہ! بھئی یہ کیا لفظ

ہے۔ پنجتن پاک کیا معنی ہیں؟۔ پنجتن۔ پنجتن پاک۔ پانچ وہ افراد جو مکمل طاہر ہیں۔ پانچ وہ افراد جو مکمل پاک ہیں۔ ترکیب تو فارسی ہے۔ پنجتن پاک! پنج۔ فارسی۔ تن۔ فارسی۔ پاک۔ فارسی۔ بھئی عربی میں تو نہیں ہے۔ تو یہ پنجتن پاک تم نے کہاں سے بنا لیئے۔ بنائے نہیں ہیں۔ یہ اسی کا ترجمہ ہے۔ "الا فی محبۃ ھو لاء الخمسۃ الذین ھم تحت الکساء" وہ خمسہ تطہیر والے۔ اس کا ترجمہ پنجتن پاک۔ صلوات۔

اور پنجتن کی آخری نشانی۔ حسینؑ ابن علیؑ۔ ایک! ایک جملہ سے آنا چاہ رہا ہوں میں مصائب کی طرف۔ پانچ تطہیر والے۔ اور ان پانچ تطہیر والوں کا پانچواں۔ حسینؑ ابن علیؑ۔ محرم کی دوسری تاریخ گزر رہی ہے۔ حسینؑ نے مدینہ کب چھوڑا۔ ۲۸ رجب کو دیکھو ۲۸ رجب کے بعد سے محرم کی دوسری تاریخ تک بہت طویل سفر ہے۔ لیکن میں چاہوں گا کہ دو جملے اپنے محترم سننے والوں کو ہدیہ کردوں۔ اور بات کو مکمل کروں!

حسینؑ! حسینؑ! ۲۸ رجب کو مدینہ چھوڑنے والے ہیں۔ مدینہ میں بنی ہاشم کی گنجان آبادی ہے۔ جب اعلان ہوگیا کہ حسینؑ ابن علی مدینہ چھوڑنے والے ہیں۔ تو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ آئے حسینؑ کے پاس، حضرت عبداللہ ابن جعفر طیار آئے حسینؑ کے پاس۔ محمد حنیفہ حضرت علیؑ کے بیٹے آئے حسینؑ کے پاس۔ یہ لوگ یکے بعد دیگرے آتے رہے اور کوشش کرتے رہے۔ کہ حسینؑ کو روک لیں اور جب حسینؑ نے کہا کہ ارادہ حتمی ہے۔ تو پھر خدا حافظ کہا گیا۔

آخر میں دو خواتین آئیں۔ اُمّ ہانیؓ۔ اُمّ سلمیٰؓ۔ اُمّ ہانی حضرت علیؑ کی سگی بہن اور حسینؑ کی سگی پھوپھی اور علیؑ کی سگی بہن ابو طالبؑ کی بیٹی آئیں۔ حسینؑ کی صورت دیکھی۔ پھوپھی جان نے حسینؑ کی صورت دیکھی۔ کہا بیٹے تجھے سفر مبارک ہو۔

بھئی سننا! بیٹے تجھے سفر مبارک ہو۔ لیکن بیٹے میں یہ چاہتی ہوں کہ تو سفر کو کچھ دنوں کے لیے ملتوی کردے۔ کہا پھوپھی اماں بات کیا ہے۔ کہا بیٹے سُن! پھوپھی کہہ رہی ہے۔ کہ ہم بنی ہاشم کے گھر میں ایک عجیب دستور ہے کہ جب بنی ہاشم پر کوئی مصیبت آنے والی ہوتی ہے۔ تو جنوں کی عورتیں جو نظر نہیں آتیں ان کے نوحہ اور ماتم کی آواز

آتی رہتی ہیں۔

اُمّ حانیؓ کہتی ہیں حسینؑ بیٹے سُن! جب تیرے نانا کا انتقال ہوا تھا۔ تو اس وقت بھی جنوں کی عورتوں کا نوحہ ہم نے سنا تھا۔ ان کے ماتم کی آواز ہم نے سنی تھی۔ جب تیری ماں اس دنیا سے گئی تو اس وقت بھی جنوں کی عورتیں بین کر رہی تھی۔ جب تیرا باپ اس دنیا سے گیا تو ہم نے کئی دنوں تک جنوں کی عورتوں کے گریہ و ماتم کی آوازیں سنی۔ جب تیرا بھائی اس دنیا سے سدھارا تو ہمارے گھروں سے جنوں کی عورتوں کے ماتم کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اور بیٹے اب میں کیا بتاؤں کہ تین دن ہو گئے ہیں۔ پوری رات نظر نہ آنے والی عورتیں ماتم کرتی رہتی ہیں۔ اور کہتی جاتی ہیں۔ واہ حسینا۔ واہ سیدہ۔ واہ سوئی۔

حسین ابن علیؑ نے ـــــ پھوپی کو تسلی دے کر رخصت کیا۔ اب اُمّ سلمٰیؓ آئیں رسولؐ کی زوجہ مطہر۔ انہوں نے حسینؑ کو گود میں پالا ہے۔ کہنے لگیں حسینؑ! سننا۔ دیکھیں محرم کی دوسری تاریخ گزر رہی ہے۔ بلکہ گزر گئی۔ لیکن ابھی میں محرم کی دوسری تاریخ تک نہیں پہنچا۔ بھئی یہ دو چار جملے سننا۔

حسینؑ! ایک دن تیرے نانا نے مجھ سے کہا اُمّ سلمٰی! کہ میں آرام کرنا چاہ رہا ہوں تم دروازے بند کر کے دروازے کے باہر۔ بیٹھ جاؤ۔ اور خبردار کوئی میرے پاس آنے نہ پائے۔ تمہارے نانا سو گئے دیکھیں۔

اُمّ سلمٰیؓ حسینؑ کو واقعہ سنا رہی ہیں تمہارے نانا سو گئے۔ میں نے دروازہ کو بند کیا۔ میں دروازے پر بیٹھ گئی۔ حسینؑ تو بڑا چھوٹا تھا۔ تو آیا، تو نے اندر جانا چاہا تو میں نے کہا حسینؑ تیرے نانا سو رہے ہیں۔ حسینؑ نے کہا نانی پھر کیا ہوا کہا بیٹے حسینؑ تیرے نانا نے سب کو منع کیا تھا۔ کہ میرے حجرہ میں کوئی نہ آئے۔ تو تو نے بڑے جلال سے کہا کہ کیا مجھے بھی منع کیا ہے۔ میں نے کہا بیٹے حسینؑ اس وقت تم چلے جاؤ۔ اس وقت تم چلے جاؤ۔ تمہارے نانا خواب میں ہیں تم پلٹے۔

ادھر حجرہ سے رسولؐ کی آواز آئی۔ اُمّ سلمٰیؓ تم نے میرے بیٹے حسینؑ کو پلٹا دیا۔ اُمّ سلمٰیؓ۔ اُمّ سلمٰیؓ تم نے میرے حسینؑ کو پلٹا دیا۔ جاؤ۔ جاؤ میرے حسینؑ کو منا کر لاؤ نانی

بیان کر رہی ہیں۔ کہا بیٹے میں دوڑی اور میں نے کہا چلو حسینؑ تمہارے نانا تمہیں بلا رہے ہیں۔ پھر تم روٹھ گئے نہیں نانی اب ہم نہیں جائیں گے نانا نے منع کیا تھا۔ ایک مرتبہ نانا نے حجرہ کھولا کہا حسینؑ میری گودی میں آجاؤ۔ بیٹے حسینؑ۔

طویل واقعہ ہے پورا واقعہ بیان نہیں کروں گا۔ بیٹے حسینؑ اس دن تیرے نانا نے بتلایا تھا۔ کہ تو عراق کے ایک میدان میں تین دن کا بھوکا پیاسا قتل کر دیا جائے گا۔ تو بیٹے کہیں بھی جا لیکن بیٹے خبردار کوفے نہ جانا۔ بس میرے عزیزو! میرے دوستو! حسینؑ نے اپنی انگشت امامت سے زمین کی طرف اشارہ کیا اور کہا نانی ذرا اس منظر کو دیکھیں۔ نانی نے کربلا کے پورے واقعہ کو دیکھا اور کہا انا للہ وانا الیہ راجعون. رضاً بقضائه و تسليماً لامره۔ کہا بیٹے جب امر مقدر ہے تو تو چلا جا تیرے نانا مجھے مٹی دے گئے ہیں۔

بس میرے عزیزو! میرے دوستو! حسینؑ رخصت ہو گئے۔ قافلہ چلا۔ دوسری محرم کو قافلہ ایک مقام پر رُکا۔ گھوڑوں نے چلنے سے انکار کر دیا۔ حسینؑ نے عباسؑ سے کہا۔ عباسؑ خیمہ لگاؤ۔ بس دو جملے اور سنتا تم رو چکے میری مجلس تمام ہوگئی۔ لیکن واقعہ کربلا سن لو۔ دو محرم کو حسینؑ نے آواز دی۔ بھیا عباسؑ کربلا کے میدان میں خیمے لگا دو۔ خیمے لگے۔ اہل حرم سواریوں سے اترے اور اپنے اپنے خیموں میں دم بخود آ کر بیٹھ گئے۔

گھر کی کنیز کہتی ہے۔ کہ جب شہزادی زینب گود میں سکینہ کو لے کر ایک خیمے میں آئیں اور مٹی پر بیٹھیں تو ایک زرد مٹی اڑی اور اڑ کر بچی کے بالوں میں جم گئی۔ کہا! اماں فضہ! اماں فضہ! جا کر میرے بھیا کو بلا لاؤ۔ جاؤ! جاؤ! میرے بھیا کو بلا لاؤ۔ حسینؑ آئے۔ کہا بہن بات کیا ہے کہا بھائی یہ کیسی سرزمین ہے۔ کہ جب اس زمین سے مٹی اڑتی ہے تو میری سکینہؑ کے بالوں میں جم جاتی ہے۔ یہ کہہ کر شہزادی نے ایک مٹھی خاک اٹھائی اسے سونگھا۔ اور سونگھنے کے بعد پھینک دیا۔ کہا بھیا جلد نکل چلو۔ اس میں سے مجھے تمہارے خون کی خوشبو آ رہی ہے۔ اجرکم علی اللہ۔

کہا بہن قیامت تک اس سرزمین میں سونا مقدر رہے گا۔ بس تین جملوں کی زحمت۔۔۔ تین جملے اور۔۔۔ زحمت تمام۔۔۔ بہن اب اس سرزمین کی مٹی میں قیامت

تک سونا مقدر رہے گا۔ یہ کہہ کر باہر آئے۔ کہا بھیا عباسؑ بستی والوں کو بلا لاؤ۔ بستی والے آئے قبیلہ بنی اسد کی بستی تھی۔ بستی والے آئے۔ ۶۰ ہزار درہم پر حسینؑ نے پونے چار مربع میل کا ٹکڑا خریدا۔

وہ جو مالک تھا نا اس نے ہاتھ جوڑے کہا فرزند رسولؐ مجھے زمین بیچنے میں کیا عار ہے؟ کیا مضائقہ ہے؟ لیکن فرزند رسولؐ ہم تو بزرگوں سے سنتے آئے ہیں۔ کہ یہ زمین کسی نبی کو راس نہیں آئی۔ یہ زمین کسی نبی کی اولاد کو راس نہیں آئی۔ تو مولیٰ! مولیٰ اس زمین کو چھوڑ دیں کہا نہیں ابد تک اس سرزمین میں ہمیں سونا ہے۔ یہ ساٹھ ہزار درہم لو ہم کو پونے چار مربع میل کا بیع لکھ دو۔ مالک نے ۶۰ ہزار درہم لیے اور حسینؑ کو وہ زمین مل گئی۔

حسینؑ کہنے لگے بستی والو! یہ زمین میری ملکیت ہے اور اب میں دوبارہ تمہیں ھبہ کر رہا ہوں۔ واپس کر رہا ہوں لیکن کل تین شرطیں ہیں۔ پہلی شرط تو یہ ہے کہ میرے مرنے کے بعد اس سرزمین میں کھیتی نہ کرنا۔ اس زمین پر زراعت نہیں کرنا۔

دوسری شرط یہ ہے کہ اگر کوئی ہمارا زائر آ جائے۔ تو ہماری قبر کا نشان بتلا دینا اور تین دن مہمان رکھنا۔ تیسری شرط یہ ہے کہ جب فوج یزیدؑ اپنی لاشوں کو دفن کر کے چلی جائے تو تم بھی ہماری لاشوں کو دفن کر دینا۔ آخری جملہ سننا! اے بنی اسد کے لوگوں! ہمارے لاشوں کو دفن کر دینا۔ جب بنی اسد کے لوگ جا رہے تھے تو پکار کر کہا کہ ذرا اپنی عورتوں کو بھیج دینا۔

بنی اسد کی عورتیں آئیں۔ قطار میں کھڑی ہوئیں۔ کہنے لگے بنی اسد کی عورتوں! میں تمہارے نبیؐ کی بیٹی فاطمہؑ کا بیٹا ہوں۔ میں تمہاری شہزادی زینب کا بھائی ہوں۔ اگر تمہارے مرد ہمارے لاشے۔ دفن نہ کرسکیں تو پانی بھرنے کے بہانے آنا۔ ہماری لاشوں کو دفن کر دینا جب عورتیں جا رہی تھیں تو کہا کہ ذرا اپنے بچوں کو بھیجنا چھوٹے چھوٹے بچے جمع ہو کر آئے۔ حسینؑ نے آواز دی بنی اسد کے بچوں میں تمہارے رسولؐ کا نواسہ ہوں میرے بھی چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ اگر تمہارے ماں باپ ہماری لاشوں کو دفن نہ کرسکیں۔ تو کھیلتے ہوئے آنا اور ایک مٹی خاک لے کر ہماری برہنہ لاشوں پر ڈال دینا۔

مجلس سوم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝۱ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝۲ وَالنَّهَارِ
اِذَا جَلّٰهَا ۝۳ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۝۴ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝۵
وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝۶ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝۷ فَاَلْهَمَهَا
فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝۸ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝۹ وَقَدْ
خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝۱۰ (سورۃ والشمس)

عزیزان محترم! تہذیب نفس اور تہذیب حاضر کے عنوان سے ہم نے جس سلسلہ گفتگو کا آغاز کیا ہے وہ سلسلۂ گفتگو آج اپنے تیسرے مرحلے میں داخل ہو رہا ہے۔ پروردگار عالم نے ارشاد فرمایا کہ "وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا" کہ گواہ ہے سورج اور گواہ ہے سورج کا کمال۔ "وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا" گواہ ہے چاند جب کہ سورج کے پیچھے پیچھے آئے۔ گواہ ہے دن جب وہ مکمل طور سے روشن ہو جائے۔ گواہ ہے رات جب وہ مکمل طور سے اندھیری ہو جائے۔ گواہ ہے آسمان کہ ہم نے اسے کتنا اچھا بنایا۔ اور گواہ ہے زمین کہ ہم نے اسے کتنی کتنی بہترین وسعتوں کے ساتھ پھیلایا۔ اور گواہ ہے نفس کہ ہم نے اس میں کتنا اچھا توازن قائم کیا۔ "وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا"۔

میں پہلی گفتگو میں عرض کر چکا ہوں۔ کہ قسم کے معنی گواہی کے ہیں۔ قسم ہے نفس کی کہ ہم نے اسے کتنا بہترین بنایا کتنا اچھا بنایا ہے۔ اور کتنا متوازن بنایا ہے۔ "فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا" اور ہم نے اس نفس میں جسے ہم نے بنایا ہے۔ اس میں فسق و فجور کی صلاحیت بھی رکھ دی۔ اور تقویٰ کی صلاحیت بھی رکھ دی۔ "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا"۔ وہ شخص کامیاب ہوگا جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا۔ تزکیہ کے معنی پاک کرنا۔ تو جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا "وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا"۔ اور وہ شخص ناکامیاب ہو جائے گا۔ ہلاک

ہو جائے گا جو اپنے نفس کو گناہوں میں ڈال دے اور گناہوں سے آلودہ کردے۔

پورے قرآن مجید میں۔ پروردگار عالم نے۔ نفس انسانی کے تین کردار بتلائے۔ اور وہ تینوں کردار آج اپنے سننے والوں کی خدمت میں ہدیہ کرنا چاہ رہا ہوں۔ پہلا کردار نفس امّارہ ''اِنَّ النَّفسَ'' ۔ دیکھو سورہ یوسف کی آیت ہے۔ سورہ یوسف بارھواں سورہ ہے قرآن کا۔ اور تیرہویں پارے کی پہلی آیت ہے۔ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (سورہ یوسف ۔۵۳) کیا عجیب و غریب آیت ہے۔ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ سنو۔ یوسف علیہ السلام کہہ رہے ہیں۔ کہ نفس انسان کو برائی کا حکم دیتا ہے۔

بہت خطرناک چیز ہے نفس۔ ''وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ'' ۔ یوسف علیہ السلام کہہ رہے ہیں کہ یوسف علیہ اسلام پر تہمت لگی یاد ہے نا واقعہ۔ تو یوسف علیہ اسلام نے آواز دی۔ ''وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ'' ۔ میں اپنے نفس کی برأت کا اعلان نہیں کرنا چاہتا۔ میں نہیں چاہتا کہ اپنے نفس کی برأت کا اعلان کروں۔ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ۔ نفس کا تو کام ہی یہ ہے کہ وہ برائی کا حکم دے۔ ''اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ'' ۔ بس وہ بچتا ہے نفس امارہ سے۔ جس پر اللہ رحمت نازل کرے۔

سمجھ گئے نا نفس امارہ! نفس امارہ برائی کی طرف راغب کرے انسان کو۔ جو انسان کو برائی کی طرف راغب کرے۔ اس نفس کا نام ہے نفس امارہ۔ یوسفؑ کہہ رہے ہیں'' وما ابرئُ نفسی'' میں کیسے اپنے نفس کی برات کا اعلان کروں اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ'' ۔ نفس اماره کا تو کام ہی ہے کہ وہ برائی کی طرف لے جائے بس وہ بچ سکتا ہے کہ جس پر اللہ اپنی رحمت نازل کرے۔

یعنی یوسفؑ کو یقین نہیں ہے کہ میں اپنے نفس کو بچا سکتا ہوں۔ اور یوسف علیہ السلام کو یقین ہے تو اللہ کی رحمت پر۔ تو یہ ہے نفس امارہ کہ جس سے نبی بھی گھبرایا ہوا ہے۔ دیکھ رہے ہیں نا کہ جب نبی بھی گھبرایا ہوا ہے۔ یہ نفس ہر انسان میں ہوتا ہے، یہ نفس نبیؑ میں بھی ہوتا ہے۔ اور رسولؑ میں بھی ہوتا ہے۔ بس فرق اتنا ہے کہ ہم نفس امارہ کے قابو

میں آ جاتے ہیں اور نبیؐ نفس امّارہ کو توڑ دیتا ہے۔ ٹھیک۔ تو یہ ہے نفس امّارہ!

اور اب دوسرا نفس۔ نفس لوّامہ۔ سورہ قیامت نے آواز دی۔ ''وَلَآ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَةِ'' میں قسم کھاتا ہوں اللہ کہہ رہا ہے کہ میں قسم کھاتا ہوں ملامت کرنے والے نفس کی۔ یعنی کوئی ایسا نفس بھی ہے۔ کہ جب انسان گناہ کرے۔ تو وہ نفس انسان کو ملامت کرتا ہے۔ اسے آپ کی زبان میں کہتے ہیں ضمیر کی آواز۔

سمجھ رہے ہیں! سمجھ رہے ہیں نا بات کو۔ تو پہلا نفس، نفس امارہ جو برائی کی طرف لے جائے۔ دوسرا نفس، نفس لوّامہ جو گناہوں کے بعد ملامت کرے کہ جسے ضمیر کی آواز کہتے ہیں۔ اور اب تیسرا نفس۔ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ (سورہ فجر۔ ۲۷) ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرۡضِیَّةً (سورہ فجر۔ ۲۸) اے نفس مطمئنہ۔ واپس آ جا اپنے اللہ کے پاس اس کیفیت میں واپس آ کہ اللہ تجھ سے راضی ہو اور تو اللہ سے راضی ہو۔

بھئی! بہت توجہ رکھیں۔ کہ نفس امّارہ برائی کی طرف لے جائے، نفس لوّامہ برائی پر ملامت کرے۔ اور نفس مطمئنہ یہ ہے۔ کیا؟ یہ مطمئن لوگ کون سے ہیں؟ نفس امّارہ میں سارے نبی شریک، نفس لوّامہ آپ کے پاس بھی ہے سب کے پاس ہے۔ یہ ملامت کرنے والا نفس، ضمیر کی آواز۔ یہ مطمئن لوگ کون ہیں؟ یہ ہیں کون؟ جن کے پاس مکمل اطمینان ہے۔ تو اب ذرا اس کو سمجھنے کے لیے کہ مطمئن لوگ کون ہیں تو ذرا میرے ساتھ چلیں۔

سورہ زمر۔ ۳۹ سورہ قرآن مجید کا۔ اور اس سورہ میں پروردگار نے نفخ صُور کا تذکرہ کیا ہے بھئی سنیں یہ آیت ہدیہ کر رہا ہوں اپنے سارے سننے والوں کو۔

وَنُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَصَعِقَ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا مَنۡ شَآءَ اللّٰهُ (سورہ زمر۔ ۶۸)

جب صُور پھونکا جائے گا۔ تو آسمان اور زمین کی ہر مخلوق۔ اور آسمان اور زمین کا ہر فرد۔ کوئی باقی نہیں ہے۔ ''فَصَعِقَ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ'' ۔ گھبرا جائیں گے، زمین کی ساری مخلوقات گھبرا جائیں گی ہر انسان گھبرا جائے گا۔ آسمانوں میں فرشتے گھبرا جائیں گے۔

نفخ صُور کا ہنگامہ اتنا بڑا ہنگامہ ہوگا۔ توجہ رہے، نفخ صُور کا ہنگامہ اتنا بڑا ہنگامہ ہوگا۔ کہ زمین پر انسان گھبرائے ہوئے ہوں گے۔ جانور گھبرائے ہوئے ہوں گے۔ آسمانوں میں فرشتے گھبرائے ہوئے ہوں گے۔ پروردگار کہتا ہے کہ پوری کائنات گھبرا جائے گی۔ "اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ" مگر کچھ لوگ مطمئن ہوں گے۔ وہ مطمئن ہوں گے جن کے ساتھ مشیت اللہ کی وابستہ ہے۔ یعنی جو مشیّت اللہ ہیں۔ صلوۃ

دیکھو! دیکھو جُڑے رہنا! اس لیے کہ آیت کو آیت سے متصل کرتا چاہ رہا ہوں اگر آیت متصل ہوگئی تو بات یہیں سے آگے بڑھ جائے گی۔ وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ (سورہ زمر۔۶۸) آسمان اور زمین کا ہر باشندہ گھبرا جائے گا۔ پریشان ہوجائے گا۔ زمین میں انسان پریشان ہے اور آسمان میں فرشتے پریشان ہیں۔ "اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ"۔ مگر وہ جن کے ساتھ اللہ کی مشیت ہے۔ وہ مطمئن ہوں گے۔ اب کہاں ڈھونڈیں کہ یہ اطمینان والے ہیں کہاں۔ تو سورہ ھل اتی ۳۱ آیتوں کا سورہ ہے۔ تیسویں آیت نے آواز دی۔ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ (سورہ دھر۔۳۰) آلِ محمدؐ بس تمہاری مشیّت ہماری مشیّت ہے۔ ہماری مشیت تمہاری مشیّت ہے۔ صلوۃ

پہنچ رہی ہے نا بات ہم ذرا آرام، آرام سے آگے بڑھتے ہیں ذرا یہ نفس مطمئنہ واضح ہوجائے تو پھر کسی مرحلے پر جانے کا لطف ہے۔ "یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ" سمجھ میں آ گئی نا۔ وہ مطمئن ہوں۔ ساری کائنات گھبرائی ہوئی ہے۔ کچھ ہیں جو مطمئن ہیں اتنے مطمئن ہیں کہ پیدا ہوئے تو مطمئن تھے۔ جوان ہوئے تو مطمئن تھے۔ بوڑھے ہوئے تو مطمئن تھے اور دنیا سے گئے تو مطمئن تھے۔ اٹھیں گے تو مطمئن اٹھیں گے۔ ٹھیک ہے نا اچھا تو اب یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے اندر مکمل اطمینان ہے۔ اب یہیں سے میں آگے لے جانا چاہوں گا۔ بھئی آیت جسے ہزاروں مرتبہ میں نے۔ منبر سے اپنے سننے والوں کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ وہ آیت میرے سننے والوں کے ذہن میں نہیں ہے۔

رکوں گا نہیں۔ استدلال نہیں دہراؤں گا میں تو صرف آیت کا حوالہ دوں گا۔

پروردگار مجھے دکھلا دے کہ مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے تو ابراہیمؑ نے دعا کی تھی

نا۔ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِی الْمَوْتٰی. (سورہ بقرہ۔۲۶۰) میرے مالک مجھے دکھلا دے کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے؟۔ "قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ" کہا ابراہیم تمہارا ایمان نہیں ہے۔ قال بلیٰ۔ بلیٰ کہنے لگے ابراہیمؑ "وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ"۔

مجھے اطمینانِ قلب نہیں ہے۔ شیخ الانبیا ہے اور خلیل اللہ ہے اطمینان نہیں ہے۔ شیخ الانبیاء ہے۔ خلیل خدا ہے اور کائنات کا پہلا انسان ہے کہ جسے اللہ نے امامت تفویض کی۔ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔ (سورہ بقرہ۔۱۲۴) پہلا انسان ہے کائنات کا کہ جسے پروردگار نے امامت تفویض کی۔

اور کہہ رہا ہے کہ "بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ"۔ پروردگار ایمان تو ہے۔ لیکن قلب میں اطمینان نہیں ہے۔ تو اب وہ جو اطمینان رکھنے والے ہوں گے۔ وہ ابراہیمؑ سے افضل ہوں گے کہ نہیں؟ اب وہ لوگ جو اطمینان رکھنے والے ہوں گے تو وہ ابراہیمؑ سے افضل ہوں گے کہ نہیں؟ اب میں کیسے اپنے سننے والوں کی خدمت میں عرض کروں۔ کہ ابراہیمؑ کی ایک دعا۔ آج تک قرآن میں موجود ہے۔ بھئی سنا اس دعا کو۔

رَبِّ هَبْ لِیْ حُکْمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ (سورہ شعرا۔۸۳) پروردگار مجھے حکم دے۔ مجھے قوت فیصلہ دے۔ وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ۔ اور میرے مالک مجھے۔ مجھے صالحین میں شامل کردے۔ صالحین میں شامل کردے۔ وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ۔ صالحین میں ملحق کردے۔ الحاق ہوجائے میرا صالحین میں۔

بھئی توجہ رہے، توجہ رہے۔ افضل کا کم تر سے الحاق نہیں ہوتا۔ کم تر کا افضل سے الحاق ہوتا ہے ایسا ہوتا ہے نا۔ اب آپ فیصلہ کریں کہ افضل کون ہے اور کم تر کون ہے۔ لیکن، ایک بات بتاتا جاؤں۔ اپنے سارے سننے والوں کو کہ ابراہیم علیہ السلام وہ نبی ہیں کہ ان کے اوپر صرف ایک نبیؐ ہے اور ان کا نام نامی محمدؐ رسول اللہ ہے۔ جائیں ساری دنیا کے مسلمانوں کے عقائد دیکھ لیں کہ ابراہیم علیہ السلام وہ نبی ہیں۔ کہ ان کے اوپر صرف ایک ہے اور ان کا نام ہے محمدؐ رسول اللہؐ۔ اور سارے رسول ان سے نیچے کتنی بڑی شخصیت ہے میرے محمدؐ کی۔

بھئی خلیل خدا ہیں نا۔ اللہ کے دوست ہیں۔ تو سارے نبی، سارے نبی ابراہیمؑ سے نیچے صرف ایک میرا نبیؐ! ایک میرا نبیؐ، ابراہیمؑ سے اوپر۔ تو ابراہیمؑ سے اوپر کتنے ہیں صرف ایک صالح۔ ایک صالح ہے نا۔ تو کہہ دیتے پروردگار۔ پروردگار! مجھے محمدؐ جیسے صالح کے ساتھ ملحق کر دینا۔ صالح نہیں ہے۔ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ۔ یعنی ابراہیمؑ کی نگاہ میں محمدؐ جیسے کچھ اور بھی ہیں۔ صلوٰۃ

سنتے جاؤ اس لیے کہ مجھے تو بہت تیزی کے ساتھ گزرنا ہے۔ اور کسی مرحلے تک اپنے سننے والوں کو لے جانا ہے۔ اور ابراہیمؑ سے افضل صرف ایک نہیں ہے۔ صالحین کا ایک گروہ ہے۔ اب آپ انہیں تلاش کریں۔ اب ان کا تذکرہ میں نہیں کروں گا۔ کہ وہ ہیں کون؟ اب یہ آپ کا کام ہے؟ یہ آپ کام ہے کہ آپ معلوم کریں۔ ابراہیمؑ جیسے ایک محمدؐ ہیں اور محمدؐ جیسے اور کون ہیں جس میں شامل ہونے کی تمنا ابراہیمؑ نے کی۔ یہ وہی ہیں نفس مطمئنہ وہی ہیں نفس مطمئنہ والے۔

اب پوچھوں اس بیدار مجمع سے اس پڑھے لکھے مجمع سے۔ کہ آیت کیا ہے؟ یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ۔ اے نفس مطمئنہ واپس آ جا! ٹھیک۔ کون ہے محمد رسولؐ اللہ۔

دنیا کا کوئی مسلمان یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ یہ خطاب مجھ سے ہے یا میرے بزرگ سے۔ یا میرے پیشوا سے ہے یا میرے پیر سے ہے۔ کوئی مسلمان یہ دعویٰ نہیں کر سکتا نا۔ نہیں کر سکتا، بھئی کیسے دعویٰ کرے گا۔ اس لیے کہ یوسفؑ کہہ چکے۔ کہ میں نفس امارہ سے گھبرایا ہوا ہوں۔ اور یہ ہیں نفس مطمئنہ تو جب یوسفؑ نفس مطمئنہ کے مقابلہ پر نہ آ سکے۔ ٹھیک ہے نا تو دوسرا کون آئے گا۔ یہ نفس مطمئنہ ہے میرا رسولؐ۔ سننا! سننا اس لیے کہ بات کو آگے لے جانا چاہ رہا ہوں۔ اور اگر یہ بات پہنچ گئی تو میری آج کی محنت اسی مرحلے میں سوارت ہوگئی۔

یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (سورہ فجر۔ ۲۷)۔ اے محمدؐ! اے محمدؐ! نہیں لفظ بدل دوں اے اطمینان رکھنے والے نفس ارجعی واپس آ جا۔ واپس آ جا۔ محمدؐ واپس گئے کہ نہیں۔ چلے گئے نا تو کیا آیت منسوخ ہوگئی؟ آیت اب بھی باقی ہے۔ میں ذرا۔ بات کو اور زیادہ واضح

کردوں۔

دیکھو قرآن میں ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا وَ کَعُوْ اللّٰهَ وَ کُوْنُوْ وَاعْبُدُوْ اَرَبَّکُمْ وَلَمْ یَکُنْ خَیْرًا۔ دیکھو ایمان لانے والوں نماز پڑھو۔ دیکھو! یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ (سورۂ بقرہ۔۱۸۳)۔ ایمان لانے والوں۔ ایمان لانے والوں۔ روزہ رکھو۔ ہے نا تو کیا زمانۂ رسولؐ میں ایمان لانے والے سے خطاب تھا آج نہیں ہے تو آج بھی خطاب ہے۔ آیت منسوخ نہیں ہوئی۔ اچھا ہوتا کہ آیت منسوخ ہوجاتی تو نماز سے بھی چھوٹ جاتے، روزے سے بھی چھوٹ جاتے۔ ٹھیک ہے نا۔ دیکھو میں نے نوجوانوں کے دل کی بات کہی ہے نا اس وقت۔ لیکن دیکھو منبر سے کہہ رہا ہوں۔ خدا کی قسم نہ نماز سے مُفر ہے اور نہ روزہ سے مُفر ہے۔

بھئی بہت قیمتی ہیں۔ احکام الٰہی۔ احکام الٰہی بہت قیمتی ہیں۔ اچھا تو یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ (سورۂ بقرہ۔۱۸۳)۔ اے ایمان لانے والو۔ ہم نے روزہ کو تم پر واجب کیا۔ اگر آیت منسوخ ہوجاتی تو آج روزہ ختم ہوجاتا۔ ٹھیک ہے نا۔ نہیں ہوئی منسوخ روزہ باقی ہے۔

لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا (سورہ آل عمران۔۹۷) ہم نے حج کو لوگوں پر واجب کردیا۔ خانہ کعبہ کے حج کو واجب کردیا۔ اگر آیت منسوخ ہوجاتی تو کعبہ تو رہتا۔ حج نہ ہوتا۔ ٹھیک ہے نا۔ اچھا تو۔ "یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ" یہ خطاب منسوخ ہوگیا یا جاری ہے؟ کوئی تاریخ کوئی تفسیر نہیں لکھتی کہ یہ خطاب منسوخ ہوگیا۔ تو خطاب آج تک جاری ہے۔ اگر خطاب آج تک جاری ہے۔ اور قیامت تک جاری رہے گا تو ایک نفس مطمئنہ آج بھی موجود ہے۔ قیامت تک موجود رہے گا۔ صلوۃ

ٹھیک ہے نا۔ سنتے جاؤ۔ بڑے بڑے آرام سے اس سلسلے کو آگے لے جاتا ہے۔ اچھا تو نفس امّارہ ہے۔ نفس لوّامہ ہے اور نفس مطمئنہ ہے سن لیا۔ سورہ الشمس نے لیا کہا۔ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا. گواہ ہے نفس اور قسم ہے نفس کی اور ہم نے کیا بہترین تسویہ کیا۔ یہ لفظ ہے قرآن کا۔ اور اس لفظ کو اپنے ذہن میں رکھنا۔ "سَوّٰهَا" تسویہ کیا۔ تسویہ

کے معنی جانتے ہو؟ توازن قائم کرنا۔ توازن قائم کرنا۔ بھول گئے۔

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ ۝

(سورہ الانفطار ۶۔۷)

اے انسان تجھ کو کس چیز نے تیرے رب کریم سے الگ کردیا۔ کہ تیرا رب کریم وہ ہے۔ جس نے تجھے خلق کیا اور تجھے نوک پلک سے ٹھیک ٹھیک بنایا۔ تو تسویہ کے معنی نوک پلک سے ٹھیک ٹھیک بنانا۔ ٹھیک۔ اچھا کیا بھول گئے سورہ اعلیٰ کو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى (سورہ اعلیٰ) اپنے خدائے بزرگ و برتر کے نام کی تسبیح پڑھو۔ جس نے خلق کیا۔ اور ٹھیک ٹھیک خلق کیا۔ سوی ٹھیک ٹھیک خلق کیا۔ اچھا چھوڑو ان دو آیتوں کو۔

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۝

(سورہ حجر۔۲۹)

جب میں آدم کو ٹھیک ٹھیک بنالوں۔ بھئی اس آیت سے تو بہت مانوس ہیں۔ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۔ (سورہ ص۔۷۲) بھئی توجہ رہے۔ بہت توجہ رہے۔ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ جب میں اسے ٹھیک ٹھیک بنالوں وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ اور اپنی روح اس کے اندر پھونک دوں۔ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۔ بہت توجہ رہے بہت توجہ رہے۔

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ جب میں اسے ٹھیک ٹھیک بنالوں وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ ۔ اور جب اپنی رُوح اس کے اندر پھونک دوں۔ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ تو دیکھو۔ انتظار نہ کرنا فوسجدے میں چلے جانا۔ خدا کی قسم سنتا سنتا۔

مفسّرین نے بحث کی ہے کتابوں میں۔ کہ چلو بھئی ابلیس کو چھوڑو۔ اس نے تو انکار کردیا تھا سجدے سے۔ باقی جتنے فرشتے تھے۔ اگر فوراً سجدے میں نہ جاتے تو کوئی ایک منٹ کے لیے رک جاتا۔ اور بعد میں سجدے میں جاتا تو وہ فرمانبردار تھا۔ یا نافرمان۔ کہنے لگے نہیں وہ نافرمان تھا۔ اس لیے آیت میں ہے فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ

فَقَعُوْا لَہٗ کے معنی ہیں فوراً کرو کہ ادھر میں رُوح پھونکوں سجدے میں جاؤ۔ تو فَا کے معنی ہیں فوراً۔ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ

تو پہنچ رہی ہے نا بات۔ تسویہ کیا "وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰھَا"۔ بھئی سننا "تہذیب نفس اور تہذیب حاضر" یہ پھر گفتگو ہوگی۔ لیکن ذرا سا اشارہ کروں گا۔ تہذیب نفس اور تہذیب حاضر۔ "وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰھَا" کہ قسم ہے نفس کی کہ کتنے توازن سے ہم نے اس نفس کو رکھا ہے۔ فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَا۔ ہم نے اس نفس کو فسق و فجور کی صلاحیت بھی دے دی۔ دیکھ رہے ہو یہ فسق و فجور کی صلاحیت وہیں سے آئی ہے۔ فا۔ بھئی امتحان تو جبھی ہوگا نا۔ امتحان جبھی ہوگا۔ ہم نے اس نفس کو فسق و فجور کی صلاحیت دے دی۔ "وَتَقْوٰھَا" اور اسے تقویٰ کی صلاحیت دے دی۔ بھئی رکے رہنا۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا۔ وہ کامیاب ہوگا۔ جو نفس کا تزکیہ کرے۔ بس یہاں روک رہا ہوں اپنے سارے سننے والوں کو۔ کون کامیاب ہوگا۔ جو نفس کا تزکیہ کرے۔ بھئی تزکیہ کے معنی پاک کرنا۔ تزکیہ کے معنی گناہ سے بچانا۔ تزکیہ کے معنی اپنے آپ کو گناہوں سے آلودہ نہ ہونے دینا۔ کیا بھول گئے۔

سورہ جمعہ کی اس آیت کو

ھُوَالَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیْھِمْ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ ۗ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔

(سورہ جمعہ۔۲)

اللہ وہ ہے جس نے اُمّیّٖنَ میں ایک رسول کو بھیجا۔ جس کے چار کام ہیں۔ چار کام ہیں۔ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ۔ وہ آیت کی تلاوت کرے گا۔ یُزَکِّیْھِمْ تلاوت کے فوراً بعد نفسوں کو پاک کرے گا۔ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وہ کتاب کی تعلیم دے گا۔ "وَالْحِکْمَۃَ" وہ حکمت کی تعلیم دے گا۔

تو جہ رکھنا۔ توجہ رکھنا۔ یہ ہے غرض بعثت محمدؐ میرے نبی کو کیوں بھیجا۔ چار کاموں کے لیے۔ پورا دین ان چار کاموں میں ہے۔ کچھ کہنا چاہ رہا ہوں۔ اس مرحلے پر پورا دین پورا

دین فقط چار کام۔ آیت کی تلاوت۔ نفسوں کا تزکیہ۔ کتاب کی تعلیم۔ حکمت کی تعلیم۔ ایک کام ہے قرآن کے متعلق کہ آیات پڑھ دی۔ آیت پڑھ دی۔ نفسوں کا تزکیہ محمدؐ کرے۔ کتاب کی تعلیم محمدؐ دے۔ حکمت کی تعلیم محمدؐ دے۔

تو ایک حصہ ہے کتاب۔ تین حصے ہیں سنت۔ میں ذرا اور واضح کردوں۔ دین کے چار حصے ہیں۔ دین کے چار حصے ہیں جن میں سے ایک حصہ ہے۔ ایک حصہ ہے کتاب الٰہی۔ قرآن ایک حصہ ہے۔ اور تین حصے سنت رسولؐ ہے۔ تو اگر تم نے وہ تینوں حصے چھوڑ دیے اور فقط کتاب لے لی۔ تو دین ۴/۱، ایک بٹا چار ہی تو ملا ہے نا۔ صلوۃ

یہ عجیب کمال ہے۔ عجیب کمال ہے۔ ایک بٹا چار دین پر ناز کر رہے ہو۔ یعنی عجیب مرحلہ فکر ہے۔ تو اب ذرا میں اپنے سننے والوں کو۔ ایک لفظ کی طرف متوجہ کردوں۔ دیکھو ذرا۔ قرآن کی ایک آیت مبارک۔ اس کا ایک گوشہ واضح کرنا چاہوں گا۔ سورہ جمعہ ذہن میں رہے۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۔

پہلے کیا ہے؟ تلاوت آیات۔ پھر کیا ہے؟۔ تزکیہ، پھر کیا ہے؟ تعلیم کتاب پھر کیا ہے؟ تعلیم حکمت۔ یعنی تزکیہ پہلے ہے، پھر تعلیم کتاب۔ حکمت بعد میں ہے۔ یہ ہے نا۔

یہی ہے تزکیہ! پہلے کتاب وحکمت کی تعلیم بعد میں یہی ذکر سورہ آل عمران میں ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔

(سورہ آل عمران۔۱۶۴)

ہم نے مومنین پر بڑا احسان کیا ہے۔ ہم نے رسول بھیجا ان کے اندر اس رسول کا کام یہ ہے کہ آیات کتاب کی تلاوت کرے۔ نفسوں کا تزکیہ کرے۔ کتاب کی تعلیم دے۔

حکمت کی تعلیم دے۔ تزکیہ پہلے تعلیم۔ کتاب وحکمت بعد میں۔ دو آیتیں ہو گئیں ایک سورہ جمعہ ایک سورہ آلِ عمران۔ اور تیسری آیت بھی سنتے جاؤ۔

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (سورہ البقرہ۔۱۵۱)

ہم نے۔ ہم نے تمہارے پاس رسول بھیجا۔ اس کا کام یہ ہے کہ آیت کی تلاوت کرے۔ نفسوں کا تزکیہ کرے۔ کتاب کی تعلیم دے۔ حکمت کی تعلیم دے۔ تزکیہ پہلے کتاب کی تعلیم بعد میں۔ حکمت کی تعلیم بعد میں۔ سن لیا نا۔ اور اب ایک آیت سننا۔ اس آیت کے لیے زحمت اپنے سارے سننے والوں کو دے رہا ہوں اس مرحلے پر۔ ابراہیمؑ۔

یہ جو آیت ہے نا یہ دعائے ابراہیمؑ کا جواب ہے۔

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (سورہ بقرہ ۱۲۷ سے ۱۲۹)

ابراہیمؑ نے دعا مانگی۔ پروردگار میری نسل میں ایک رسول دے دے۔ کام کیا کرے۔ کام یہ کرے کہ تیری آیتیں سنائے۔ کتاب کی تعلیم دے۔ حکمت کی تعلیم دے۔ پھر تزکیہ کرے۔ ابراہیمؑ کی دعا میں ہے تزکیہ آخر میں۔ ابراہیم کی دعا میں۔ تزکیہ آخر میں۔ پھر سننا

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ (سورہ بقرہ ۱۲۹)

پہلے آیت کی تلاوت کرے۔ پھر کتاب کی تعلیم دے۔ پھر حکمت کی تعلیم دے۔ پھر تزکیہ کرے۔ تو ابراہیمؑ نے کہا پہلے کتاب کی تعلیم۔ پھر تزکیہ۔ اللہ نے کہا پہلے تزکیہ پھر کتاب کی تعلیم۔

دیکھو دیکھو بات بدل گئی۔ بات بدل گئی تین آیتیں پڑھی ہیں میں نے کہ خدا نے کہا۔ کہ پہلے یہ تزکیہ کرے گا۔ پھر کتاب کی تعلیم دے گا۔ اور ابراہیمؑ نے دعا کیا مانگی تھی۔ کہ پروردگار ایسا رسول بھیج دے جو پہلے کتاب کی تعلیم دے۔ پھر تزکیہ کرے۔ کچھ فرق سمجھ میں آیا۔ ابراہیم کہہ رہے تھے ایسا بھیج دے۔ کہ اس کے پاس تزکیہ نفس ہو رسالت کا فریضہ ہے نفسوں کو پاک بنانا۔ فریضہ رسالت ہے جاؤ۔

جاؤ پوری تاریخ اسلام دیکھ ڈالو۔ خدا کی قسم یہ جملہ سننا۔ بڑے بڑے فاتح ملیں گے۔ اور بڑی بڑی فتوحات ملیں گی۔ بہت سی قوموں کو بڑے بڑے فاتحین نے مفتوح بنایا۔ فلاں فاتح! فلاں اس نے اتنی بڑی زمین پر قبضہ کرلیا۔ فلاں فاتح! ملک کو فتح کر کے آ گیا۔ فلاں فاتح! اس کی زمین میں اتنا اضافہ ہوگیا۔ تو سارے بادشاہوں کی تاریخ دیکھ ڈالو یہ تو ملے گا۔ کہ انہوں نے زمین میں اضافہ کرلیا۔ لیکن ایک ایسا دکھلا دو جس نے کسی کے نفس کا تزکیہ کیا ہو۔

ایک میں۔ میں زیادہ کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ بڑے بڑے فاتح گزر گئے نا۔ یعنی عربوں نے۔ عربوں نے علاقے تو فتح کرلیے۔ لیکن عربوں کے عقیدے مفتوح ہوگئے۔ سنتے جاؤ۔ یہ ذہنیت ہے بادشاہت کی۔ اب تو بادشاہ ہوتے بھی نہیں۔ ٹھیک ہے نا۔ کہیں۔ اگر زندہ انسانوں کا کوئی میوزیم ہوتا تو اس میں کوئی بادشاہ نظر آ جاتا۔ اچھا تو بادشاہ تو نہیں ہوتے۔

لیکن سمجھنا بات کو۔ صرف لفظ بدلا ہے۔ بادشاہ نہیں ہوتے ان کی جگہ صدر ہوتے ہیں، وزیر اعظم ہوتے ہیں۔ لفظ تو بدلا ہے نا۔ بھئی حکمران ایک زمانے میں بادشاہ کہلاتا تھا آج صدر یا وزیر اعظم کہلاتا ہے۔ بھئی قسم خدا کی۔ میرے جملے کو سننا۔ کہ زمینیں فتح کرلیں۔ علاقے فتح کرلیے۔ قوموں کو فتح کرلیا۔ لیکن کوئی بادشاہ۔ کوئی بادشاہ پوری تاریخ کا۔ دکھلا دو جس نے ایک نفس کا بھی تزکیہ کیا ہو۔ ایک کا بھی نہیں ملتا۔ بھئی بہت توجہ رہے۔ اس لیے کہ اسی مرحلے تک اپنے سننے والوں کو یہیں لے جانا چاہ رہا ہوں میں۔

دیکھو۔ آج کا۔ کوئی صدر اور کوئی وزیر اعظم مسلمان ملکوں کا۔ متقی ہے؟ سوال ہے

اچھا دیکھو میں کسی چھوٹے سے ملک کی تو بات کیا کروں؟۔ میں تو مسلم گلوبل (Global) سوسائٹی کی بات کر رہا ہوں۔ پورے کرہ ارض میں جہاں جہاں مسلم حکومتیں قائم ہیں۔ ان کی بات کر رہا ہوں۔ کہ جتنی بھی مسلمان حکومتیں ہیں۔ کسی کا صدر متقی ہے؟ کسی کا وزیر اعظم متقی ہے۔ بھئی یہ متقی میں نے کیوں کہا۔ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا. فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا۔ نفس میں دو کیفیتیں۔ یا فجور ہوگا یا تقویٰ ہوگا۔ تو اگر صدر میں تقویٰ نہیں ہے تو فجور ہے۔ صلوٰۃ

جہاں تقویٰ ہوگا وہاں تزکیہ ہوگا۔ جہاں تزکیہ ہوگا وہاں "تہذیب نفس" ہوگا۔ دنیا کا کوئی مسلمان صدر کوئی مسلمان وزیر اعظم دعویٰ نہیں کرتا کہ میں متقی ہوں۔ اچھا پابند ہے نماز روزہ کا۔ مشکل ہی ہے۔ اچھا اب، اچھا، میں بھئی بول اس لیے نہیں سکتا کہ روزہ دکھائی دیتا یا نماز دکھائی دیتی ہے۔ ہو سکتا ہے گھر میں پڑھ لی ہو۔

تو بھئی سننا۔ گلوبل (Global) مسلم سوسائٹی کی بات کر رہا ہوں۔ میں۔ یہ پورے کرہ ارض پر جو مسلم معاشرہ ہے اس کی بات کر رہا ہوں۔ تو کوئی صدر اور کوئی وزیر اعظم کوئی حکمران متقی نہیں ہے۔ اچھا جب متقی نہیں ہے۔ تو چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔ چھوڑ دیں۔ بھئی اتنا تزکیۂ نفس ہو تو۔۔۔ بھئی اتنی تہذیب نفس ہو۔۔۔ تو چھوڑیں۔۔۔ اچھا تو عوام ہی چھوڑوا دیں۔۔۔ کہ بھئی تم متقی نہیں ہو ہٹ جاؤ۔ تو آج کے معاشرے میں مسلمان معاشرے میں نہ حاکم متقی ہے نہ اقوام متقی ہے۔

ٹھیک ہے نا۔۔۔ اچھا اب ذرا اور آگے بڑھ جاؤ۔ ایک جملہ کہوں گا۔۔۔ اور وہ جملہ سننا۔۔۔ اور اگر یہ جملہ پہنچ گیا۔ تو میری بات مکمل ہوگئی۔ دنیا کا کوئی انسان بتلا دو۔ یہ ۱۹۹۸ء کی بات کر رہا ہوں۔ ۱۴۱۹ھ کی بات کر رہا ہوں تیسری محرم کی بات کر رہا ہوں کوئی انسان بتلاؤ۔۔۔ میں کہوں کہ جناب عوام آپ کو صدر بنانا چاہتے ہیں۔ اور وہ کہہ دے آپ مجھے معاف کریں۔ بھئی عہدے کا لالچ ہی ایسا ہے کہ بوڑھے سے بوڑھا بھی اٹھ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔

اچھا تو سنتے جاؤ۔۔۔ سنتے جاؤ۔۔۔ "تہذیب نفس اور تہذیب حاضر"۔۔۔ تو اب

میں نے کسی مسلمان سے کہا۔ کہ جناب آپ کو ہم صدر بنانا چاہتے ہیں منع کرے گا۔ بالکل منع نہیں کرے گا۔ جناب آپ کو وزیر اعظم بنانا چاہتے ہیں۔ بالکل منع نہیں کرے گا۔ بھئی آپ بنانا چاہتے ہیں اس پر منع نہیں کرے گا۔ وہ تو خود تیار ہے بننے کے لیے۔ تو بس پوری تاریخ انسانیت میں۔ ایک بھی ملا۔ جب کہا بیعت کرو۔۔۔ تو کہا؟ واپس جاؤ۔

پہنچ گئی بات۔۔۔ پہنچ گئی بات۔۔۔ نہیں پہنچی۔ نہیں پہنچی۔ اتنا لالچی ہے انسان۔ اتنا حریص ہے انسان۔ میاں چھوڑو صدر کی اور وزیر اعظم کی بات۔ یہ جو چھوٹے چھوٹے صوبے ہوتے ہیں ان کا چھوٹا سا گورنر ان کا چھوٹا سا چیف منسٹر ان کے مزاج نہیں ملتے۔ شہر کا چھوٹا سا کمشنر مزاج نہیں ملتے تو وہ بڑا عہدہ۔۔۔ صدارت کا۔۔۔ حکمرانی کا، وزارت عظمیٰ کا۔۔۔ بڑا عہدہ۔۔۔ کون منع کرے گا۔ کوئی نہیں منع کرے گا کہ مجھے نہیں چاہیئے۔

ٹھیک ہے نا۔ اور جب دی جا رہی ہے تو کیسے منع کر دے۔ پوری تاریخ میں ایک ملا ہے کہ جس نے عہدہ کو ٹھکرایا۔ بھئی سننا۔۔۔ سننا۔۔۔ میں کچھ کہنا چاہ رہا ہوں اس مرحلے پر۔ اور اگر یہ بات پہنچ گئی تو میری آج کی محنت ختم ہوگئی۔ ایک ملا۔ علیؑ۔ علیؑ۔ علی تم ہمارے خلیفہ بن جاؤ ہم تمہاری بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ کہا واپس جاؤ...... میں نہیں بننا چاہتا۔

ٹھیک دوسرے دن کہا! علیؑ! علیؑ! ہم تمہاری بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے خلیفہ بن جاؤ۔ جملہ کہوں۔۔۔ آئے تھے خلافت دینے کہ ابھی ہاتھ بڑھاؤ۔۔۔ ہم بیعت کرلیں گے اور تمہیں خلیفہ بنا دیں گے۔ میرا علیؑ پہچانو گے۔۔۔ میرے علیؑ کو۔ پہچانو گے میرے علی کو۔ ایک جملہ میں علیؑ کو پہچنواوں۔ ابھی میں محمدؐ کو پہچنواتے گزرا ہوں۔ اب میرے علیؑ کو پہچانو۔

وہ علیؑ۔۔۔ وہ علیؑ۔۔۔ جو بندوں سے ملنے والی خدائی قبول نہ کرے تو وہ تمہاری خلافت کو کیا سمجھتا ہے۔ جو نصیریوں سے ملنے والی خدائی قبول نہ کرے۔ وہ مدینہ والوں کی خلافت قبول کرے گا کیا؟۔ کیا کمال کی بات ہے؟ علیؑ ہاتھ بڑھاؤ ہم تمہیں خلیفہ بنانا چاہتے ہیں۔ بادشاہ بنانا چاہتے ہیں۔ کہا نہیں بنوں گا۔ واپس جاؤ۔ پھر کہا ہاتھ بڑھاؤ۔۔۔

دوسری مرتبہ ہاتھ بڑھاؤ۔۔۔ پھر کہا علیؑ نے واپس جاؤ۔نہیں بنوں گا۔

تیسرے دن کا واقعہ ہے۔ہم تمہیں خلیفہ بنانا چاہتے ہیں کہا نہیں مجھے قبول نہیں ہے واپس جاؤ۔چوتھے دن ایک وفد آیا اہل مدینہ کا۔اب یہ جملہ آپ کے ذہنوں میں قیامت تک کے لیے محفوظ رہے گا۔آئے بڑے معتبر لوگ۔ بڑے محترم لوگ آئے۔علیؑ کے پاس بیٹھے اور کہا یا علیؑ! یا علیؑ! ہم قیامت کے دن تمہارے بھائی رسولؐ اللہ سے تمہاری شکایت کریں گے۔کہا بھئی کیا شکایت کرو گے؟۔کہا یہ شکایت کریں گے کہ ہم نے ان سے ہدایت لینی چاہی۔۔۔ تزکیہ نفس لینا چاہا اور تہذیب نفس لینی چاہی لیکن علیؑ نے انکار کر دیا۔

کہا اچھا مجھے تم خلیفہ بنا رہے ہو ہدایت کے لیے۔ بنا رہے ہو ہدایت کے لیے۔تو میرا علیؑ آیا تخت حکومت پر۔لیکن حکومت کے لیے نہیں۔میرا علیؑ۔تخت حکومت پر آیا ہے۔ مجھے قبول ہے۔لیکن حکومت کے لیے نہیں ہدایت کے لیے۔یا علیؑ!۔یا علیؑ! ہم شکایت کریں گے۔بھئی سننا! اس لیے کہ بات کو اب اس مقام پر تکمیل کرنا ہے۔یا علیؑ! ہم تمہاری شکایت کریں گے! کہا کس بات کی؟ کہا ہم ہدایت کے لیے آئے ہیں تم نے ہماری ہدایت نہیں کی۔کہا اچھا چلو پھر ہدایت کے لیے میں تیار ہوں۔

بھئی اب میں روک رہا ہوں۔اپنے سارے سننے والوں کو کہ علیؑ تاریخ انسانیت کا وہ واحد انسان ہے کہ جس نے تقویٰ کا نظام بنایا کہ جس نے "تہذیب نفس" کا نظام بنایا ہے۔اب میرے دو جملے سننا۔اور اس کے بعد ایک چھوٹا سا واقعہ اور مجھے اجازت دے دیں۔علیؑ کون؟ جس نے "تہذیب نفس" کا نظام بنایا ہے۔اپنی خلافت میں۔نظام کے معنی جانتے ہونا۔سسٹم (System) نظام بنایا ہے۔اچھی بھئی دیکھو۔۔۔ اب علیؑ تک میں دوسرے راستے سے آیا ہوں اس بیعت والے راستے سے۔ٹھیک ہے نا۔۔۔ تو اب ایک اور راستہ بھی تو ہے۔جس سے ہم علیؑ تک جا سکتے ہیں۔

یعنی کمال ہو گیا۔کہ مشرکوں نے رسولؐ کی بات مان لی۔ بہت توجہ کیجئے گا۔بھئی کمال ہو گیا! کہ مشرکوں نے رسولؐ کی بات مان لی اور تم تو مشرکوں کو رسولؐ کا دشمن سمجھتے ہو

نا۔سب سمجھتے ہیں۔آج میں تعریف کر رہا ہوں اس منبر سے۔مُشرکوں نے میرے رسولؐ کی بات مان لی۔عرب مُشرکوں نے میرے رسولؐ کی بات مان لی اور بھئی اگر نہ مانی ہوتی تو مسلمان کیسے ہوتے۔

بھئی عرب مُشرکوں نے۔ میرے رسولؐ کی بات مان لی اور تسلیم کر لی۔ اگر نہ مانی ہوتی تو وہی مُشرک مسلمان کیسے بنتے۔تو اب مُشرک سے بن گئے مسلمان۔ رسولؐ بدلا نہیں ہے۔اور وہی رسول کہہ رہا ہے۔مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ تو جب مُشرک بن کے مان چکے ہو۔تو اب مسلمان بن کے ماننے میں قباحت کیا ہے۔

بس تقریر۔تقریر آخری مرحلے سے قریب ہوگئی۔علیؑ آئے تختِ حکومت پر۔ اب چاہے وہ بیعت کے راستے سے آئے ہوں۔ یا ولایت کے راستے سے دونوں راستے میں نے تمہیں سمجھا دیے۔ٹھیک ہے نا! میں تو دونوں ہی راستوں کی قدر کرتا ہوں۔

زمانہ جمہوریت کا ہے۔ٹھیک۔اب وہ بیعت سے آئے ہوں یا ولایت سے آئے ہوں۔آئے تختِ حکومت پر۔ اور اب علیؑ کی حکمرانی دیکھو۔سنو اگر میں فضائل سے واقعہ پڑھوں تو بہت سے لوگ یہ کہہ کر منکر ہو جائیں گے۔ کہ میاں فضائل اور مناقب کی کتابوں میں نہ معلوم کیا کچھ لکھ دیا گیا ہے۔ ہے نا۔ مصنف نے اپنے رجحان۔تربیت و تقاضے کے مطابق نہ معلوم؟ کس کس کے لیے؟ کیا لکھ دیا ہے؟۔تو چلو ہٹاؤ فضائل کی کتابوں کو۔۔۔ اس وقت تھوڑی دیر کے لیے یہ جو واقعہ بیان کر رہا ہوں۔

عربی شعر کی ایک انتہائی مشہور کتاب ہے کتاب الحماسہ۔ اس کتاب کی بین الاقوامی شہرت ہے۔ یہ ذہن میں رہے۔ کتاب الحماسہ۔ جس میں وہ شاعری جمع کی گئی ہے جو عربوں کی بہادری سے متعلق ہے۔ اور پہلی صدی ہجری کے اختتام پر یہ کتاب جمع ہو چکی تھی۔ اور آج تک موجود ہے۔ اور چونکہ نصاب میں داخل ہے۔ اس لیے ہزاروں مرتبہ چھپ چکی ہے۔ بڑی مشہور کتاب ہے۔

دیکھو تقویٰ کا نظام کس طرح بنتا ہے؟۔تقویٰ کا نظام تہذیبِ نفس کا نظام۔ کیسے بنتا ہے؟۔ وہ واقعہ سن لو اور مجھے اجازت دے دو۔ایک شخص آیا کہنے لگا یا علیؑ میں نے چوری

کی ہے۔ یہاں پر چوروں کو تلاش کرتے ہیں نہیں ملتا۔ چوروں کو تخریب کاروں کو دہشت گردوں کو تلاش کے باوجود نہیں پکڑ پاتے نا۔ کیوں؟ اس لیے کہ ''تہذیب نفس'' کا نظام نہیں ہے۔ ورنہ۔ ورنہ اگر علیؑ کی حکومت ہو۔ چور آ کے خود کہے کہ یا علیؑ۔ یا علیؑ میں نے چوری کی ہے۔ اور یا علیؑ سنو۔ یہ تو میں اعتراف کر رہا ہوں نا۔ اعتراف جو کر رہا ہوں تو۔ خوف یہ نہیں ہے کہ جس کا مال چرایا ہے۔ وہ خبردار ہوگیا ہے اس کو تو ابھی خبر بھی نہیں ہے۔

یہ کمال دیکھو! یہ کمال دیکھو!۔ یا علیؑ۔ یا علیؑ! میں نے چوری کی ہے۔ کہا پھر علیؑ مجھے سزا دو۔ کہا چوری کی سزا جانتا ہے۔ کہا علیؑ جانتا ہوں۔ انگلیاں کاٹو گے۔ کہا اچھا۔ ہاتھ کاٹنا جسے محاورے میں کہتے ہیں۔ ٹھیک۔ کہا! ہاں۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ ہاتھ کاٹ دیں گے۔ کہا تیار ہے؟ کہا تیار ہوں۔ کہا بلاؤں، بلاؤں اس شخص کو بلاؤں۔ جو حدود کو نافذ کرتا ہے۔ وہ آیا اور علیؑ کے سامنے اس نے اس کی انگلیاں کاٹ دیں۔ ہوئی نا سزا۔ سزا ہوگئی۔ اب اس نے انگلیں سمیٹیں اور چلا گیا۔

اور باہر نکل کر کہنے لگا۔ سنو! رک جاؤ مدینہ والو! کوفہ والو! رُک جاؤ۔ واقعہ میں تذکرہ نہیں ہے کہ مدینہ کا واقعہ ہے۔ یا کوفہ کا، رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ میرے مولیٰ علیؑ کے فضائل سنو۔ اچھا ابھی ابھی ہاتھ کٹوا کے آیا ہے۔ کٹی ہوئی انگلیاں ہاتھ میں ہیں کہتا ہے شہر والو! رک جاؤ۔ میرے مولیٰ کے فضائل سنو۔ کسی دل جلے نے کہا کہ ہاتھ کاٹ دیا علیؑ نے۔ اور اب بھی فضائل سے باز نہیں آتا۔ کہا گردن بھی کٹ جائے تو فضائل سے باز نہیں آؤں گا۔

بھئی سنو۔۔۔ کہنے لگا ہاتھ کٹوانے کے بعد کون سی فضیلت کا رخ نکل آیا۔ کہنے لگا یہی تو فضیلت کا رخ نکلا۔ اگر علیؑ دشمن کا ہاتھ کاٹ دیتے تو میں سمجھتا کہ قانون پر عمل کر لیا ہے۔ ٹھیک ہے۔۔۔ میں تو دوست ہوں۔ اعلانیہ دوست ہوں۔ جب دوست کو نہ بخشا۔ جب دوست کو نہ بخشا تو اب مجھے پتا چلا کہ کس کمال اعتدال سے علیؑ کا کردار ہے۔

لوگ گھبرائے ہوئے آئے۔ کہ یا علیؑ سنا تم نے کیا ہوا۔ کہنے لگے کیا ہوا؟ اب حیران ہوا جا رہا ہے۔ یہ سارا مجمع۔ جو جملہ علیؑ نے کہا ہے کیا ہوا؟ کہنے لگے آپ نے کسی

چور کا ہاتھ کاٹا ہے۔ کہاں ہاں۔ کہا وہ باہر کھڑا ہوا آپ کے فضائل بیان کر رہا ہے۔ تم سنو گے جملے۔ ایک مرتبہ مڑے حسنؑ کی طرف اور کہنے لگے بیٹا حسنؑ جاؤ اپنے چچا کو بلا کر لاؤ۔ اصول دے دیا کہ مجرم جب سزا پالے تو پاک ہو گیا۔ کیا کمال کا واقعہ ہے؟۔ اب زیادہ زحمت سماعت نہیں دوں گا۔

جس نے چوری کی تھی۔۔۔ وہ غلام حبشی تھا۔ غلام حبشی کالا افریقی۔ جاؤ حسنؑ۔ چچا کو بلا کے لاؤ۔ رنگ و نسل کی بنیادیں ڈھا دیں۔ یہ ہے تقویٰ کا نظام۔ یہ ہے تزکیہ کا نظام۔ یہ ہے تہذیب نفس کا نظام۔ وہ آیا اپنی کٹی ہوئی انگلیاں لیے ہوئے آیا۔ کہا۔ بیٹھ جا۔

بھرا ہوا مجمع ہے۔ سننا! بس یہ آخری جملے ہیں۔ بھرا ہوا مجمع۔۔۔ اس بھرے ہوئے مجمع میں۔۔۔ ایک مرتبہ علیؑ نے کسی کو اشارہ کیا۔ اور کہا یہ انگلیاں جو کٹی ہوئی ہیں نا۔۔۔ انہیں جہاں سے کٹی ہوئی ہیں۔ وہاں رکھو۔ وہاں رکھو۔ وہ کٹی ہوئی انگلیاں اس جگہ پر رکھی گئیں۔ جہاں سے کٹی تھیں۔ اور ایک مرتبہ علیؑ نے نماز شروع کی دو رکعت نماز۔ اللہ اکبر! ابھی علیؑ کی نماز تمام نہیں ہوئی تھی۔ کہ وہ انگلیاں جڑ گئیں۔ سننا! سننا! کچھ دیر کے لیے کٹی۔ کچھ دیر کے لئے کٹی۔۔۔ ہمیشہ کے لیے جڑ گئی۔ تو علیؑ کے چاہنے والوں کا کردار سامنے آ گیا۔ کہ اگر سزا ملے گی تو وقتی ہو گی۔ جزا ملے گی تو ہمیشہ ہو گی۔ صلوۃ۔

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا نفس غیر جانبدار ہے نیوٹرل (Neutral) ہے۔ اس میں فجور کی بھی طاقت ہے۔ اس میں تقویٰ کی بھی طاقت ہے۔ اگر دیکھنا چاہو؟ کہ کون؟ تقویٰ کی طرف سے فجور کی طرف گیا۔ اور کون فجور کی طرف سے تقویٰ کی طرف آیا۔ تو کربلا کے واقعہ کو سامنے رکھو۔ پسر سعد گیا یا نہیں فجور کی طرف۔ اور حرؑ آیا۔ یا نہیں تقویٰ کی طرف۔ وقت میں گنجائش ہوتی۔ تو میں تفصیلات عرض کرتا۔

جب حاکم کوفہ کے پاس سے پسر سعد اٹھا ہے نا۔ تو حاکم کوفہ نے کہا تجھے یزید نے جو "(رے)" کی گورنری کا پروانہ دیا ہے۔ وہ مجھے دے دے کہا کیوں؟ مجھے تو گورنر بنا دیا۔ دیکھو گورنر اس وقت بنے گا۔ جس وقت حسینؑ کو قتل کر دے گا۔ اس وقت گورنری مل جائے گی۔ انہیں قتل نہیں کرے گا۔ گورنری چھن جائے گی۔

ٹھیک ہے۔ کہنے لگا مجھے ایک رات کی مہلت دے دے۔ رات بھر سوچتا رہا۔ دوسرے دن پہنچا۔ حاکم کے پاس۔ پسر سعدؔ سے کہا کہ فیصلہ کر آئے۔ کہا کہ ہاں۔ کہا "(رے)" کی گورنری نقد ہے۔ جنّت ہے ادھار۔ تو میں نقد کو چھوڑ کر ادھار کی طرف چلا جاؤں۔ اس کے لئے میں تیار نہیں۔ میں حسینؑ کو قتل کروں گا۔ مجھے وہ پروانہ واپس دے دے۔ یہ ہے پسر سعدؔ کا کردار کہ وہ نقد لینا چاہتا ہے۔ ادھار نہیں لینا چاہتا۔ جنّت ادھار تھی۔ چھوڑ دی۔ "(رے)" کی گورنری نقد تھی۔ لے لی۔ جب کہ وہ بھی نہیں ملی۔

اور اب دوسری طرف سرداری لشکر حرؑ کی ہے۔ نقد ہے اور جنّت ادھار۔ وہ پسر سعدؔ ادھار سے نقد کی طرف گیا۔ حرؑ نقد سے ادھار کی طرف آیا۔ یہ فجور۔ فجور و تقویٰ کا توازن۔ اب اس سے زیادہ عرض نہیں کروں گا۔ دل پہ چوٹ۔ تو حُر کے اس وقت ہی پڑ چکی تھی۔ دو جملے سنو! جب پیاسا لشکر حسینؑ کے قافلے کے سامنے آیا۔ تو حرؑ نے کہا فرزند رسولؐ ہم سب پیاسے ہیں۔۔۔

تو کہا تھا نا۔۔۔ بھیا عباسؑ ان کے پانی کا بندوبست کرو۔ پانی کا بندوبست ہوا۔۔۔ جب پانی پی چکے۔۔۔ دیکھو۔۔۔ پانی کا بندوبست۔۔۔ اکبرؑ کے ہاتھ میں کُوزہ ہے۔ مشکیزہ ہے۔۔۔ عباسؑ کے ہاتھ میں کُوزہ ہے۔ مشکیزہ ہے۔ حسینؑ خود پلا رہے ہیں پانی۔ اور اس کے بعد کہا۔۔۔ بھیا عباسؑ۔۔۔ یہ تو پیاسے تھے ہی۔ ان کے جانور بھی تو پیاسے ہیں نا۔ ان کے لیے بھی پانی رکھ دو۔ حسینؑ کہہ رہے ہیں۔۔۔ اور سنو عباسؑ؟ جانور اس وقت تک سیراب نہیں ہوتا۔۔۔ جب تک تین مرتبہ پانی سے پانی پی کے منہ نہ اٹھا لے۔ تو جب تک تیسری دفعہ منہ نہ اٹھائے اس کے سامنے سے پانی کے برتن کو ہٹانا نہیں۔ تو چوٹ حرؑ کے دل پر اس وقت پڑ چکی تھی۔ پانی پلایا۔۔۔ دو جملے سنو۔۔۔ مجھے اجازت دو۔ پانی پلایا اور جا رہے تھے۔۔۔

حسینؑ ابن علیؑ نے گھوڑے کو موڑ کر روکا۔۔۔ بڑا بہادر تھا۔۔۔ وہ بہت بہادر تھا۔۔۔ وہ اپنے زمانے کے بہادر ترین انسانوں میں شامل تھا۔ جیسے ہی حسینؑ نے گھوڑے کو موڑا ہے نا۔ پانی پینے کے بعد حرؑ نے حسینؑ کے گھوڑے کی لجام فرس تھام لی۔۔۔ بس

گھوڑے کی لگام کا تھامنا تھا۔ ایک مرتبہ حسینؑ نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں اور کہنے لگے۔ ثَکِلَتْکَ اُمُّکَ حُر۔ تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے۔ تیری یہ مجال کہ۔۔۔ تیری یہ مجال کہ۔۔۔ تو نے میری "لجامِ فرس" تھام لی۔ حر کانپنے لگا۔ کہنے لگا فرزند رسولؐ آپ نے تو میری ماں کا نام لے لیا۔ لیکن میں کیا کروں کہ میں وضو کے بغیر آپ کی والدہ گرامی کا نام بھی نہیں لے سکتا۔

تم نے گریہ کیا۔۔۔ گریہ کیا۔۔۔ مجلس تمام ہوگئی۔ اگر وقت میں گنجائش ہوتی۔ تو میں تفصیلی مصائب حرؑ کے بیان کرتا۔ ایک جملہ سنو اور مجھے اجازت دو۔ دیکھو حسینؑ نے کیا کہا تھا۔ ثَکِلَتْکَ اُمُّکَ حُر۔ حر تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے۔ حُر کو یہ برداشت نہ ہوا۔ عرب کے لئے۔ بہت بڑی توہین ہے۔ کہ کسی بھی صورت میں اس کی ماں کا تذکرہ کیا جائے۔ بہت بڑی توہین ہے۔

حر کے دل پہ چوٹ لگی ہے۔ چوٹ لگی ہے کہ فرزند رسولؐ نے میری ماں کا نام لیا ہے۔ اب حر عاشور کی رات ہے۔ ٹہل رہا ہے۔ اپنے خیمہ میں۔ اس کا غلام جام آب کے لئے آیا۔ اس نے گھور کر دیکھا جام آب کو۔ اور اٹھا کے پھینک دیا۔ آدھی رات کے بعد غلام گھبرایا ہوا آیا۔ حر کا بھائی موجود تھا۔ قافلہ میں۔ لشکر میں گیا۔ اور کہا آج حر بہت پریشان ہے۔ بھائی آیا چھوٹا بھائی حر کا آیا۔ کہا بھیا۔ بھیا آپ پریشان کیوں ہیں۔

حر نے جواب نہیں دیا۔ ہاتھ تھاما۔ کھینچتا ہوا وہاں سے چلا جہاں حسینؑ کے خیمے ہیں۔ ان خیموں کے پیچھے پہنچا۔ رکا اور کہنے لگا کہ آوازیں سن رہے ہو۔ اب جو حر کے بھائی نے سنا تو آوازیں آرہی تھیں۔ اَلْعَطَشْ، اَلْعَطَشْ، اَلْعَطَشْ بھائی یہ حسینؑ کے چھوٹے چھوٹے بچوں کی آوازیں ہیں۔ صبح کا وقت تھا۔ صبح کا وقت تھا۔ یعنی شب عاشور میں حسینؑ کے بچے پیاس کے سبب سو نہ سکے۔ بس آخری جملے سنو۔ اور مجھے اجازت دو۔ میرے پاس اب دامن وقت میں گنجائش نہیں ہے۔ آخری جملے سنو! کہہ چکے تھے تاکہ۔ تیری ماں تیرے ماتم میں روئے۔

آیا۔۔۔ بیٹے کے ساتھ آیا۔ بھائی کے ساتھ آیا۔ غلام کے ساتھ آیا ہے۔ کہا

تھوڑی دیر خیمہ میں بیٹھ جا۔ حر تھوڑی دیر خیمہ میں بیٹھ جا۔ کہا نہیں مولی۔ نہیں مولی اگر مہمان نوازی کرنی ہے۔ تو میرے بیٹے کو اجازت دے دو۔ رو چکے! رو چکے تم! اور اذان مغرب بلند ہونے والی ہے۔ میرے بیٹے کو اجازت دے دو۔ حسینؑ نے اجازت دی۔

حر کا جوان بیٹا میدان میں گیا۔ لڑا۔ بڑی شان کے ساتھ لڑا۔ ایک مرتبہ گھوڑے سے زمین پر آیا۔ اور آواز دی بابا میری مدد کو آؤ۔ حر نے شیر غضبناک کی صورت میں حملہ کیا۔ اور حملہ کیا تو فوجیں بھاگیں۔ جب فوجیں بھاگیں تو حر کو اپنا بیٹا نظر نہیں آیا۔

آخر جملہ سنتا۔ حر کو اپنا بیٹا نظر نہیں آیا۔ ایک مرتبہ آواز دی میرے لعل تو کہاں ہے؟ میرے لعل تو کہاں ہے؟ حسینؑ کی آواز آئی حر پریشان نہ ہو تیرے بیٹے کا سر میرے زانوں پر رکھا ہوا ہے۔

اب جو حرؑ پہنچا ہے۔ تو دیکھا کہ حر کے بیٹے کا سر زانوں پر ہے۔

مجلس چہارم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۞ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۞ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۞ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۞ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۞ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۞ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۞ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۞ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۞ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۞ (سورۃ والشمس)

عزیزانِ محترم! ''تہذیب نفس اور تہذیب حاضر'' کے عنوان سے ہمارا سلسلۂ گفتگو۔ اپنے چوتھے مرحلے میں داخل ہو رہا ہے۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا۔

اور قسم ہے سورج کے اس وقت کی جب وہ اپنے کمال پر آ جائے۔

وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا قسم ہے چاند کی۔

کہ جب وہ بلا فاصلہ سورج کے پیچھے آ جائے۔

اور اپنے کمال کی منزل کی طرف۔

وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا قسم ہے دن کی۔ جب وہ مکمل طور سے روشن ہو جائے۔

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا اور قسم ہے رات کی جب وہ مکمل طور پر تاریک ہو جائے۔

وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا قسم ہے آسمان کی ہم نے اسے کتنا مکمل اور کتنا اچھا بنایا۔

وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا قسم ہے زمین کی کہ ہم نے اسے کس خوبصورتی کے ساتھ پھیلا دیا۔

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا قسم ہے نفس کی کہ ہم نے اسے کتنا بہترین بنایا۔

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا اور اسے فسق و فجور اور تقویٰ دونوں صلاحیتیں برابر سے ودیعت کر دیں۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا تو وہ شخص کامیاب ہو جائے گا۔ جو اپنے نفس کو پاکیزہ کر لے۔

وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا اور وہ شخص ہلاک ہو جائے گا جو اپنے نفس کو گناہوں سے آلودہ کر لے۔

پروردگار! نے ان آیات میں ذہن انسانی کو جو پیغام دیا۔ وہ پیغام یہ ہے کہ اگر مغفرت چاہتے ہو۔ اگر نجات چاہتے ہو۔ اگر کامیابی چاہتے ہو تو اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کرلو۔ اگر کامیابی چاہتے ہو۔ اپنے نفس کو گناہوں سے بچالو۔ گناہوں سے پاک کرلو۔ بھئی وہ کون سی چیزیں ہیں جو انسان کو گناہوں میں آلودہ کرتی ہیں۔

دیکھو! سب جانتے ہیں۔ میرا کوئی محترم سننے والا ایسا نہیں ہے۔ جو نہ جانتا ہو کہ نماز پڑھنے میں ثواب ہے۔ نماز نہ پڑھنے میں عذاب ہے۔ نماز پڑھنے میں ثواب ملے گا۔ نماز چھوڑنے سے عذاب ہوگا۔ تو نماز پڑھو تو ثواب ملے۔ خوف نماز پڑھوائے گا۔ اور دیکھو اگر نماز نہ پڑھی تو عذاب آ جائے گا۔ خوف! نماز پڑھوائے گا۔ دیکھو! بہت قریب ہو کے اپنے سننے والوں سے باتیں کر رہا ہوں۔ یہ دو لفظ! نوجوان دوستوں کے ذہنوں میں محفوظ ہو جائیں۔

شوق! اور خوف! تو جہاں شوق اور خوف دونوں غالب آ جائیں۔ اس کا نام ہے تقویٰ۔ جہاں پہ شوق اور خوف دونوں چلے جائیں۔ اس کا نام ہے فجور۔ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا۔ کیا عمدہ نفس ہم نے بنایا ہے۔ آسمان گواہ ہے۔ زمین گواہ ہے۔ سورج گواہ ہے۔ چاند گواہ ہے۔ روز و شب کا آنا جانا گواہ ہے۔ کتنا اچھا نفس ہم نے بنادیا۔ بھئی! رکے رہنا۔ اس لیے کہ جانا بہت دور ہے۔ تو اب کون شوق کی طرف مائل کرے۔

کون عذاب کے خوف میں مبتلا کرے۔ وہ کون سی طاقت ہے جو انسان کو شوق دلاتی ہے ثواب کا۔ اور خوف دلاتی ہے عذاب کا۔ اس طاقت کا نام ہے عقل۔ میں سمجھ

عمومی سے بہت بلند گفتگو کر رہا ہوں۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ یہ جو مجمع بیٹھا ہوا ہے نا یہ بھی سطح عمومی سے بلند ہے۔

اس لیے میں نے ان مسائل کو چھیڑا۔ تو اب عقل کا کردار سامنے آیا۔ اب ذرا سنتے جاؤ! اور اس بات کو ذہن میں محفوظ رکھو۔ کہ عقل کا کردار کہاں آتا ہے۔ سورہ یٰسین نے آواز دی کہ انسان میں تین چیزیں ہیں۔ یہ سب کو معلوم ہے تو۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ ۔ (سورہ یٰسین ۔۳۶)

ہم نے کائنات کے سارے جوڑوں کو تین چیزوں میں بنایا۔ جسم دیا۔ روح دی۔ نفس دیا۔ ہر انسان میں جسم ہے۔ ہر انسان میں روح ہے۔ ہر انسان میں نفس ہے۔ توجہ رہے! اب ان تین چیزوں سے مل کر جو مزاج بنے گا۔ وہ بھی تین قسموں پر ہوگا۔ بھئی جسم ہے تو فطرت آئے گی۔ روح ہے تو عقل آئے گی۔ نفس ہے تو خواہش آئے گی۔

دیکھو۔ اخلاقیات کے اور فلسفہ کے دقیق ترین مسائل ہیں جو میں اپنے سننے والوں کی خدمت میں ہدیہ کر رہا ہوں۔ اگر تمہارے پاس جسم ہے۔ تو فطرت کے تقاضے تو پورے ہوں گے۔ فطرت تو آئے گی۔ تمہارے مزاج میں فطرت تو ہوگی نا۔ اگر تمہارے پیکر میں روح ہے۔ تو تمہارے مزاج میں عقل آئے گی۔ اگر تمہارے پیکر میں نفس ہے تو تمہارے مزاج میں خواہش تو آئے گی۔ سب کچھ عقل نہیں ہے۔

بھئی! توجہ رہے! روک رہا ہوں۔ اپنے سارے سننے والوں کو سب کچھ عقل نہیں ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خواہش عقل کو دبا دیتی ہے۔ مثال دوں گا۔ اب دیکھو موضوع ایسا ہے نا تہذیب نفس اور تہذیب حاضر۔ مثال دوں گا۔ تاکہ میرے سننے والوں تک میرا پیغام پہنچ جائے۔ بھئی سننا! بہت ہی نازک مرحلہ فکر ہے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے۔ کہ خواہش۔ عقل کو دبا دیتی ہے۔

مثال دوں بھئی! بہت قریب کی مثال ہے۔ عقل نے کہا! توجہ رہے! نہیں ابھی عقل کہاں ہے؟ ابھی تو میں آپ کو ایک ایسی بات بتانے جا رہا ہوں۔ جو خواہش پیدا

کرتی ہے۔ بھئی کھانے کے لیے کچھ چاہیے نا۔ پیٹ کے جہنم کو ایندھن تو چاہیے نا۔ تو کہا بھائی! کوئی اچھی سی نوکری مل جائے۔ دیکھو خواہش! اگر ایک اچھی سی نوکری مل جائے تو یہ معاش کا مسئلہ حل ہو جائے۔ خواہش ہے نا عقل نے سمجھایا۔ کہ دیکھو اچھی نوکری اس معاشرے میں۔ ان حکمرانوں میں کیسے ممکن ہے۔

بھئی جنہیں خود مال بٹورنے سے فرصت نہیں ہے۔ وہ دوسروں کو کیا دیں گے۔ ٹھیک ہے نا! سنتے جاؤ! اچھا تو اب خواہش ہوئی کہ اچھی سی نوکری مل جائے۔ اب عقل نے طریقہ سمجھایا۔ دیکھنا ذرا؟ سوچنے والی بات ہے کہ اگر فلاں سے سفارش کروا دو تو اچھی نوکری مل جائے گی۔ تو خواہش تھی کہ نوکری مل جائے۔

عقل نے راستہ دکھایا۔ راستہ دکھلایا کہ بھئی نوکری نہیں ملے گی۔ اس لیے کہ کوئی کام اس ملک میں سفارش کے بغیر ہوتا ہی نہیں۔ دیکھو! ابھی! ابھی! تو میں نے سفارش کا تذکرہ کیا ہے۔ اب اس سے بڑا نسخہ کیمیا بھی بتلاؤں گا۔

کہ اگر کام سفارش سے نہ ہو تو کس چیز سے ہوگا۔ ابھی بتلاؤں گا اچھا۔ تو اب نفس نے خواہش کی کہ نوکری مل جائے۔ عقل نے کہا کہ فلاں سے سفارش کرواؤ۔ نوکری مل جائے گی۔ اب فلاں سے سفارش کروائی نوکری نہیں ملی۔ اب عقل سوچنے بیٹھ گئی کہ بھئی سفارش سے تو نوکری نہیں ملی۔ اب نوکری تو بہرحال چاہیے۔ تو اب ایک طریقہ اس ملک میں رائج ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ کسی بڑے کو جو نوکری دلوا سکتا ہو تو رشوت دے دو۔ نوکری لے لو۔

تو دیکھا تم نے عقل نے رشوت دینے کے لیے کیسے آمادہ کیا۔ اور اب وہ جو رشوت لے رہا تھا۔ اس نے رشوت تو لے لی۔ اور ضمیر نے ملامت بھی کی۔ کل کی آیت وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ (سورہ قیامت ۲) میں قسم کھاتا ہوں ملامت کرنے والے نفس کی کہ جو گناہ کے بعد ملامت کرتا ہے۔ اب ادھر رشوت تو اس نے دے دی نوکری لے لی۔ توجہ رہے۔ رشوت تو دے دی ضمیر نے ملامت بھی کر دی۔

اب اس کی عقل اس کو جواز پیش کر رہی ہے کہ بھئی کیا کریں۔ رشوت نہ لیتے تو کیا

کرتے۔ اس لیے کہ تھوڑی سی تنخواہ میں گزارہ نہیں ہوتا۔ مہنگائی اتنی بڑھ گئی ہے۔ کہ تھوڑی سی تنخواہ میں گزارا نہیں ہوتا۔ اس لیے رشوت لینے کا جواز پیدا کیا عقل نے۔ تو کبھی خواہش عقل کے تابع۔ کبھی عقل خواہش کے تابع۔ تو اب ایسے کو۔ جو خواہش کو بھی کنٹرول کرلے۔ عقل کو بھی کنٹرول کرلے۔ اس کا نام ہے محمد رسولؐ اللہ۔ صلوۃ

پہنچ رہی ہے نا بات۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ

(سورہ جمعہ۔۲)

وہ نفسوں کا تزکیہ کرے گا۔ جب خواہش اور عقل کی جنگ ختم ہوجائے گی۔ مجھے پھر آگے جانا ہے۔ اور اسی مرحلے سے آگے جانا ہے۔ عجیب مرحلہ ہے! یہ لاکھوں افراد جو تشریف فرما ہیں۔ کوئی ہے جو کہہ دے کہ میرا دل خواہش کے بغیر ہے۔ میرے دل میں کوئی تمنا نہیں ہے۔ میرے دل میں کوئی ہوس نہیں ہے۔ میرے دل میں کوئی آرزو نہیں ہے۔ میرے دل میں کوئی تمنا نہیں ہے۔ ہے کوئی نہیں ہے۔ تو اب بین الاقوامی مذہب والے اٹھ کھڑے ہوئے۔

بھئی سنتے جاؤ۔ آج ذرا اس طریقہ سے سنو جس طریقے سے میں بول رہا ہوں۔ بین الاقوامی مذہب والے اٹھ کھڑے ہوئے۔ نام لوں! اس مذہب کا۔ بھئی! بدھ مت کے پجاریوں نے کہا۔ دیکھو! گوتم بدھ۔ تاریخ انسانیت کا بہت بڑا انسان ہے۔ مجھے اس کی بڑائی میں کوئی شک نہیں ہے۔ میں اعتراف کرتا ہوں اس کی بڑائی کا۔ لیکن بڑائی کا اعتراف کرنا اور ہے۔ اور بات کا تسلیم کرلینا اور ہے۔ اب بہت ہی پڑھے لکھے مجمع کو میں گوتم بدھ کا فلسفہ بتلانا چاہ رہا ہوں۔ اور اگر وہ پہنچ گیا تو میں یہیں سے تزکیۂ نفس اور تہذیب نفس کی طرف چلا جاؤں گا۔

تو کوئی ایسا ہے جو تمنا سے خالی ہو۔ خواہش سے خالی ہو۔ ہوس سے خالی ہو۔ نہیں ہے نا۔ تو کہنے لگے! بڑے مذہبوں والے۔ بدھ مت والے۔ جینی مت والے۔ ریاضت کرنے والے۔ رہبانیت کرنے والے۔ بھئی دیکھو؟ دیکھو ایک چیز بتاتے ہیں۔ کہ یہ جو

ساری الجھن ہے دنیا میں۔ وہ فقط اس لیے ہے کہ کوئی دل بھی خواہش سے خالی نہیں ہے۔

تو بڑے بڑے بین الاقوامی رہبروں نے کہا۔ کہ بھئی آپ ساری خواہش دل سے نکال دو۔ تو تمہارے سارے مسائل حل ہوجائیں گے۔ تمہاری ساری الجھنیں ختم ہوجائیں گی۔ تمہارے سارے مسائل ختم ہوجائیں گے۔ اس لیے کہ جب بے غرض ہوجاؤ گے۔ بے خواہش ہوجاؤ گے۔ تو کوئی مسئلہ رہے گا ہی نہیں۔ ٹھیک ہے نا۔ کیا خوبصورت بات ہے۔

میرا بیٹا تو بہت بڑا ہے۔ دنیا! اگر گوتم بدھ کے فلسفے پر عمل کرے۔ تو دنیا مطمئن ہوجائے۔ آخرت ملے یا نہ ملے دنیا مطمئن ہوجائے۔ پھر سنا! ایک مرتبہ! گوتم بدھ کا فلسفہ سنا۔ تاکہ میں اس پر کمنٹ (Comment) کرسکوں۔ دیکھو؟ ساری الجھنیں۔ ساری پریشانیاں۔ ساری تکلیفیں۔ سارے پرابلم تمہیں اس لیے ہیں کہ تمہارے دل میں خواہش ہے۔ اگر دل کو خواہشوں سے پاک کردو۔ کوئی خواہش نہ رہے پھر تو تم مطمئن ہوجاؤ گے۔ جب تم مطمئن ہوجاؤ گے۔ تو گھر مطمئن ہوجائے گا۔ گھر مطمئن ہوگا تو معاشرہ مطمئن ہوگا۔ معاشرہ مطمئن ہوگا تو پورا ملک مطمئن ہوجائے گا۔

اچھا تو خواہش کو ختم کردو۔ رکے ہو۔۔۔ کیوں؟ اس لیے کہ سکون مل جائے۔ خواہش کو ختم کردو۔ کیوں ختم کردو؟ میں پوچھ رہا ہوں گوتم بدھ سے ان کے (Followers) سے۔ خواہش کو ختم کردو۔ کیوں؟ اس لیے کہ سکون مل جائے گا یعنی تم چاہتے ہو یہ کہ ساری خواہشات دلوں سے نکل جائیں۔ تاکہ سکون مل جائے۔ ارے بھئی! یہ سکون ملنا بھی تو ایک خواہش ہے۔ تم نے ساری خواہشوں سے دل کو خالی کیا۔ ایک خواہش کے لیے۔

بھئی! یہ اسلام نہیں ہے۔ اسلام تہذیبِ نفس کا مذہب ہے۔ پیٹ اس کی خواہش۔ اسے بھی پورا کرو۔ آنکھ اس کی خواہش۔ اسے بھی پورا کرو۔ دماغ اس کی خواہش ہے۔ اسے بھی پورا کرو۔ محبت جذبہ ہے خواہش ہے۔ محبت کرو۔ نفرت جذبہ ہے نفرت کرو۔ یعنی اللہ نے۔ قرآن نے۔ اسلام نے پابندی جذبے پر نہیں لگائی۔ جذبہ کو صحیح راستہ پر

لگا دیا۔

دیکھو ذرا؟ گوتم بدھ کا مرتبہ اور کہا قرآن مجید نے۔ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ہم یہ نہیں کہتے کہ نفس کو اپنی ساری خواہشات کے ساتھ پاک کرو۔ نہیں ممکن ہی نہیں ہے۔ نفس کو پاکیزہ بنالو۔ تاکہ ہر خواہش پاکیزہ بن جائے۔ سنتے جاؤ۔ سنتے جاؤ۔

ہم نہیں منع کرتے کہ محبت نہ کرو۔ کہاں قرآن میں لکھا ہے؟ کہ محبت نہ کرو، محبت فطری جذبہ ہے محبت اس سے کوئی نہیں روکتا۔ محبت ایسا سیلاب ہے کہ اس سیلاب کے سامنے جو آجائے۔ وہ خس و خاشاک کی طرح بہہ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے محبت پر بندھ نہیں باندھے۔ بلکہ محبت کا راستہ معین کردیا کہ ان سے کرو۔ اُن سے نہ کرو۔

بات پہنچ رہی ہے نا۔ بہت آہستہ آہستہ میں اپنی منزل فکر سے قریب ہو رہا ہوں۔ محبت فطری جذبہ ہے نا۔ اچھا تو بھائی سے محبت کرنا فطری جذبہ ہے۔ ممکن نہیں ہے کہ بھائی ہو۔ اور محبت نہ ہو۔ پروردگار نے یہ نہیں کہا۔ کہ اس محبت کے آگے بندھ باندھ دیا جائے۔ بھائی سے محبت کرتے ہو نا۔ تو اب میں اصول بتلاتا ہوں۔ کہ کون؟ بھائی ہے۔ کون نہیں ہے؟۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (سورہ حجرات۔۱۰) سارے مسلمان بھائی ہیں۔ اب اگر محبت کرنی ہے تو سب سے کرو۔ دیکھ رہے ہو نا۔ وہ کیا سماج بنا رہا ہے۔ کیسا سماج بنا رہا ہے؟ یہ سماج ہے اسلام۔ اور یہی اصول ہے جیسی محبت ویسی نفرت، یہ فطری جذبہ ہے۔ فطری جذبہ ہے۔ نفرت سے روکا نہیں جاسکتا۔ نفرت تو ہو کے رہے گی۔ اگر محبت ہوتی ہے نا بھئی تو نفرت ہو کے رہے گی۔ تو پروردگار تمہیں نفرت سے نہیں روکے گا۔ بلکہ نفرت کو راستہ پر لگا دے گا۔ تو اگر اِن سے محبت کرو تو اُن سے نفرت کرو۔

پہنچ گئی۔ پہنچ گئی نا بات۔ ہم نے محبت پر پابندی لگائی۔ نہ نفرت پر پابندی لگائی۔ دیکھو غضب غصہ فطری جذبہ ہے۔ غصہ سے منع نہیں کیا۔ غضب غصہ سے منع نہیں کیا۔ غضب کا اردو ترجمہ کررہا ہوں غصہ۔ ٹھیک ہے نا۔ اگر اللہ غصہ سے منع کرتا۔ تو وہ

آیت کہاں جاتی۔ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ (سورہ الحمد۔۷) وہ تو خود غضب نازل کرتا ہے۔ وہ تو خود غضب نازل کرتا ہے۔ بھئی توجہ رہے۔ توجہ رہے۔ اللہ! بھی تو کبھی جلال میں آتا ہے نا۔ کبھی غضب میں آتا ہے۔ تو فطری جذبہ ہے غضب کا۔ اور فطری جذبہ ہے راضی ہونے کا ناراض ہونا یہ بھی فطری ہے۔ راضی ہونا یہ بھی فطری ہے۔ اور یہ دونوں فطری جذبے اللہ کی صفات حسنہ سے نکلے ہوئے ہیں۔

بھئی! غضب میں نے دکھا دیا۔

وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ (سورہ بقرۃ۔۶۱)

اللہ کے غضب کا شکار ہوگئے یہودی۔ غضب کرتا ہے اور راضی بھی ہوتا ہے۔ کل کی آیت

یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۝

(سورہ فجر۔۲۷۔۲۸)

تو اللہ سے راضی ہو۔ اللہ تجھ سے راضی ہو۔ تو اللہ غضب ناک بھی ہوتا ہے اور اللہ راضی بھی ہوتا ہے۔ تو ہم تمہارے جذبہ کو منع نہیں کرتے۔ تمہارا جی چاہے غضب ناک ہوجاؤ۔ تمہارا جی چاہے راضی ہوجاؤ لیکن بس بات نکل آتی ہے۔ کہ جس پر اللہ غضب ناک ہو۔ اس پر تم بھی غضب ناک ہوجاؤ۔ جس سے اللہ راضی ہو۔ اس سے تم بھی راضی ہوجاؤ۔ یعنی خدا کے غضب میں شریک ہوجاؤ۔

سنتے جاؤ۔ سنتے جاؤ۔ اس لیے کہ میں بہت دور لے جارہا ہوں۔ اور وہاں تک پہنچنے کے لیے یہ مرحلے بہت ضروری ہیں۔ محبت کرو۔ ہم بتائیں گے کن سے کرو۔ نفرت کرو۔ ہم بتائیں گے۔ کہ کن سے نفرت کرو۔ یہ قرآن میں۔ فرعون کے۔ نمرود کے اور ہامان کے قصے لکھے ہوئے ہیں۔ یہ مقام عبرت ہیں۔ بھئی اس لیے لکھا ہے کہ نفرت کرو۔ برائیاں دیکھ کر۔

توجہ رہے۔ اللہ! غضب ناک ہوتا ہے۔ جس سے اللہ غضب ناک ہوجائے۔ تم بھی غضب ناک ہوجاؤ۔ اللہ! راضی ہوتا ہے۔ جس سے اللہ راضی ہوجائے۔ تم بھی تم بھی

اس سے راضی ہو جاؤ۔ تو مالک اب یہ کیسے پتا چلے؟ کہ تو غضب ناک ہے۔ تو کس سے راضی ہے۔ تو اب رسولؐ نے یہ آواز دی۔ صحیح کتاب کی صحیح روایت۔ "اِنَّ اللّٰہ"۔ شہزادی آئی۔ رسول کی بیٹی آئی۔ رسول کی مسجد میں آئی۔ رسولؐ اٹھ کر کھڑے ہوئے۔ اپنی جگہ پر بٹھا دیا۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! بیٹی کا اتنا احترام! کہنے لگے کہ کیسے احترام نہ کروں۔ اِنَّ اللّٰہ یغضِبُ بِغَضَبِہا وَیَرضیٰ لِرِضہا بھئی اس کا غضب۔ اللہ کا غضب ہے۔ اس کی رضا۔ اللہ کی رضا ہے۔ تو اب بی بی کے کردار پر نگاہ رکھنا۔ جس سے راضی ہو۔ راضی رہنا۔ جس سے ناراض ہو۔ ناراض ہو جانا۔ صلوٰۃ

پہنچ رہی ہے نا بات! بڑے۔ بڑے۔ عجیب مرحلے پر اپنے سننے والوں کو لے کر آ گیا۔ اب پھر واپس جا رہا ہوں۔ سمجھ میں آ گئی نا بات۔ کچھ کام عقل انجام دیتی ہے۔ کچھ کام خواہش انجام دیتی ہے۔ لیکن سنو سب کچھ عقل نہیں ہے۔ پیاس لگی۔ کسے لگی۔ خواہش کو۔ نفس کو۔ عقل نے کہا پانی پی لو۔ لیکن کیا عقل پانی لا کر دے گی؟ نہیں۔ فطرت پانی لا کر دے گی۔ تو ٹیم ورک چل رہا ہے۔

میں اس سے زیادہ آسان فلسفہ کے دقیق ترین مسائل کو نہیں سمجھا سکتا؟ پیاس لگی۔ بھئی پیاس لگی تھی۔ نفس کو۔ تو عقل نے کہا۔ پیاس لگے تو پانی پی لے۔ اور فطرت نے لا کر دے دیا۔ کہ یہ ہے پانی۔ توجہ رہے۔ یہ ہے پانی۔ بھوک لگی نفس کو۔ عقل نے کہا۔ جسے بھوک لگے۔ اسے کھانا کھانا چاہیے۔ ٹھیک ہے نا۔ فطرت نے اسے لا کر دے دیا کھانا۔ کہ یہ ہے کھانا۔

آپ کو کچھ اندازہ ہے کہ ایک لقمہ کے لیے یہ پوری کائنات کیا کر رہی ہے۔ ایک لقمہ کے لیے کیا ہوتا ہے۔ روٹی کے ایک لقمے کے لئے۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝۱ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝۲ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝۳ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۝۴ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝۵ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝۶

یہ آیتیں ذہن میں رہیں۔ بھئی تمہارے منہ تک ایک لقمہ جاتا ہے۔ ٹھیک ہے نا۔ اب ذرا آیتوں کو ذہن میں رکھنا۔ سورج بھی ہے چاند بھی ہے۔ زمین بھی ہے۔ آسمان بھی ہے۔ ہوائیں بھی ہیں۔ دن بھی ہے۔ رات بھی ہے۔ بھئی کچھ ہے نا۔

اور اللہ نے ان مظاہر فطرت کو تمہارے سامنے پیش کر دیا۔ کہ بھائی انہیں دیکھو یہ گواہ ہیں۔ یہ گواہ ہیں کس بات کے۔ گواہ ہیں تم نے زمین میں زراعت کی گندم کا بیج ڈال دیا۔ تو روٹی کا ایک لقمہ لینا ہے تم نے۔ تم نے گندم کا بیج ڈال دیا۔ زمین نے اس چیز کو قبول کر لیا۔ ٹھیک ہے نا۔ تم نے پانی ڈالا پانی نے اس میں نشوونما دے دی۔ ہوائیں چلیں۔ ہواؤں نے پودوں میں بالیدگی پیدا کر دی۔ پھر سورج چمکا سورج نے اسے پکا دیا۔ پھر چاند چمکا چاند نے غلہ میں مٹھاس پیدا کر دی۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝۱ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝۲ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝۳ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۝۴ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝۵ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝۶

اچھا تو اب سورج نے بھی کام کیا۔ چاند نے بھی کام کیا۔ زمین نے بھی کام کیا۔ ہواؤں نے بھی کام کیا۔ اور اب گندم تیار ہو گیا۔ کاٹ کے لے آیا ہے۔ گندم لے آئے نا جب لے آئے تو چکی میں پیسا۔ چکی میں پیسنے کے بعد اس کا آٹا بنایا۔ آٹے کو۔ پانی میں پھر گوندھا۔ جب گوندھ کر تیار کر لیا۔ اب آگ جلائی۔ آگ پر توا۔ رکھا۔ اور اب روٹی پکائی اور ایک لقمہ دھن تک گیا۔ اس میں سورج بھی شریک، چاند بھی شریک، زمین بھی شریک، آسمان بھی شریک۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا. دیکھا آپ نے! اس سائنس کا بھی جواب نہیں ہے۔ اور قرآن مجید میں۔ اللہ نے عجیب و غریب قسم کھائی ہے۔ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ (سورہ تکویر۔۱۸) قسم ہے صبح کی جب لمبی سانس لے۔ سن رہے ہو نا آج۔ آج کچھ مسائل حل ہو جائیں۔ اچھا تو ایک لقمہ کے لیے سورج بھی کام کرلے۔ چاند بھی کام کرلے۔ زمین

بھی کام کرلے۔ ہوائیں بھی کام کریں۔ آسمان بھی کام کرے۔ اور وہ ایک لقمہ کتنی محنت سے تمہارے منہ تک جارہا ہے۔

کتنی محنت سے جارہا ہے۔ مت کھاؤ۔ چھوڑ دو۔ کہا نہیں۔ نفس کو لگی ہے بھوک۔ اور عقل نے کہا کہ روٹی پکاؤ۔ اور اب فطرت نے روٹی پکائی بھئی توجہ رہے۔ تو جہ رہے۔ تینوں کا ٹیم ورک سمجھ میں آگیا۔ بھوک لگی روٹی پکی۔ اور اب روٹی کو۔ منہ کے حوالے ہونا ہے۔ اور حلق سے نیچے روٹی کو اتر جانا ہے۔ بس اب یہ مذہب کا کردار آگیا۔ اور یہاں تہذیب نفس آگئی۔ اب آپ کو دیکھنا یہ ہے کہ یہ روٹی حلال کی ہے یا حرام کی۔

یہیں تو دیکھا جائے گا۔ تمہاری تہذیب نفس کو یہیں جانچا جائے گا۔ کہ تم کھا لیتے ہو۔ یا یہ دیکھتے ہو۔ کہ یہ روٹی حلال کی ہے۔ یہ حرام کی۔ بھئی! قرآن نے آواز دی۔ سورہ انعام۔ بہت تیزی کے ساتھ گزروں گا۔ اس آیہ مبارکہ سے۔ یہ بڑی امپورٹنٹ (Important) اہم آیت ہے۔ اس لیے اب میں بہت تیزی کے ساتھ گزروں گا۔

سورہ انعام چھٹا سورہ آیت کا نشان ۱۴۵ قل لاجد۔ بھئی عجیب وغریب آیت ہے۔

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْلَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِاللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَاعَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ؀ (سورہ انعام۔ ۱۴۵)

دیکھو! اب میں مجبور ہو گیا ہوں بھئی سننا! یہ جو اختتام آیت ہے۔ ایک لفظی ترجمہ کر رہا ہوں اور مفہوم آپ کے ذہن کے حوالے کر رہا ہوں۔ پیغمبر فرماتے ہیں۔ حبیبؐ کہہ دو۔ اللہ کہہ رہا ہے۔ جتنی بھی چیزیں مجھ پر وحی کی گئی ہیں۔ فلاں فلاں چیزیں حرام ہیں۔ سوائے ان کے لئے اور نہیں۔ سوائے ان کے مجھے اور نہیں ملی اچھا تو وہ چیزیں کیا ہیں؟۔ جن کو پروردگار عالم نے وحی کے ذریعے حرام کر دیا۔ کیا؟ کیا؟ چیزیں حرام ہیں۔

پیغمبرؐ کہہ رہے ہیں۔ آیت ہے قرآن کی۔ ان کے علاوہ مجھ پر کسی چیز کے حرام ہونے کی وحی نہیں کی۔ بھئی! بھئی! عجیب وغریب مرحلہ ہے۔ جہاں میں اپنے سننے والوں کو لے کر آگیا۔ کیا کتے کا گوشت حرام نہیں ہے؟۔ لیکن رسولؐ یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ مجھ پر

تو بس اتنی چیزوں کی حرام ہونے کی وحی کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ تو پھر یہ کتے کا گوشت حرام کیسے ہوگیا؟ یا رسول اللہ! آپ ہی نے تو کہا ہے۔ تو اب معلوم ہوا کہ رسولؐ کے لیے ضروری نہیں ہے کہ ہر حکم وحی کے ذریعے سے آئے۔ رسول کا مزاج۔ وحی الٰہی ہے۔ صلوٰۃ

بھئی! سنتے جاؤ! میرے پاس۔ بہت زیادہ وقت نہیں ہے۔ اور بہت دور جانا ہے۔ اچھا جو مُشرک گوشت پیش کریں۔ وہ گوشت کھانا حرام ہے۔ مُشرک کا ذبیحہ کھانا جائز نہیں ہے۔ زید نے رسولؐ اللہ کی دعوت کی اور ایک بھیڑ ذبح کی۔ بھنی ہوئی ران، رسولؐ کے سامنے رکھ دی۔ جاؤ! سیرت النبیؐ میں اور تفسیر کی کتابوں میں اس واقعہ کو دیکھو۔ اور اس واقعہ کو دیکھنے کے بعد عبرت حاصل کرو۔ زید نے دعوت کی۔ پہچانتے ہونا۔ زید ابن حسام نے دعوت کی۔ رسولؐ آئے اور کھانے کے اوپر بیٹھ گئے اور جب بیٹھ گئے۔ تو ان کے سامنے بھیڑ کی ایک بھنی ہوئی ران رکھی۔

رسولؐ نے سوال کیا کہ یہ کس نے ذبح کی۔ ذبیحہ کس کا ہے؟ عرض کی کہ ذبیحہ مُشرک کا ہے۔ رسولؐ نے یہ آیت پڑھی۔

وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ (سورہ انعام۔ ۱۴۵)

جس حلال جانور کو مُشرک ذبح کرے گا۔ اس کا کھانا حرام ہے۔ عام مسلمانوں کے لیے کھانا حرام ہے۔ ارے میں تو رسولؐ ہوں۔ پابند شریعت کے لیے مُشرک کے ہاتھ کا ذبیحہ حرام ہے۔ میں تو وارث شریعت ہوں۔ میں کیسے کھالوں؟۔ تو رسولؐ ایک لقمہ بھی مُشرک کے ذبیحہ کا نہیں کھا سکتے۔ اب مسلمان اپنے وجدان کو گواہ بنا کے بتائے کہ ۴۵ سال جو ابو طالبؑ کے گھر میں کھانا کھاتے رہے وہ کیا تھا؟۔ صلوٰۃ

یہ ایک آیت ہی۔ ابو طالب کی طہارت کے لیے کافی ہے۔ کبھی پھر صحیح بیان کروں گا۔ اب میں پھر واپس جا رہا ہوں۔ تو کچھ کام فطرت کرتی ہے۔ کچھ کام خواہش کرتی ہے۔ کچھ کام عقل کرتی ہے۔ اب دیکھو؟ کچھ جستہ جستہ باتیں ہو جائیں۔ تاکہ آج اصول و کلام معین ہو جائیں۔ کل کے لیے۔ فطرت کے دو اصول۔ اگر کچھ کام ہوا ہے تو کام کرنے والا

نہیں۔ بڑا پڑھا لکھا مجمع بیٹھا ہوا ہے۔ دیکھو آیت حدیث پڑھوں۔ تو میرے اس اصول کو (Reject) کر دینا۔ مت ماننا۔ میں نہیں چاہ رہا ہوں۔ کہ آپ اس آیت کو اس حدیث کو۔ میری بات کی سپورٹ (Support) میں مانیں۔

میں تو ایک کامن سینس (Common sense) کی بات کرنا چاہ رہا ہوں۔ فطرت کے دو اصول۔ اگر کوئی کام ہوا ہے۔ تو کوئی کام کرنے والا ہے۔ ٹھیک ہے نا۔ پہلا اصول ہے کوئی کام ہوا ہے۔ تو کوئی کام کرنے والا ہے۔ اور اگر کام کرنے والا عقل مند ہے۔ تو یقیناً کام میں غرض بھی ہوگی۔ بھئی سنیئے، اب تو یہ دو اصول سمجھ میں آ گئے۔ پہلا اصول لے جاتا ہے توحید تک۔ اور دوسرا اصول لے جاتا ہے قیامت تک۔ اور تم ان دونوں کے درمیان میں ہو۔

بہت نازک مرحلہ فکر ہے نا۔ دیکھو! بہت قریب ہو کے۔ نوجوان دوستوں کو پیغام دے رہا ہوں۔ اور سنو۔ اور اسے اچھی طرح یاد رکھنا۔ اس لیے کہ تمہیں۔ تمہاری زندگی کے ہر موڑ پر میرے یہ جملے کام آئیں گے۔ پوچھیں گے؟ لوگ تم سے۔ کہ میاں یہ پانچ اصول دین کہاں سے لے آئے؟۔ تم سے پوچھیں گے؟۔ تو تم کہنا! حدیث کو ایک طرف رکھو۔ ابھی بعد میں بات کریں گے۔ قرآن! کو بھی رکھ دو ابھی۔ بعد میں قرآن سے بات کریں گے۔ ذرا یہ فطرت کے اصولوں کو تو دیکھو۔ توجہ رہے۔

فطرت کا پہلا اصول ہے۔ اگر کام ہوا ہے۔ تو کوئی کام کرنے والا ہے۔ اگر یہ کائنات تشکیل پائی ہے۔ تو کوئی ضرور اس کا خالق ہے۔ اور اگر بنانے والا عقلمند ہے۔ اس کی کوئی غرض ہے۔ غرض ہے قیامت۔ تو پوری انسانیت۔ توحید اور قیامت کے درمیان میں ہے نا۔ ہے توجہات مبذول ہے نا۔ اور اب تم اپنے آپ کو دیکھو؟ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيفًا (سورہ نساء۔ ۲۸) ہم نے انسان کو بڑا کمزور بنایا ہے۔ اچھا واقعاً کمزور بنایا۔ میں نے کمزور ہونے کا جسٹی فیکیشن (Justification) دیا ہے۔

تو اللہ نے کمزور کیوں بنایا ہے۔ انسان کو کمزور بنایا ہے۔ کمزوری کو رفع کیسے کرے گا۔ کمزوری بندے کی احتیاج ہے کیسے رفع ہو؟۔ کہا مت گھبراؤ۔ ماں کو ساتھ رکھوں گا۔

تاکہ اسے ٹھنڈک ملتی رہے۔ کمزوری دور ہوتی رہے۔ کمال ہے! کمال ہے! اس کریم کی کریمی کا کمال ہے! کہ ابھی آپ دنیا میں آئے نہیں ہیں کہ غذا کا بندوبست پہلے سے موجود ہے۔ اچھا جب آپ دنیا میں آئے تو ایک عیب لے کر آئے۔ کون سا عیب، کمزوری کا عیب۔ ایک اور بھی عیب ساتھ لے کر آئے ہیں۔

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا (سورہ النحل۔۷۸)

تم دنیا میں آئے تھے تو جاہل آئے تھے۔ تو انسان کی سب سے بڑی ضرورت غذا نہیں ہے۔ سب سے بڑی ضرورت علم۔ اور انسان کی سب سے بڑی احتیاج غذا نہیں ہے۔ سب سے بڑی احتیاج علم ہے۔ اور انسان کا سب سے بڑا عیب کمزوری نہیں ہے۔ سب سے بڑا عیب ہے جہالت۔ جہالت بہت ہی بری شے ہے۔

بہت بری اتنی بری شے ہے۔ کہ پروردگار نے قرآن میں آواز دی۔ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ (سورہ احزاب آیت ۳۲) ہے قرآن کا۔ اور میں قرآن کا جملہ عرض کروں۔ اور میں پھر واپس جاؤں گا۔ اصول دین کی طرف۔ لیکن ابھی رکے رہنا۔ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ. يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ. اے نبی کی بیویوں! پروردگار ازواج مطہرات کو خطاب کر رہا ہے۔ قدر کرو۔ ان آیتوں کی يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (سورہ احزاب۔۳۲) اے نبیؐ کی بیویوں تم عام عورتوں جیسی نہیں ہو۔ جو نبیؐ کے گھر میں آ جائیں وہ عام عورتوں جیسی نہ ہو۔ تو خود نبی تم جیسا کیسے ہو گیا۔ صلوۃ

ٹھیک ہے نا۔ بھئی میں تو آیت پڑھ رہا ہوں۔ اچھا اب ترتیب سے بھی نہیں پڑھ رہا۔ تفصیل کے ساتھ۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ. (سورۂ احزاب آیت ۳۳) دیکھو نبیؐ کی بیویوں۔ ازواج مطہرات سے کس محبت اور کس شان سے پروردگار گفتگو کر رہا ہے۔ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ اے نبی کی بیویوں اپنے گھروں میں ہی رہنا۔ اور شرط نہیں کہ صرف زمانہ رسول تک بلکہ ہمیشہ گھر میں رہنا۔ دیکھ رہے ہو نا۔ دیکھ رہے ہو۔ صورت حال کو۔ وَلَا تَبَرَّجْنَ اس ٹکڑے کے لیے میں نے زحمت دی تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى (سورۂ احزاب آیت ۳۳) اور دیکھو جاہلیت اولیٰ کے زمانے کی طرح بن سنور کر باہر نہ نکلنا۔

جو نبی کے گھر میں آ جائے۔ اللہ کو پسند نہیں ہے۔ کہ اس کے کردار میں جاہلیت ہو۔ اور وہی نبی خود جاہل ہو یہ کیسا عقیدہ ہے۔ سمجھ رہے ہو نا یہ بات۔ بات پہنچ گئی۔ اچھا تو اب علم کی بڑی احتیاج ہے۔ اور سب سے بڑا عیب جہالت ہے۔ ٹھیک ہے نا۔ کس کے ذریعے دور کیا اس جہالت کو۔ بھئی اگر جہالت دور نہ ہو۔ تو روٹی بھی نہ ملے۔ ہے نا۔ یہ غذا بھی۔ علم پر مبنی ہے۔

اگر۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی۔ تو قرآن نے آواز دی وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (سورہ دخان۔۳۲) ہم نے جو نبی بنائے ہیں وہ علم کی بنیاد پر بنائے ہیں جہالت کی بنیاد پر نہیں بنائے۔ تو اگر آپ کی احتیاج علم نہیں ہے۔ بھئی توجہ رہے تو آپ جاہل ہیں۔ اللہ فرما رہا ہے ہم نے تمہارے لئے عالم بنا دیئے۔ تو توجہات مبذول رہیں۔ آپ علم میں کمزور ہیں۔ آپ جاہل ہیں۔ تو اس نے سہارے کے لئے عالم دے دیئے۔ تو اب اصول طے ہو گیا۔

بھئی۔ توجہ رکھنا۔ اب میں پچھلی ساری تقریروں کا خلاصہ کر رہا ہوں۔ اگر کوئی کام ہوا ہے۔ تو کوئی خالق ہے "توحید"۔ کام اگر کمال کی بنیاد پر ہوا ہے۔ تو خالق "عادل" ہے۔ عدل۔ اگر تم جاہل ہو۔ تو ہم نے تمہارے لیے نبی رکھے۔ "نبوت" اور اگر آپ کی جاہلیت برقرار ہے۔ تو آخرت تک کے لئے کوئی ہدایت کرنے والا ہو، "امامت" ہے یا نہیں۔ پہنچ گئی نا بات۔ میں نے آیت وغیرہ تو نہیں پڑھی نا۔ میں تو تمہیں صرف یہ بتلانا چاہ رہا تھا۔ کہ یہ ہیں اصول دین۔ توحید اور قیامت کے درمیان میں۔ پوری انسانیت، پوری انسانیت توحید اور قیامت کے درمیان ہے۔

دنیا اسٹیشن ہے قافلوں کا۔ قافلے آتے ہیں۔ تو اسٹیشن کا مطلب کیا ہے۔ قافلے آئے۔ گاڑی آئی چلے گئے۔ اسٹیشن پھر سونا ہو گیا۔ یہی ہے نا۔ تو یہ دنیا! گزرگاہ ہے۔ منزل نہیں ہے۔ یہ دنیا قافلوں کا اسٹیشن ہے۔ پڑاؤ ہے۔ کچھ دیر ٹھہر کر دم لے کر۔ تمہیں آگے بڑھ جانا ہے۔ بھئی یہی سبب ہے کہ سلیمانؑ نے دنیا مانگی۔ سلیمانؑ جیسا نبی۔ دنیا مانگی یا نہیں۔ حکومت مانگی تھی نا حکومت سلیمانؑ نے۔ اب میں کیا عرض کروں! اپنے محترم

سننے والوں کی خدمت میں۔ سلیمانؑ نے دنیا مانگی۔ لیکن کس شان کے ساتھ دنیا مانگی۔

بھئی بہت توجہ رکھنا۔ اس لیے۔ اس لیے کہ جو آیت میں ہدیہ کر رہا ہوں۔ سلیمانؑ کا پورا کریکٹر اس سورہ میں ہے۔ آیہ یہ ہے۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ

(سورہ ص۔ ۳۵)

پروردگار میری مغفرت کر دے۔ میری بخشش کر دے۔ دعا کیا مانگی۔ میری بخشش کر دے اور اس کے بعد کہا مالک مجھے ایسی حکومت دے دے جو میرے بعد کسی اور کو نہ ملے اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ اس لیے کہ تو ہی عطا کرنے والا ہے۔ کوئی اور مجھے دے نہیں سکتا۔ پہلے ہے مغفرت کی دعا۔ بعد میں ہے حکومت کی دعا۔

ایسا حکمران ہو۔ تو نبی کہلائے۔ ایسا حکمران ہو۔ تو قرآن اسے نبوت کی فہرست میں رکھے۔ بھئی یہ حاکم بعد میں نبی پہلے۔ رَبِّ اغْفِرْلِیْ. رَبِّ اغْفِرْلِیْ. پروردگار میری بخشش کر دے۔ میری مغفرت کر دے۔ میری آخرت کو محفوظ کر دے۔ اور پروردگار ایسی حکومت دے دے جو میرے بعد کسی اور کو نہ ملے۔ پہلے بخشش کی دعا۔ اگر بخشش ہی نہ ہو۔ تو دنیا کی ہر نعمت بکواس ہے۔

نبی اللہ سلیمانؑ ۔ ان کا یہ پیغام یاد رکھنا۔ اگر مغفرت نہ ہو۔ تو کرسئ صدارت بھی بکواس ہے۔ کرسئ وزارت عظمیٰ بھی بکواس ہے۔ اصل بنیاد مغفرت ہے۔ توجہ رکھنا۔ مغفرت ہے۔ ہم دنیا اور آخرت کے درمیان ہے نا۔ "فَسَخَّرْنَا" اب دیکھو جواب آیا۔ سلیمانؑ کی دعا کا۔ پہلے کہا تھا مغفرت کر دے۔ تو مغفور تو ہے ہی۔ اس لیے مغفور ہے کہ نبیؑ کہا ہے۔

ٹھیک ہے نا۔ اب آواز دی۔ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَیْثُ اَصَابَ (سورہ ص۔ ۳۶) بھئی عجیب وغریب آیت ہے۔

وَالشَّیٰطِیْنَ کُلَّ بَنَّآءٍ وَّ غَوَّاصٍ ٥ (سورہ ص ۳۷)

ہم نے سلیمانؑ کے لیے مسخر کر دیا ہواؤں کو۔ اب جہاں سلیمانؑ جانا چاہیں۔

ہوائیں انہیں آہستگی سے اٹھائیں۔ آہستگی سے اتار دیں۔ اور ہم نے۔ یہ جو دیو تھے۔ جنات تھے۔ ابلیس تھے۔ شیطان تھے۔ انہیں مسخر کر دیا کہ وہ سمندروں میں غوطہ لگائیں۔ اور سلیمانؑ کی من پسند چیزیں لائیں۔ اور ہم نے ان دیوؤں کو ان جناتوں کو مسخر کر دیا۔ جو سلیمانؑ کے لئے اونچی اونچی عمارتیں بنائیں۔

بھئی بہت۔ بہت توجہ رہے۔ اور درمیان سے ایک آیت چھوڑ رہا ہوں۔

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (سورہ ص ۳۹)

جاؤ سلیمان یہ ہماری عطا ہے۔ یہ حکومت۔ یہ حکومت جو تم نے مانگی ہے۔ یہ ہماری عطا ہے۔ اب چاہے اپنے پاس رکھو۔ چاہے بانٹ دو۔ بس۔ میرے دوستو! اب میرے پاس دامن وقت میں بہت زیادہ گنجائش نہیں ہے۔

سلیمانؑ! یہ جو تمہیں بادشاہت ملی ہے۔ پوری کائنات کی۔ ٹھیک ہے نا۔ یہ ہماری عطا ہے۔ تم نے اپنے زور بازو پر نہیں لی ہے۔ جسے زور بازو سے ملے اس کا نام ہے جزا اور جسے انعام ملے اس کا نام ہے عطا۔ بھئی رکے رہنا۔ میں عطا اور جزا سمجھا دوں۔ اور پھر ایک چھوٹی سی آیت پڑھ دوں۔ اور گفتگو جو ہے وہ اپنی آخری منزلوں سے قریب ہو جائے۔

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ہ سلیمان! یہ حکومت ہماری عطا ہے۔ عطا کا ترجمہ سن لو۔ انعام! یہ ہمارا انعام ہے! ٹھیک۔ چاہے اپنے پاس رکھو۔ چاہے بانٹ دو۔ ہم حساب نہیں لیں گے۔ پوچھیں گے نہیں۔ کہ حکومت فلاں کو کیوں دے دی؟۔ فلاں کو کیوں دے دی؟۔ بانٹ دو۔ یہ ہماری عطا ہے۔ عطا وہ ہے جو بغیر استحقاق کے ملے۔ انعام ہے۔ ہے نا۔ اور جزا میں نے محنت کی۔ آپ مجھے جزا دیں گے۔ نہیں دیں گے۔ نہیں دیں گے تو جزا واجب ہوگئی۔ جزا تو واجب ہو جاتی ہے۔ عطا ہو یا نہ ہو۔ عطا چاہے ملے یا نہ ملے۔ جزا۔ بدلہ تو مل کر رہے گا۔ جزا تو مل کے رہے گی۔ تو سلیمانؑ کو حکومت عطا کی ہے۔ عطا۔ جزا۔ نہیں ہے۔

اور سورہ ھل اتی نے آواز دی۔ جَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً (سورہ الدھر۔۱۲) ہم نے آل محمدؐ کو جنت عطا نہیں کی ہے جزا میں دی ہے۔ پہنچ گئی بات۔ پہنچ گئی نا بات۔

میرے محترم سننے والوں تک۔ سلیمانؑ کو حکومت عطا میں ملی تھی۔ انہیں بانٹنے کا اختیار دے دیا۔ تو جس کی ملکیت جنت بن جائے۔ جس کی ملکیت جنت بن جائے۔ کیا اسے بانٹنے کا اختیار نہیں ہوگا۔ بھئی کہنے لگے کہ ہماری سمجھ میں یہ بات۔ نہیں آتی۔ کہ علیؑ کیسے جنت بانٹیں گے کہ تو بھئی تمہاری سمجھ میں نہیں آتی تو اپنی جگہ رہو۔ ان ہی کو بانٹیں گے۔ جس کی سمجھ میں آتی ہے۔ صلوٰۃ

ان ہی کو بانٹیں گے۔ بس اب میری تقریر آخری مرحلوں سے قریب ہوگئی۔ کیا بھول گئے؟ اس روایت کو۔ "حُبّ علیّ جواز لِلجنّۃ" بھئی بہت سے لوگ عرب ملکوں سے جا کے آئے ہیں نا۔ اس محترم مجمع میں ایسے لوگ بیٹھے ہوں گے کہ جنہوں نے خلیج کے ملک اور دوسرے عرب ملکوں کے دورے کیے ہوں گے۔ ملازمتیں کی ہوں گی۔ انہیں معلوم ہے کہ پاسپورٹ کے کہتے ہیں "جواز حُبّ علیّ۔جواز لِلجنّۃ. علی" کی محبت جنت کا پاسپورٹ ہے۔ صلوٰۃ

اب اس سے زیادہ اپنے سننے والوں کو زحمت سماعت نہیں دوں گا۔ میرے پاس دس دقیقے ہیں۔ اور ان ہی دس دقیقوں میں یا اس سے قبل گفتگو کو ختم ہو جانا ہے۔ اس لیے کہ میرے وہ مومن بھائی جو اپنی مسجدوں کو بہت پہنچتے ہیں۔ انہوں نے آج ٹیلیفون پر مجھ سے یہ خواہش کی ہے۔ کہ میں انہیں اتنا وقت دے دوں کہ وہ اپنی مسجدوں میں جائیں۔ تو اذان سے قبل مجلس کو ختم ہو جانا چاہیے۔ تو اب یہاں تک بات آ گئی۔

حُبّ علیّ جواز لِلجنّۃ یہی ترجمہ کرتے ہوئے آئے تھے کہ علیؑ کی محبت پروانہ جنت ہے۔ آج جواز کے معنی سمجھ میں آئے۔ اس لیے کہ آج۔ آج صحیح معنوں میں جواز کا مطلب سمجھ میں آ گیا۔ ذرا کسی غیر ملک میں بغیر پاسپورٹ کے گھس کر تو دکھاؤ۔ بس اب۔ اب اس سے زیادہ گفتگو نہیں ہوگی۔ گفتگو میری تمام ہوگئی۔ لیکن بڑی عجیب وغریب روایت ذہن میں آئی۔ بس اس روایت کو سنو اور مجھے اجازت دو۔ ایک شخص آیا رسولؐ کی خدمت میں۔ جاؤ مناقب کی کتابوں میں دیکھو۔ میں نے کبھی اس قسم کی روایت منبر سے نہیں پڑھی لیکن آج جی چاہتا ہے کہ پڑھوں۔

اب تمہیں یہ روایت ہدیہ کر رہا ہوں۔ ایک شخص آیا رسولؐ کے پاس یا رسولؐ اللہ۔ دیکھو اب نبی کی زبان مطہر سے جو جملہ نکل جائے۔ وہ قلم ہے۔ قیامت تک کے لیے قلم ہے۔ "یا رسُول اللّٰہ اصُوم و اُصلّی و اعمل صالِحاً. ھَل لِی نجات"۔ اللہ کے رسولؐ نمازیں پڑھتا ہوں۔ روزے بھی رکھتا ہوں۔ اور دوسرے اعمال صالح بھی کرتا ہوں۔ کیا مجھے نجات ہوجائے گی؟ "قَالَ لَا" کہا نہیں۔ ہے نا مصیبت۔ یہ ذہن میں رہے۔ کہ جنت کی۔ اور نجات کی شرط ہے نماز روزہ۔ لیکن سب کچھ یہی نہیں ہے۔ اور میرا مشن یہی ہے کہ میں بتلاؤں۔ میرا مشن شرط ہے جنت کی۔ نماز ہو روزہ ہو۔ زکوۃ ہو خمس ہو۔ تو جتنے بھی عمل صالح ہیں۔ عمل بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذیل میں جتنی بھی چیزیں آتی ہیں وہ سب نجات ہیں۔ جتنی بھی چیزیں آتی ہیں وہ سب نجات ہیں۔ صرف سب کچھ یہی نہیں ہے۔ کوئی چیز اور ہے۔ کوئی چیز اور ہے نا۔

کہا نہیں یہ چیزیں ٹھیک ہیں اپنی جگہ پر ہیں۔ ولکن مع شرائطھا یہ سب ٹھیک ہیں۔ یہ سب ٹھیک ہیں لیکن ...... بھئی سننا۔ یہ اس وقت نجات کے لیے۔ ضروری ہوں گی جب اس کی شرط مکمل ہوگی۔ گھبرا گیا۔ پوچھنے والا گھبرا گیا۔ کہنے لگا یا رسول اللہ وہ شرط کیا ہے؟ وہ شرط کیا ہے، اب سنو گے۔ سننا۔

رسولؐ کہنے لگے "لوْصلّیت الفاً وصُمت الفاً وحججت الفاً" بھئی عجیب و غریب مرحلہ فکر ہے۔ "و غذیت مع کلّ نبي الفاً و حججت مع کلّ نبي الفاً حجّة والفاً و قرات تورات و زبورا والا نجیل والقرآن کلّ یوم ویملت بھاہین. پوچھنے والے سن۔ اگر تو نے ہزار سال نمازیں پڑھیں۔ ہزار سال روزے رکھے۔ ہزار سال حج کئے۔ ہزار نبیوں کے ساتھ ہزار ہزار جنگیں لڑیں۔ ہزار ہزار نبیوں کے ساتھ ہزار ہزار حج کیے۔ ہزار ہزار عمرے کیے۔ تو نے توریت کی تلاوت کی۔ تو نے زبور کی تلاوت کی۔ تو نے انجیل کی تلاوت کی۔ تو نے قرآن مجید کی تلاوت کی۔ ہر وہ تلاوت کی اور ان پر عمل بھی کیا تو اگر تیرے دل میں علیؑ کی محبت نہیں ہے۔ تو سب بے کار ہے۔ صلوۃ۔

بس۔ اب میری تقریر تمام ہونے والی ہے۔ بھئی فجور کے مقابلے میں تقویٰ سمجھ

میں آ گیا۔ تقویٰ یہی ہے کہ عذاب الٰہی سے ڈرتے رہو۔ تقویٰ یہی ہے کہ ثواب کی تمنا کرتے رہو۔ تقویٰ یہی ہے کہ نماز روزے پر عامل رہو۔ لیکن امام المتقین کا ساتھ چھوٹنے نہ پائے کسی عمل میں۔

بس۔ میری تقریر تمام ہوئی۔ کیا فجور اور تقویٰ کو پہچانتے نہیں ہو۔ خوب پہچانتے ہو۔ بس دو جملوں کے اندر گفتگو کو تمام کروں گا۔ عاشور کا دن نکلا۔ اور ادھر سے پسر سعد لعین نے اپنی کمان میں تیر جوڑا۔ اور تیر جوڑنے کے بعد کہنے لگا۔ سنو گے۔ لشکر والو! گواہ رہنا کہ پہلا تیر خیام حسینی کی طرف میں پھینک رہا ہوں۔ بھئی دو ہی تو گواہیاں ہیں کربلا میں۔ ایک فجور کی گواہی۔ ایک تقویٰ کی گواہی۔ یہ دو ہی تو گواھیاں ہیں۔

پسر سعد لعین نے کیا کہا۔ لشکر والو! تم گواہ رہنا کہ حسینؑ کے خیمے کی طرف پہلا تیر میں پھینک رہا ہوں۔ اور جب علی اکبرؑ کو بھیجا ہے۔ تو حسینؑ نے کیا کہا تھا۔ پروردگار تو گواہ رہنا۔ اجرکم علی اللہ بس میرے دوستو! میرے پاس زیادہ وقت نہیں رہا۔ لیکن یہ جملے سن لو۔ دیکھو لشکر والو! تم گواہ رہنا کہ پہلا تیر حسینؑ کے خیمے کی طرف میں پھینک رہا ہوں۔ اور یزید لعین کے دربار میں۔ بادشاہ کے دربار میں۔ چل کر گواہی دینا تاکہ مجھے انعام ملے۔ اب جو انعام کا لالچ سنا نہ۔ تو لشکر والوں نے۔ بھی اپنی کمانوں میں تیر کھینچ لیے۔

یزید لعین کی فوج میں چار ہزار تیر انداز تھے۔ ادھر پسر سعد لعین نے تیر پھینکا حسینؑ کے خیمہ کی طرف۔ اور ادھر چار ہزار تیر اندازوں نے تیر پھینکے۔ اچھا ادھر سے چار ہزار تیر ایک ساتھ۔ اور ادھر بہتر سینے بھی نہیں ہوں گے۔ تم نے۔ میرے جملے کو محفوظ کرلیا۔ ادھر تو بہتر سینے بھی نہیں ہیں۔ ان تیروں کو روکنے کے لیے۔ اس لیے کہ بہتر میں ایک چھ مہینہ کا بچہ بھی ہے۔

اجرکم علی اللہ۔ سنو جب تیر چلے ہیں نا۔ تو حسینؑ کے صحابیوں میں ایک ہیجان پیدا ہوا۔ میرا جملہ سن لینا۔ کہ ہمارے پاس اتنا سامان نہیں ہے کہ ان چار ہزار تیروں کو ہم روک سکیں۔ لیکن وائے ہو ہماری زندگی پر۔ ہماری زندگی میں اگر کوئی تیر حسینؑ کے خیمے پہنچا۔ تو حسینؑ کے ساتھیوں نے۔ بس دو جملے سن لو مجھے اجازت دو۔ حسینؑ کے

ساتھیوں نے یہ طے کیا کہ خیام حسینی کے سامنے گھوڑے ملا کر کھڑے ہو جائیں۔

اجر کم علی اللہ۔ حسینؑ کے خیموں کے سامنے حسینؑ کے ساتھی گھوڑے ملا کر کھڑے ہو گئے۔ لیکن گھوڑوں کے درمیان جگہ تھی نا۔ وہ لوگ جن کے پاس گھوڑے نہیں تھے۔ پیادہ تھے وہ ان گھوڑوں کے درمیان میں بیٹھ گئے۔ کہ تیر اپنے اوپر لیں گے۔

حسینؑ تک تیر نہیں جانے دیں گے۔ ظالموں نے تیروں کی بارش کی بس تم نے گریہ کیا۔ تقریر تمام ہوئی۔ ظالموں نے تیروں کی بارش کی۔ ظالم تیر پھینک کر تھک گیا۔ جب تھک گیا تیروں کی بارش رکی۔ تو حسینؑ چلے۔ یہ دیکھنے کے لیے کہ کون ساتھی زندہ ہے۔ کون ساتھی ساتھ چھوڑ گیا۔

حسینؑ ابھی چند دوستوں کو لے کر مقتل میں گھوم رہے تھے۔ کہ اتنے میں کسی بی بی کے رونے کی آواز آئی۔ حسینؑ نے پوچھا یہ کون بی بی ہے اور کیوں رو رہی ہے۔ کسی نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ فرزند رسولؐ یہ مسلمؓ ابن عوسجہ کی کنیز ہے۔ اجر کم علی اللہ. اجر کم علی اللہ آخری جملے سنو اور مجھے اجازت دے دو۔

فرزند رسولؐ۔ یہ مسلمؓ ابن عوسجہ کی کنیز ہے۔

سنا! جملے سنا! آئے۔ پوچھنے لگے کہ کیا؟ مسلمؓ گزر گئے۔ کہا نہیں فرزند رسولؐ۔ ابھی مسلمؓ میں تھوڑی سی جان باقی ہے۔ بس یہ سننا تھا۔ کہ حسینؑ تیزی سے مسلمؓ کے قریب آئے۔ کنیز ہٹ گئی۔ مسلمؓ کا سر لیا۔ اپنے زانوں پر رکھا۔ ایک مرتبہ حبیب ابن مظاہرؓ آئے۔

بھئی سننا! حبیبؓ بھی ساتھی تھے حسینؑ کے۔ مسلمؓ بھی دوست تھے حسینؑ کے۔ اب دونوں کی گفتگو سنیں۔ مسلمؓ کی سانس اکھڑ چکی تھی۔ بھئی توجہ رہے جملوں پر اس لیے کہ ذرا سا مجھے آگے جانا ہے۔ مسلمؓ کا سر حسینؑ کے زانوں پر ہے۔

حبیبؓ ابن مظاہر آئے کہا! مسلمؓ تمہاری سانس اکھڑ چکی ہے۔ اور تم اس دنیا سے جانے والے ہو۔ خیمہ میں تمہاری زوجہ بھی موجود ہے اور تمہاری کنیز بھی موجود ہے۔ میں زندہ ہوں نا۔ تم مجھے وصیت کر دو۔ اگر کچھ کرنا ہے۔ اپنی زوجہ کے لیے اور اپنی اولاد کے

لیے۔ تو مجھ سے کہہ دو۔ ایک مرتبہ مسلمؑ نے آنکھیں کھولیں کہا بیوی کے لئے کوئی وصیت نہیں ہے۔ اولاد کے لیے کوئی وصیت نہیں ہے۔ "اُوصِیکُم ھٰذا لَمظلُوم" حبیب میرے بعد میرے مظلوم مولیٰ کا خیال رکھنا۔

اجرکم علی اللہ۔ اجرکم علی اللہ۔ میرے مظلوم مولیٰ کا خیال رکھنا۔ بس۔ بس۔ دو جملے سنو۔ اتنا کہا۔ اور مسلمؑ کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ حسینؑ نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون یہ کہہ کر اٹھے حسینؑ اپنے خیمے کے دروازے پر آئے۔ اب منظر سنئا۔ مسلمؑ کا انتقال ہو چکا۔ مسلمؑ دنیا سے گزر گئے۔

ایک مرتبہ حسینؑ کی نگاہ پڑی۔ ایک خیمے کے دروازے کا پردہ اٹھا ایک چھوٹا سا بچہ۔ چھوٹے سے قد کا کم سن بچہ اتنا کم سن کہ جو تلوار اس کے بازو میں حمائل تھی۔ وہ زمین پر خط دیتی جارہی تھی۔ وہ خیمے سے باہر نکلا۔ تو اب باہر نکل کر خیمے سے اس نے کسی کو سلام کیا۔ جسے سلام کیا وہ نظر نہیں آیا۔ سلام کیا اور چلا مقتل کی طرف۔ حسینؑ نے کہا ارے یہ کس کا بچہ ہے۔ ارے اسے بلا کے لاؤ۔ یہ کس کا بچہ ہے۔ اصحاب دوڑے۔ دوڑ کے بچے کو لے کر آئے۔

اب میں روک رہا ہوں اپنی تقریر کو۔ اور ایک سوال کرنا چاہتا ہوں کہ بچہ جارہا تھا۔ ایک چھوٹا سا بچہ۔ اصحابؓ گئے۔ اسے بلا کے لائے۔ چمکار کے لائے ہوں گے۔ پیار کر کے لائے ہوں گے۔ طمانچے مار کے تو نہیں لائیں ہوں گے۔ بچہ آیا۔ بچہ آیا۔ کہا! بیٹے تو کہاں جارہا تھا۔ کہا! مولیٰؑ میں مقتل کی طرف جارہا تھا۔ کہا! بیٹے تو مقتل کی طرف کیوں جارہا تھا؟ کہا! مولیٰ" آپ کی مدد کے لیے۔

کتنا غریب ہے حسینؑ کہ چھوٹے چھوٹے بچے رحم کھا رہے ہیں۔ کہا! بیٹے تیری ماں خیمے میں ہوگی۔ تو واپس چلا جا۔ کہا! مولیٰؑ میں کیا کروں۔ میری ماں ہی نے تو تلوار باندھی ہے۔ حسینؑ نے کہا! واپس چلا جا کہ ایک مرتبہ خیمہ کا پردہ پھر اٹھا ایک سیاہ پوش بی بی باہر آئی السّلام علیک یا ابا عبد اللہ مولیٰ میں مسلم کی بیوہ ہوں۔ مولیٰ میرا یہ ہدیہ قبول کریں۔

مجلس پنجم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
وَالشَّمۡسِ وَضُحٰىہَا ۪ۙ﴿۱﴾ وَالۡقَمَرِ اِذَا تَلٰىہَا ۪ۙ﴿۲﴾ وَالنَّہَارِ
اِذَا جَلّٰىہَا ۪ۙ﴿۳﴾ وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰىہَا ۪ۙ﴿۴﴾ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىہَا ۪ۙ﴿۵﴾
وَالۡاَرۡضِ وَمَا طَحٰىہَا ۪ۙ﴿۶﴾ وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰىہَا ۪ۙ﴿۷﴾ فَاَلۡہَمَہَا
فُجُوۡرَہَا وَتَقۡوٰىہَا ۪ۙ﴿۸﴾ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰىہَا ۪ۙ﴿۹﴾ وَقَدۡ
خَابَ مَنۡ دَسّٰىہَا ﴿ؕ۱۰﴾ (سورۃ والشمس)

عزیزان محترم! تہذیب نفس اور تہذیب حاضر کے عنوان سے ہم نے جس سلسلہ گفتگو کا آغاز کیا ہے وہ سلسلہ گفتگو اتنی تیزی کے ساتھ اپنے پانچویں مرحلے میں داخل ہوگیا ہے میں نے "تہذیبِ نفس" کیا ہے؟ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ اب تھوڑا سا تعارف "تہذیب حاضر" کا کرنا چاہ رہا ہوں۔ تاکہ یہ پتہ چل جائے کہ آج کی جو گلوبل تہذیب ہے وہ کون سی تہذیب ہے۔ (گلوبل سوسائٹی) کرہ ارض کی جو تہذیب ہے کرہ ارض کا جو معاشرہ ہے اس کی بنیاد کیا ہے؟۔

آج کے انسان کا دعویٰ یہ ہے۔ کہ فطرت کو تسخیر کرلیا۔ ہم نے فطرت کی توانائیوں کو اسیر کرلیا۔ ہم نے زمین کے زرہ زرہ کو نچوڑ کر۔ اس سے وہ طاقت پیدا کی کہ اگر ہم چاہیں تو اس طاقت کے ذریعے پوری انسانیت کو تباہ کردیں۔ یہ ناز دیکھا آپ نے تسخیر کا۔ یعنی ناز اطاعت کا نہیں ہے۔ تباہ کرنے کا ناز ہے۔

ہم نے۔ اس زمین کی طاقتوں کو جس طریقے سے اسیر کیا ہے۔ اور ان طاقتوں سے ہم نے ایسے مہلک ہتھیار بنائے ہیں۔ ایسے مہلک ہتھیار بنائے کہ اگر ہم چاہیں تو پوری انسانیت کو تباہ کردیں۔

بھئی! یہ طاقت کا فلسفہ بڑا ہی بھیانک ہے۔ایک بہت بڑا مشہور فلسفی گزرا ہے جس کا نام تھا نطشے۔ بڑا مشہور فلسفی ہے۔اور ہمارے ملک کے مشہور شاعر ڈاکٹر اقبال نے اسے ''مجذوب فرنگی'' کے نام سے یاد کیا ہے۔اور تعریفیں بھی کئی مقام پر فرمائی ہیں۔ کسی مقام پر تنقید بھی کی ہے۔اگر وہ مجذوب فرنگی اس زمانے میں ہوتا۔تو اقبال اس کو بتلاتے کہ مقام کبریا کیا ہے۔تو اقبال نے اسے مجذوب فرنگی کہا اور اس کے علم کا اعتراف بھی کیا ہے۔

اس کا فلسفہ جانتے ہو؟ کیا ہے؟۔اس کا فلسفہ ہے ''طاقت کا فلسفہ''۔اس نے کہا! اس دنیا میں زندہ رہنے کا حق فقط اسے ہے جو طاقتور ہے۔اور دنیا میں کمزور کو جینے کا حق نہیں ہے یعنی جو کمزور انسان ہو اسے زندگی گزارنے کا حق نہیں ہے۔اس نے یہ لکھا۔ کہ طاقتور کو یہ حق حاصل ہے۔کہ کمزور کو فنا کردے یا نیست و نابود کردے یا ہلاک کردے۔اس لیے کہ اس کے پاس ہے کمزوری۔اُس کے پاس ہے طاقت۔ تو زندگی کی بنیاد اس نے طاقت کو بنایا۔اور موت کی بنیاد کمزوری کو بنایا۔

معلوم ہوا کہ آج کی یہ ''تہذیبِ حاضر'' ایسی ہے۔کہ ہر بڑا آدمی یہ چاہتا ہے کہ چھوٹا آدمی نیست و نابود ہوجائے اور ہر بڑا ملک یہ چاہتا ہے۔کہ چھوٹا ملک تباہ و برباد ہوجائے۔ ہر بڑی طاقت یہ چاہتی ہے کہ چھوٹی طاقت ذلیل ہوجائے۔خوار ہوجائے۔ نیست ہوجائے۔نابود ہوجائے۔

لیکن اب اللہ کے مزاج کو کیا کرو گے؟۔بھئی توجہ رہے کہ کیا لوگ بڑی طاقتوں کے مزاج سے واقف نہیں ہیں کہ ہر بڑی طاقت کی یہ خواہش ہے۔کہ وہ چھوٹی طاقت کو یا غلام بنالے یا ہلاک کردے۔

آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہر بڑی طاقت کی تمنا ہے کہ چھوٹی طاقت ہلاک ہوجائے۔ یا چھوٹی طاقت غلام بن جائے۔لیکن تاریخ انسانیت کو اٹھا کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ!

نمرود! اپنے زمانے کی سب سے بڑی طاقت۔فرعون! اپنے زمانے کی سب سے بڑی طاقت۔ابراھا! وہ جو خانہ کعبہ پر حملے کے لیے آیا تھا۔اپنے زمانے کی سب سے

بڑی طاقت۔ لیکن نمرود کیسے ہلاک ہوا کہ ناک میں مچھر گھس گیا تھا۔ اتنی چھوٹی سی شے ناک میں گھسی اور نمرود ہلاک ہوگیا۔ ایک مچھر نے نمرود کو ہلاک کر دیا۔

فرعون کیسے ہلاک ہوا؟ اپنے ہی ملک کی بہنے والی نیل کی ایک موج نے اسے ہلاک کر دیا۔ ابراھا کیسے ہلاک ہوا؟ ایک کنکری سے ہلاک ہوگیا۔ تو پروردگار کی سنت یہ ہے۔ کہ جب بڑی طاقت کو ذلیل کرواتا ہے۔ تو ہمیشہ چھوٹی طاقت سے ذلیل کرواتا ہے۔

بھئی! ''تہذیبِ حاضر'' کو ناز کس بات پر ہے؟ طاقت پر۔ اور ایک چیز اور سنتے جاؤ۔ دیکھو میں نے بڑے فلسفی کا نام لیا تھا نکشے! یہ مجلس درسگاہ علمی ہے۔ یہ مجلسیں موبائیل یونیورسٹیاں ہیں۔ اور اُن یونیورسٹیوں اور اِس یونیورسٹی میں فرق یہ ہے کہ۔ اُس میں ایک درجہ کا طالب علم دوسرے درجہ میں چلا جائے تو وہاں کی بات سمجھ میں نہیں آئے گی۔ اور یہ وہ درس گاہ ہے کہ اس میں ہر درجہ کا انسان بیٹھا ہوا ہے۔ اور ہر درجہ کی باتیں ہورہی ہیں سب سمجھ رہے ہیں نا۔

اچھا تو تم نے نکشے کا فلسفہ سن لیا۔ اچھا تو دیکھو۔ ایک بہت بڑا سائنٹسٹ (Scientist) گزرا ہے۔ اور اس کا نام ہے آئین اسٹائن۔ اس نے ایک فلسفہ دیا جس کا نام ہے (نظریہ اضافیت) اب اگر میں الجھا دوں سائنس کے ایک فارمولے میں تو بات موخر ہو جائے گی۔

دیکھو ''نظریہ اضافیت'' نوجوان دوستوں کی خدمت میں۔ بہت مشکل مرحلہ ہے۔ اور کہا یہ جاتا ہے ''نظریہ اضافیت'' کو پوری دنیا میں کل ڈھائی انسانوں نے سمجھا صرف ڈھائی افراد نے۔ دو نے مکمل طور سے اور ایک نے آدھا۔ تو میں ''نظریہ اضافیت'' نہیں سمجھاؤں گا۔ لیکن ایک بات چھوٹی سی سمجھاتا جاؤں وہ یہ کہ!

دیکھو ''اضافیت'' کے معنی۔ یہ جو شامیانہ تمہارے اوپر ہے اور ایک شخص اس شامیانے کے اوپر جا کر بیٹھ جائے اور آپ اس کے نیچے ہیں تو ایک ہی وقت میں اوپر بھی اور نیچے بھی بات واضح ہوگئی۔ یہ ہے اضافیت۔ یہ شامیانہ تمہارے سر کے اوپر

ہے اور اگر کوئی شامیانے کے اوپر جا کر بیٹھ جائے۔ تو یہی شامیانہ اس کے پاؤں کے نیچے۔ تو آپ کی نسبت سے اوپر اس کی نسبت سے نیچے۔ یہ ہے نظریہ اضافیت کا سمجھ گئے نا بات کو۔

بھئی مثال دے رہا ہوں آلو کی۔ نوجوان دوستوں کے لیے۔ آلو لوہے کی نسبت سے نرم ہے۔ اور روح کی نسبت سے سخت ہے یعنی نرمی بھی ہے سختی بھی ہے۔ ایک ہی وقت میں نرمی بھی ہے سختی بھی ہے۔ تو اب ''نظریہ اضافیت'' نے جو ماحول بنایا ہے۔ وہ ماحول یہ ہے کہ ساری اخلاقی قدریں اضافی ہیں۔ اگر سچ فائدہ پہنچائے تو اچھا ہے اور نقصان پہنچائے تو برا ہے۔

دیکھو؟ دیکھو ''اضافیت'' نے تمہاری اخلاقی قدروں کو ناپائیدار بنا دیا۔ یہیں لانا چاہ رہا تھا۔ سارے سننے والوں کو۔ میں تمہارا احترام کیوں کروں؟۔ اگر فائدہ پہنچاؤ گے۔ تو احترام کروں گا۔ اگر نہیں پہنچاؤ گے۔ تو احترام نہیں کروں گا۔ میں تم سے کیوں ملوں؟

یہ مفاد پرست معاشرہ جس میں تم ہو۔ جس کا نام ہے ''تہذیب حاضر'' یہ مفاد پرست معاشرہ۔ اس کی بنیاد یہ ہے۔ کہ جو کچھ ہے وہ طاقت ہے اور اس کی کوئی صفت اخلاقی نہیں ہے۔ جب تک کہ ہمیں فائدہ نہ پہنچائے۔ تو انسانیت کا احترام اس وقت ہوگا۔ تمہارے معاشرے میں۔ جب وہ تمہیں فائدہ پہنچائیں۔ اور اگر فائدہ نہ پہنچائے۔ تو تم اسے ذلیل سمجھو گے۔ اس سے ملاقات نہیں کرو گے۔ اسے حقیر سمجھو گے۔ یہ ہے ''تہذیب حاضر''۔

سمجھ گئے نا۔ اب زیادہ تمہید میں روکوں گا نہیں۔ اپنے سننے والوں کو سمجھ گئے۔ بھئی دیانت داری کیوں؟۔ اگر فائدہ پہنچا گئی اچھی۔ اگر نقصان پہنچائے گی۔ دیانتداری کو اٹھا کر پھینک دوں گا۔ شرافت اگر فائدہ پہنچائے گی۔ تو اختیار کر لوں گا۔ اگر شرافت فائدہ نہیں دے۔ تو اختیار کرنے کا فائدہ کیا ہے؟۔ تو جو کچھ ہے وہ فائدہ کی بنیاد پر ہے۔

انسانیت میں احترام نہیں رہا۔ تم جو مل رہے ہو۔ وہ احترام کی بنیاد پر نہیں۔ فائدہ کی بنیاد پر۔ یہ ہے ''تہذیب حاضر''۔ اور اب ''تہذیب نفس'' کے بارے میں ایک چھوٹا

سا جملہ سن لیں! علیؑ نے مالک اشتر کے نام خط لکھا۔ کہ دیکھو انسانیت کا احترام کرو۔ اس لیے کہ انسانوں کی دو قسمیں ہیں۔ اِمَّا اخٌ "لَکَ فِی الدِّینِ وَاِمَّا نَظِیرٌ" لَکَ فِي الْخَلقِ ○

بھئی عجیب و غریب جملہ ہے یہ علیؑ کا۔ اگر یہ پہنچ گیا۔ تو "تہذیب نفس" کا معاشرہ۔ تمہاری سمجھ میں آ جائے گا۔ دیکھو مالک اشتر گورنر ہیں مصر کے۔ اور علیؑ نے ایک خط لکھا ہے حکمران کو۔ کہ حکمرانی کیسے کرنی چاہیے اور گورنر کو گورنری کیسے کرنی چاہیے؟۔

کاش ہمارے زمانے کے گورنر بھی اسے پڑھ لیتے۔ میں تو زمینی معاشرے کی بات کر رہا ہوں۔ تم احترام کرتے ہو۔ فائدے کی بنیاد پر۔ اور علیؑ نے مالک اشتر کو۔ گورنر کو۔ اپنے گورنر کو کہا۔ کہ دیکھو انسان کا احترام کرو۔ اِمَّا اخٌ "لَکَ فِی الدِّینِ وَاِمَّا نَظِیرٌ" لَکَ فِي الْخَلقِ انسانوں کی دو ہی قسمیں ہیں۔ یا دین میں آپ کا بھائی ہے اور یا انسانیت میں آپ کا شریک ہے۔ سمجھ رہے ہو نا۔

بھئی بات اگر واضح ہو گئی ہے تو میں یہیں سے آگے لے جاؤں گا۔ اسلام کے اقدار اخلاقیات۔ اسلام کے اقدار اضافی نہیں ہیں۔ جو بات طے کر دی وہ طے کر دی۔ کیا بھول گئے۔ کہ رسولؐ کے پاس مشرکین کا ڈیلی گیشن (Delegation) آیا۔ اور کہا محمدؐ! سارا جھگڑا اس بات کا ہے۔ دیکھو! اب میں قریب ہو گیا۔ اب نہ میں کسی فلسفی کا نام لوں گا۔ نہ کسی سائنٹسٹ (Scientist) کا۔ اب تو میں اپنے نبی کا نام لوں گا۔ اور نبیؐ کے نام کے حوالے سے میں آگے بڑھ جاؤں گا۔

طاقت اور اضافیت۔ یہ دو چیزیں ذہن میں محفوظ رہیں۔ مشرکین کا ڈیلی گیشن آیا۔ کہ محمدؐ ہمارے تمہارے درمیان جھگڑا صرف اس بات کا ہے۔ کہ تم ہمارے بتوں کو نہیں مانتے۔ ہم تمہارے خدا کو نہیں مانتے۔ تو ایسا کرو کہ تم ہمارے بتوں کو مان لو۔ ہم تمہارے خدا کو مان لیں گے۔

اس کے جواب میں یہ سورہ آیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔قُلْ یٰاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ○ (سورہ کافرون ۔ ۱) دیکھو

نہ بتوں کی عبادت کرتا ہوں۔ نہ کروں گا۔ درمیان سے جملہ چھوڑ رہا ہوں۔ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ (سورہ کافرون۔۳) اور میں نے کبھی بتوں کی عبادت نہیں کی۔ پہلے جملے میں تھا۔ کہ نہ عبادت کرتا ہوں۔ نہ کروں گا۔ حال میں عبادت نہیں کر رہا ہوں۔ مستقبل میں عبادت نہیں کروں گا۔

اور دوسرے جملے میں کہا۔ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ○ اور سنو! میں نے کبھی تمہارے بتوں کی عبادت نہیں کی۔ تو پیغمبرؐ نے دو جملے میں تین زمانوں کا تذکرہ کیا۔ میں وہ ہوں! جس نے! ماضی میں بتوں کی عبادت نہیں کی۔ جو حال میں! بتوں کی عبادت نہیں کر رہا ہے۔ جو مستقبل میں! بتوں کی عبادت نہیں کرے گا۔ تو محمدؐ یہ ہے۔

بھئی توجہ رہے۔ مقام ہدایت یہ ہے۔ کہ ماضی میں بت پرست ہو۔ نہ حال میں بت پوجے۔ نہ مستقبل میں بت پوجے۔ تو اب اس مقام ہدایت پر رسولؐ کے بعد وہی آئے گا۔ جو نہ ماضی میں بت پرست ہو۔ نہ حال میں پوجے بتوں کو۔

پہنچ رہی ہے نا بات۔ بڑے نازک مرحلے پر لے آیا ہوں میں۔ اپنے سننے والوں کو۔ اور اگر یہ نازک مرحلہ آسانی کے ساتھ طے ہوگیا۔ تو سمجھو موضوع اسی مقام سے آگے بڑھ جائے گا۔ تو۔ اسلام کے عقائد میں۔ اضافیت نہیں ہے، پائیداری ہے۔ اور اسلام میں طاقت کا فلسفہ بتاؤں۔ اسلام میں طاقت کا فلسفہ جانتے ہو؟۔

سورہ کہف اٹھارواں سورہ قرآن مجید کا۔ اور اس سورہ میں پروردگار عالم نے۔ ایک صاحب طاقت کا تذکرہ کیا۔ "ذُوالقرنین" پڑھا ہوگا نام قرآن میں سنا ہوگا "ذُوالقرنین" کا نام اتنا بڑا بادشاہ کہ پروردگار نے اس کی بادشاہت کا تذکرہ قرآن میں کیا۔ اور اتنا بڑا انسان۔ سننا۔ اور آرام سے سننا۔ اس لیے کہ بہت دور جانا ہے۔

اتنا بڑا انسان۔ کہ مفسرین نے جب ذُوالقرنین کے سلسلہ کی آیتوں کا ترجمہ لکھا۔ اور تشریح لکھی۔ تو بحث کی کہ یہ نبی تھا؟ یا نبی نہیں تھا۔ اپنے زمانے کا عظیم ترین بادشاہ۔ اور اتنا بڑا انسان۔ بحث ہے کہ نبی تھا یا نبی نہ تھا۔

یَسْـَٔلُوْنَکَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِ ط (سورہ کہف۔۸۳)

دیکھنا طاقت کے فلسفہ کو۔ قرآن میں طاقت کا فلسفہ کیا ہے؟۔ حبیبؐ لوگ تم سے ذُوالقرنین کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَیْکُمْ مِّنْهُ ذِکْرًا (سورہ کہف۔ ۸۳) مت گھبراؤ۔ رسولؐ! کہہ دو مت گھبراؤ۔ میں ذُوالقرنین کا تذکرہ بھی کروں گا۔

اور اس کے بعد اللہ ارشاد فرماتا ہے۔ اِنَّا مَکَّنَّا لَهٗ فِی الْاَرْضِ (سورہ کہف۔۸۴) ہم نے اسے زمین پر بادشاہت دے دی۔ دوٹوں سے بادشاہ نہیں بنا تھا۔ عوام کی بھیک سے بادشاہ نہیں بنا تھا۔ سنو گے۔ وَاٰتَیْنٰهُ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ۔ اور ہم نے۔ ہم نے اسے ہر شے میں سے تھوڑا تھوڑا سا دے دیا تھا۔ رک جاؤ۔

چونکہ بہت پڑھا لکھا مجمع ہے نا۔ اس لیے اب میں روک رہا ہوں۔ سن لیا نا۔ اِنَّا مَکَّنَّا لَهٗ فِی الْاَرْضِ۔ ہم نے ذُوالقرنین کو زمین پر حکومت دے دی۔ وَاٰتَیْنٰهُ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ ہم نے ہر شے میں سے ذُوالقرنین کو تھوڑا تھوڑا دیا۔ یہ میں نے تھوڑا تھوڑا کہاں سے کہہ دیا۔ ایک ایک لفظ کو واضح کروں گا۔

دیکھو! "کُلِّ شَیْءٍ" سمجھتے ہونا۔ اس پر اللہ نے لگایا مِنْ۔ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ۔ وَاٰتَیْنٰهُ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ. ہم نے "کُلِّ شَیْءٍ" نہیں دی۔ "کُلِّ شَیْءٍ" نہیں دی۔ "کُلِّ شَیْءٍ" میں سے "مِنْ" لیا۔ "مِنْ" کے معنی تھوڑا۔ یہ "مِنْ" ذہن میں رہے۔

اچھا۔ اگر "مِنْ" کو سمجھنا چاہتے ہو تو ایک آیت اور "مِنْ" کے سلسلے میں سنتے جاؤ۔ تاکہ آپ پر بات واضح ہو جائے۔ آپ کے سامنے کل سلیمانؑ کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ ذرا آرام سے سننا۔ سلیمانؑ اپنے تخت سلطنت پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور بلقیس کو خط لکھ چکے ہیں اور بلقیس کو بلوایا بھی ہے۔ مشہور تھا۔ کہ وہ جو سَبا کی ملکہ ہے اس کا تخت بڑا عالیشان ہے۔

قَالَ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّکُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ

(سورہ نمل۔۳۸)

سورہ نمل سے پڑھ رہا ہوں۔ سلیمان نے اپنی کابینہ سے پوچھا۔ اَلْمَلَؤُا کا اس سے بہتر ترجمہ میرے پاس نہیں ہے۔ اپنے ارکان حکومت سے پوچھا! کہ ہے کوئی تم

میں ایسا کہ جو سبا سے بلقیس کے تخت کو لے آئے۔ ان لوگوں کے یہاں پہنچنے سے پہلے۔ دیکھو کہاں ہے سبا؟ اور کہاں ہے؟ سلیمانؑ کا دارالحکومت۔ ہزاروں کلو میٹر کا فاصلہ ہے درمیان میں۔ اور ظاہر ہے کہ اس زمانے میں ہوائی جہاز یعنی ہوائی سواریاں نہیں تھیں۔ سلیمان پوچھ رہے ہیں پورے مجمع سے۔ اپنے ارکان حکومت سے وہ جو سارے لوگ دربار میں بیٹھے ہوئے ہیں کہ ہے کوئی ایسا جو بلقیس اور بلقیس والوں کے آنے سے پہلے اس کے تخت کو لے آئے۔

قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيكَ بِهٖ (سورہ نمل۔۳۹) جنوں کا ایک سردار بولا کہ میں لے آؤں گا۔ میں لے آؤں گا۔ ان کے آنے سے پہلے میں لے آؤں گا۔ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ کتنی دیر میں لائے گا؟۔ بھئی تو لائے گا تو کتنی دیر میں لائے گا؟ کہا آپ کے دربار کے برخواست ہونے سے پہلے لے آؤں گا۔ ٹھیک ہے نا۔ جتنی دیر میں دربار برخواست ہو۔ اس سے پہلے لے کے آجاؤں گا۔

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِيكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۔ (سورہ نمل۔۴۰)

ایک ایسا بھی بیٹھا ہوا تھا جس کے پاس ''مِنَ الْکِتٰبِ''۔ کتاب کا تھوڑا سا علم تھا۔ وہ کہنے لگا سلیمان! میں آپ کی سواری پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا۔ اب جو سلیمان نے پلک جھپکی۔ تو سامنے موجود تھا۔ بھئی سننا۔ بہت پڑھا لکھا مجمع میرے سامنے ہے۔ تو اب یہ ''مِن'' سمجھ میں آ گیا۔ قَالَ الَّذِی عِندَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ جس کے پاس ''مِن''۔ کتاب کا تھوڑا سا علم تھا۔ وہ پلک جھپکنے سے پہلے۔ سبا سے سدون تک تختِ بلقیس کو لے آیا۔

اور اب اسی قرآن میں لکھا ہے کہ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ (سورہ رعد۔۴۳) ایک ایسا ہے جسکے پاس کتاب کا پورا علم ہے۔ صلوۃ۔

پورا علم ہے پورا۔ یہ قرآن کا دل سمجھ میں آ گیا۔ دیکھنا ان دونوں آیتوں کو ملا کے

دیکھ لینا۔ جب دونوں آیتوں کو ملا کے دیکھو گے۔ تو بات واضح ہو جائے گی۔ قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتَابِ وہ جس کے پاس کتاب کا تھوڑا سا علم تھا۔ ''مِّنَ الْکِتَابِ''۔ کتاب کا تھوڑا سا علم تھا۔ وہ پلک جھپکنے میں تختِ بلقیس کو لے آیا۔

اور یہاں کہہ رہا ہے۔ پروردگار کہ! وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتَابِ۔ محمدؐ کا گواہ وہ ہے جس کے پاس کتاب کا پورا علم ہے۔ تو جس کے پاس تھوڑا سا علم ہو۔ وہ تو تختِ بلقیس کو سبا سے سدون لے آئے۔ اور جس کے پاس پورا علم ہو۔ وہ کیا کرلے؟ تو اسی دن کے لیے کہا۔ علیؑ ذرا سورج کو پلٹا دے۔ لوگ سمجھ لیں۔ صلوٰۃ۔

سنتے جاؤ۔ سنتے جاؤ۔ ابھی ذرا ''مِّنْ'' سمجھا دوں۔ پھر جاؤں گا ''ذُوالقرنین'' کی طرف۔ اچھا تو ''مِّنْ'' کے معنی کُل میں سے تصور کے ہیں۔۔ تو کیا کہا ہے؟ ''ذُوالقرنین کے لئے۔ وَاٰتَیْنٰہُ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ (سورہ کہف۔۸۴) ہم نے ''کُلِّ شَیْءٍ'' نہیں دی ہم نے ذُوالقرنین کو ''کُلِّ شَیْءٍ'' نہیں دی تھی۔ ''مِنْ کُلِّ شَیْءٍ''۔ چلو اسی سورہ کی طرف۔ بھئی! کیا کمال کی آیت ہے۔

قال۔ سلیمانؑ نے کہا۔ مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَاُوْتِیْنَا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ (سورہ نمل۔ ۱۶) سلیمان کہنے لگے۔ کہ اللہ کا کرم ہے۔ اللہ کا فضل ہے۔ کہ اللہ نے ہمیں پرندوں کی بولیوں سے آگاہ کیا۔ ہم پرندوں کی بولیاں سمجھتے ہیں۔ وَاُوْتِیْنَا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ اور ہمیں ہر شے سے تھوڑا تھوڑا سا علم دے دیا۔ تو جہاں ''مِنْ'' لگ جائے۔ ''کُلِّ شَیْءٍ'' پر۔ وہاں شے سے تھوڑا۔ اور جہاں صرف ''کُلِّ شَیْءٍ'' ہو۔ وہاں پورا۔

تو یہ سلیمانؑ ہیں جن کے لیے قرآن نے کہا۔ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ اور وہ میرا امام ہے جو کُلِّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰہُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ (سورہ یٰسین۔۱۲) سلیمانؑ کو۔ میں لفظ بدل دوں۔ نبوت کو ہر شے میں سے تھوڑا تھوڑا ملے۔ اور لفظ بدل دوں۔ نبوّت کو کچھ ملے۔ امّت کو کُل ملے۔ تو سلیمانؑ کا مزاج۔ کُچھ کا مزاج ہے۔ علیؑ کا مزاج۔ کُل کا مزاج ہے۔

کیا اب بھی متوجہ نہیں ہوئے۔ بھئی سلیمان کا مزاج۔ کُچھ کا مزاج ہے۔ اور اگر دیں تو کُچھ دیں۔ اور علیؑ کا مزاج۔ کُل کا مزاج ہے۔ قافلہ گزر رہا ہے۔ یا امیرالمومنینؑ!

کچھ دے دیں کہا قنبر تھوڑے سے دِرہم دیدو۔

کہا یا امیر المومنینؑ! نہیں معلوم کہ درہم کہاں ہیں۔ کس کے ناقے پر ہے۔ کہا! وہ ناقہ اٹھا کے دے دو۔ کہا! یا امیر المومنینؑ ناقہ قطار میں ہے۔ کہا! پوری قطار دے دو۔ مانگا کچھ تھا۔ دیا کل۔ کچھ مانگا۔ کل دیا۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِى الْقَرْنَيْنِ ط قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا

(سورہ کہف۔۸۳)

بھئی! دیکھنا طاقت کا۔ طاقت کا فلسفہ۔ سمجھانا چاہ رہا ہوں۔ میں "ذُوالقرنین" کے سلسلے کی آیت پڑھوں گا۔ آگے والی آیت جو فیصلہ کرے گی۔ اگر طاقتور ہو تو کیسا طاقت ور ہو۔ لوگ پوچھتے ہیں "ذُوالقرنین" کے بارے میں۔ ابھی بتلاؤں گا۔ قرآن کہتا ہے۔ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِى الْاَرْضِ (سورہ کہف۔۸۴) ہم نے "ذُوالقرنین" کو زمین پر حکومت دے دی۔

وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ اور ہم نے ہر شے میں سے تھوڑا تھوڑا سا دے دیا

حَتّٰى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِىْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ط

قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ۝

(سورہ کہف۔۸۶)

اس سے قبل کے میرے جملے اگر ذہن میں ہیں سننے والوں کے کہ سلیمانؑ حدود مملکت دیکھنے کے لیے نکلے تھے۔ اسی طریقے سے "ذُوالقرنین" کے لیے کہا کہ "ذُوالقرنین" چلا۔ اپنے حدود مملکت دیکھنے کے لیے۔ اور ایک مرتبہ "ذُوالقرنین" ایسے علاقوں میں پہنچا جہاں سورج ڈوب رہا تھا۔

بھئی! سُنیں یہ قرآن ہے، کہانی نہیں۔ یہاں سورج ڈوب رہا تھا۔ "ذُوالقرنین" نے دیکھا کہ وہ سورج گدلے پانی کے چشمہ میں ڈوب رہا ہے۔ "وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا" اور "ذُوالقرنین" نے اس علاقے میں ایک قوم کو بستا ہوا دیکھا۔ یہاں لانا تھا۔ اپنے سارے سننے والوں کو۔

بھئی! بہت توجہ رہے۔ اس لیے کہ یہی تو مرحلہ فکر ہے کہ فلسفہ طاقت اسلام کا سمجھ میں آئے گا۔ ''وَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا''۔ ''ذُوالقرنین'' نے ایک قوم دیکھی۔ جو وہاں بسی ہوئی تھی۔ ایک مرتبہ۔ پروردگار نے ''ذُوالقرنین'' کو مخاطب کیا۔ اور کہا ''ذُوالقرنین'' ہم نے تمہیں اختیار دیا۔ ہم نے تمہیں اختیار دیا۔ ''اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ'' بھئی! عجیب وغریب؟ مرحلہ فکر ہے۔ اور اس مرحلہ فکر پر بہت توجہ چاہ رہا ہوں اپنے سننے والوں کی۔

ذُوالقرنین! ذُوالقرنین! ہم نے تمہیں اس قوم پر اختیار دے دیا۔ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ چاہے تو ان پر عذاب نازل کر۔ یا انہیں سزا دے۔ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا یا ان کے ساتھ نیک سلوک کر۔ اب یہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔ کہ ان کو سزا دے۔ یا نیک سلوک کرے۔ دیکھ رہے ہو۔ ''ذُوالقرنین'' کا مقام اقتدار۔ کہ بھئی کون ہے سامنے؟ اور اللہ کہہ رہا ہے ''ذُوالقرنین'' سے۔ کہ اب۔ مرضی تمہاری چاہے سزا دو۔ چاہے ان کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

ایک مرتبہ۔ ''ذُوالقرنین'' نے آواز دی۔ پروردگار! مالک یہ میں نے طے کیا ہے۔ کہ جو ظلم کرے گا اسے سزا دوں گا۔ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا . فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰى (سورہ کہف۔۸۸)۔ عجیب وغریب! مرحلہ فکر ہے۔ اور جو اچھا عمل کرے گا جو ایمان لائے گا۔ اُسے چھوڑ دوں گا۔ اِسے جزا دوں گا۔

اب میں پوچھنا چاہ رہا ہوں اپنے سارے سننے والوں سے؟ کہ اقتدار اللہ کا ہے زمین اللہ کی ہے۔ وہ مخلوق جو بنائی گئی تھی۔ وہ بھی اللہ کی ہے۔ اور اللہ! جو ''ذُوالقرنین'' سے کہہ رہا ہے۔ کہ میں نے تمہیں اختیار دے دیا۔ چاہے اس قوم کو سزا دو۔ چاہے اس قوم کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ تو یہ جو اختیار دیا ہے۔ یہ ''ذُوالقرنین'' کے مقام عدل کو دیکھ کے دیا ہے یا نہیں؟ بھئی! یہیں۔ یہیں تو روکوں گا۔ اسی مقام پر روکوں گا۔ اور روک کے ایک جملہ کہوں گا۔

پھر سننا! کیا کہا پروردگار نے ذُوالقرنین سے؟ ''ذُوالقرنین'' یہ جو قوم ہے نا۔ مخلوق میری۔ یہ جو زمین ہے۔ زمین میری۔ یہ جو اقتدار ہے۔ اقتدار دیا ہوا میرا۔ لیکن

ذُوالقرنین! یہ اقتدار تجھے دے دیا ہے۔ اب چاہے قوم کے ساتھ نیک سلوک کرو چاہے قوم کو سزا دے۔ ٹھیک ہے نا۔ اب یہ جو پورا اختیار دے دیا اللہ نے۔ کہ جو چاہے قوم کے ساتھ کرو۔ یہ ذُوالقرنین کے مقام عدل کو دیکھ کر دیا ہے یا نہیں؟ بھئی اللہ عادل ہے۔ صحیح کرے گا۔

توجہ رہے میں آپ کے سامنے بہت باریک بات کرنے جارہا ہوں۔ کہ یہ جو اقتدار دیا ہے ذُوالقرنین کو۔ کہ اب جو چاہو قوم کے ساتھ کرو۔ تمہاری مرضی تو یہ جان رہا تھا۔ پروردگار! کہ یہ عادل ہے۔ یہ وہی کرے گا۔ جو میں چاہوں گا۔ تو اب دنیا کے چھوٹے سے حصّے میں سلیمانؑ جیسے نبی کو۔ اور ذُوالقرنینؑ جیسے عادل کو۔ اگر اقتدار مل جائے تو معلوم ہوا کہ پروردگار اقتدار دیتا ہے۔ مقام عدل کو دیکھ کر ٹھیک ہے نا۔

کل کی گفتگو سے میں متصل ہو رہا ہوں اور سلیمانؑ کا تذکرہ ہے۔ تو سلیمانؑ کا مقام عدل دیکھا۔ اور مقام عدل دیکھ کے۔ پروردگار نے یہ آواز دی کہ سلیمانؑ تمہیں اختیار ہے۔ تمہاری مرضی ہے جس کے ساتھ چاہو نیک سلوک کرو۔ جس کو چاہو عذاب دو۔ تو مقام عدل اللہ کی نگاہ میں تھا۔ جبھی اختیار دے دیا زمین کے چھوٹے سے حصّے پر معلوم ہوا کہ پروردگار نے جسے اختیار دیا ہے۔ اس کے عدل کو دیکھ کر دیا ہے۔

تو اب اگر پروردگار! قیامت کے دن کسی سے کہہ دے۔ کہ جا تجھے جنّت کا مالک بنایا اب جسے چاہے تو داخل کر۔ جسے چاہے تو دروازے پر روک دے۔ تو وہ ذُوالقرنین اور سلیمانؑ سے بڑے مقام عدل پر فائز ہوگا یا نہیں۔ صلوٰۃ

پہنچ رہی ہے نا بات۔ ذُوالقرنین نے آواز دی کہ۔ پروردگار! تو نے مجھے اختیار دے دیا۔ لیکن اب مجھے بھی جانچ لے۔ مجھے بھی آزمالے تو جو مومن ہوگا نیک سلوک کروں گا۔ جو ظالم ہوگا اسے سزا دوں گا۔ اور مالک قیامت میں میرا بھی خیال رکھنا۔ یہ ہے طاقت کا کمال کہ جسے طاقت اللہ دے۔ کل سلیمانؑ کی آیت پڑھ چکا ہوں۔

اس مرحلہ فکر سے بڑھ کر کسی منزل تک پہنچنا ہے۔ آج کی طاقت کا طریقہ یہ ہے۔ کہ بھئی! مقصد کو حاصل کرو تو طاقت کے ذریعے۔

دنیا کے طاقتور ترین انسان۔ بھئی سننا! ان کا وطیرہ کیا ہے؟ ان کا طریقہ کیا ہے؟۔ مقصد کو حاصل کرو طاقت کے ذریعے۔ چاہے وہ طاقت کا صحیح استعمال ہو۔ چاہے وہ طاقت کا غلط استعمال ہو۔ تاریخ ہدایت میں اتنے بڑے بڑے طاقت ور بھیجے اللہ نے۔ لیکن کسی نے ہدایت کے لیے طاقت استعمال نہیں کی۔ نہ کوڑا استعمال کیا اور نہ تازیانہ استعمال کیا۔

بھئی سمجھ رہے ہو نا بات کو۔ تاریخ ہدایت میں۔ کسی نے طاقت استعمال نہیں کی۔ بھئی آپ کو یہیں لانا تھا۔ اپنے سارے سننے والوں کو۔ کہ بھئی کردار سے ہدایت کی ہے۔ تلوار سے نہیں۔ تاریخ ہدایت کے کسی انسان نے بھی تلوار سے ہدایت نہیں کی۔ کردار سے ہدایت کی ہے۔

بھئی میں کیسے اپنے سننے والوں کی خدمت میں عرض کروں کہ اگر تلوار سے ہدایت کی ہوتی تو ہر ایک کو ہدایت پر خلق کرتا۔ اس نے تو کردار سے ہدایت کی ہے۔ **فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوٰهَا**۔ (سورہ شمس ۔) ہم نے تمھیں فجور بھی بتلادیا۔ ہم نے تمہیں تقویٰ بھی بتلادیا۔ اور تیسواں پارے نے پھر آواز دی۔ **وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ** (سورہ البلد۔ آیت ۱۰) ہم نے تمھیں خیر کا بھی راستہ بتلادیا۔ ہم نے تمہیں شر کا بھی راستہ بتلادیا۔

پھر سورہ ہل اتی نے آواز دی۔ **إِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَّ إِمَّا كَفُورًا**۔ (سورہ دہر۔ آیت ۳) ہم نے راستہ بتلادیا تمہاری مرضی ہے قبول کرو۔ تمہاری مرضی ہے کہ ٹھکرادو۔ لیکن اتنا بتلا دیتا ہوں کہ اگر قبول کرو گے تو فائدہ ہے۔ اگر ٹھکراؤ گے تو نقصان ہے۔

بس اب اس مرحلہ سے مجھے آگے جانا ہے۔ بھئی آواز دی۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْأٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ
(سورہ آل عمران۔ ۸۵)

دیکھو اسلام کے علاوہ اگر کہیں اور چلے گئے تو آخرت میں خسارہ ہوگا۔ اور آخرت میں گھاٹا ہوگا۔ بھئی! دیکھو ہر انسان نفع کے لئے مر رہا ہے۔ ہر انسان نقصان سے ڈر رہا

ہے۔ بھئی! آپ نوکری کرتے ہیں کہ نفع ملے۔ محنت کا نفع ملے۔ مزدوری کا نفع ملے۔ اگر نفع مل جائے۔ فائدہ ہے اگر نہ ملے نقصان! ٹھیک ہے نا۔

تو ''تہذیبِ نفس'' کے نفع کا نام ہے جنت۔ دیکھو بہت قریب ہوگیا ہوں میں۔ میں نے چاہا کہ وہ جدید مسائل۔ جو آج ذہن انسانی کو پریشان کر رہے ہیں پوری دنیا کے ذہن کو پریشان کر رہے ہیں۔ انہیں اپنے سننے والوں کی خدمت میں ہدیہ کروں۔ لیکن اب اس مقام سے قریب ہونا چاہ رہا ہوں۔

بھئی! ہر انسان۔ نفع کے لئے مر رہا ہے اور نقصان سے ڈر رہا ہے۔ ''تہذیب نفس'' میں نفع کی چیز کا نام ہے جنت۔ اور نقصان کس چیز کا نام ہے وہ سب کو معلوم ہے کہ جہنم۔ ہے نا ایسا۔ سب کو تشویش ہے تو اچھا۔ اب میں ایک بات پوچھوں؟۔ اپنے سارے سننے والوں سے۔ دیکھو پوری دنیا نفع کے لئے مر رہی ہے کہ اسے نفع چاہیئے۔ اچھا اگر تم نے تھوڑا لگایا۔ تو تمہیں توقع ہے زیادہ ملے گا۔ ہر انسان کی تمنا ہے۔ کہ تھوڑا لگا کے زیادہ حاصل کرے۔ ہے یا نہیں۔

دیکھو آج میں نے نہایت عجیب موضوعات ڈسکس (Discuss) کیے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اس کو اس کے اصلی مقام سے کل آگے بڑھ جانا ہے۔ آج ذرا سکون قلب کے ساتھ سن لو۔ کہ میں کہنا کیا چاہ رہا ہوں؟۔ بھئی! ہر انسان کی تمنا ہے کہ تھوڑا لگائیں زیادہ ملے۔ اگر تھوڑا لگائیں زیادہ ملے نفع ہے۔ اور اگر تھوڑا لگائیں اس سے بھی تھوڑا ملے۔ نقصان ہے۔ ایسا ہے یا نہیں؟ ہے نا۔ ایسا ہی۔ بھئی! پوری دنیا کی تجارت کا فلسفہ کیا ہے؟ کہ کم لگاؤ زیادہ ملے۔ تھوڑا لگاؤ زیادہ ملے۔ بھئی یہ ہے نفع کا فلسفہ۔

اب میں سننے والوں سے کہنا چاہ رہا ہوں۔ کہ ''تہذیبِ نفس'' کا نفاذ اگر سمجھ میں آ گیا۔ تو میری محنت سوارت ہو جائے گی۔ بھئی تھوڑا لگاؤ زیادہ ملے۔ کتنا جیو گے۔ سو سال۔ ایک سو پچیس سال۔ ایک سو بیس سال۔ اسی سال۔ نوے سال۔ ستر سال۔ یہی تو ہے نا (Average age) ایوریج ایج انسان کی۔ انسان کی اوسط عمر کیا ہے؟ بھئی! اسی سے لے کر سو سال تک۔

توجہ ہے! تمہارے پاس سرمایہ ہے۔ اسے تمہیں لگانا ہے۔ بھئی! ۔توجہ مبذول ہے میرے سننے والوں کی۔ بھئی! تمہارے پاس سرمایہ کیا ہے؟۔ تمہارے پاس سرمایہ ہے ستر سال کی عمر کا اسّی ۸۰ سال کی عمر کا۔ نوّے سال کی عمر کا سرمایہ ہے۔ اگر تھوڑا لگا کے کم لو۔ تو خسارہ ہے۔ اگر تھوڑا لگا کے زیادہ لو تو فائدہ ہے۔ بھئی! یہی تو قرآن نے کہا۔ لگاؤ ستر سال۔ اور دیں گے جنت میں ستر کروڑ سال۔ صلوۃ

آپ تک پہنچ گئی۔ پہنچ گئی نا بات۔ موضوع کے تقاضوں کو پورا کرنا تھا نا۔ یہیں لانا تھا مجھے۔ کہ تھوڑا لگاؤ۔ کم لگاؤ زیادہ حاصل کرو۔ جب تو ہے نفع۔ اور اگر تھوڑا لگا کے اس سے بھی تھوڑا حاصل کیا۔ تو یہ نقصان۔ یعنی ستر برس کی زندگی لگائی اور ۲۵ برس کا فائدہ حاصل کیا تو یہ نقصان ہے اور اگر ستر برس کی زندگی لگائی اس کی راہ میں۔ اور کروڑہا کروڑ سال۔ میں ستر کروڑ سال کہوں۔ ستر ارب سال کہوں۔

بھئی وہ تو ہمیشہ کی زندگی ہے۔ تو لگایا تھوڑا منافع لامحدود۔ سوائے اللہ کے کوئی نہیں دیتا۔ کبھی اس کی تفصیلات بیان کروں گا۔ تاکہ یہ بات واضح ہو جائے۔ کہ میں کہنا کیا چاہ رہا ہوں؟ تو تھوڑا لگاؤ۔ تھوڑا لگاؤ۔ زیادہ حاصل کرو۔ رُکے۔ رُکے رہنا اس مرحلے پر۔

آزاد کیا ہے پابند نہیں بنایا اور تلوار سے مسلمان نہیں بنایا۔ "تہذیب نفس" تلوار سے نہیں کی۔ بھئی سننا! سننا! "تہذیب نفس" تلوار سے نہیں کی۔ "تہذیبِ نفس" کردار سے کی۔

بھئی! بہت توجہ رہے۔ دنیا اعتراض کرتی ہے۔ کہ میرے نبیؐ نے تلوار کے زور پر مُشرکوں کو مسلمان بنایا۔ دنیا اعتراض کرتی ہے۔ ذرا پوچھوں؟ اپنے سارے سننے والوں سے کہ یہ اعتراض یورپ سے آیا ہے یا کہاں سے آیا ہے کہ ہمارے نبیؐ نے، مسلمانوں کے نبیؐ نے تلواریں مار مار کر مُشرکوں کو مسلمان بنا دیا۔ اچھا بھئی! تو تلواریں کب سے مارنی شروع کیں۔

جنگ بدر سے۔ یہ جنگ بدر پہلی جنگ ہے۔ اور پہلی جنگ میں جو رسولؐ کے

ساتھ آئے تھے۔ وہ تھے ۳۱۳ تین سو تیرہ۔ اس سے پہلے کوئی جنگ ہی نہیں ہوئی۔ تو میں پوچھنا چاہتا ہوں؟ وہ جو پہلی جنگ میں رسولؐ کے ساتھ آئے۔ وہ کس تلوار سے مسلمان ہوئے تھے؟ لوہے کی تلوار نہیں تھی۔ وہ کردار محمدؐ کی تلوار تھی۔ سمجھ رہے ہو۔ سمجھ رہے ہونا بات کو۔

اب محمدؐ کے پاس جو بھی آئے کردار کے لیے آئے۔ تلوار کے لیے نہ آئے۔ اب بعد محمدؐ جو بھی آئے۔ وہ تلوار لے کے نہ آئے بلکہ کردار لے کر آئے۔ اب ایک عجیب مرحلہ! کی طرف اپنے سننے والوں کو متوجہ کر رہا ہوں تو یہ کردار ذہن میں رہے۔ محمدؐ نے دین پھیلایا اپنے کردار سے اور کردار کی طرح تہذیب نفس۔ سمجھ رہے ہونا۔ محمدؐ نے دین پھیلایا کردار سے۔ اور کردار کسے کہتے ہیں؟ ''تہذیب نفس'' کو۔ بات واضح ہے نا۔

اچھا۔ اب ایک سوال کر رہا ہوں کیا اللہ کا نام قرآن میں ہے۔ دیکھو! تم سوچ رہے ہو۔ کہ میں کیا کہنے والا ہوں؟ لیکن سن لو! بغیر ربط کے بھی ایک بات سن لو۔ پھر شاید کوئی بات بن جائے۔ اللہ کا نام قرآن میں ہے نا۔ اچھا! محمد رسول اللہ کا نام قرآن میں ہے۔ تو اگر ۱۲ اماموں کے نام لکھ دیتا۔ تو کیا فرق پڑ جاتا۔ اچھا تھا نا۔ اختلافات سارے حل ہو جاتے۔ بھئی سننا۔ خدا کی قسم بڑے نازک مرحلے پر۔ اپنے سارے سننے والوں کو لے کر آ گیا ہوں۔ اور اگر یہ نازک مرحلہ سر ہو گیا۔ تو میری گفتگو تمام ہو گئی۔

بھئی خدا کا نام قرآن میں ہے۔ رسولؐ کا نام قرآن میں ہے۔ تو اب رسولؐ کے بعد۔ جو منصب ہدایت پر فائز ہونے والے تھے۔ بارہ کے بارہ امام اگر لکھ دیتا۔ کہ رسولؐ کے بعد علیؑ ہوں گے۔ علیؑ کے بعد حسنؑ ہوں گے۔ حسینؑ ہوں گے اور حسینؑ کے بعد علیؑ بن حسینؑ ہوں گے کوئی فرق پڑ جاتا۔ اچھا ہوتا نا اختلافات مٹ جاتے۔

بھئی! دیکھو ایک ہزار تین سو سے زیادہ روایتیں ہیں۔ احادیث کی کتابوں میں۔ گن کے بتا رہا ہوں پوری فگر (Figure) نہیں بتائی۔ لیکن تیرا سو سے زیادہ روایتیں ہیں۔ جس میں رسولؐ نے فرمایا **''خلفائی من بعدی اثنا عشر خلفاء من بعدی''** میرے بعد میرے خلیفہ بارہ ہوں گے۔ تیرہ سو سے زیادہ روایتیں موجود ہیں۔

تو یا رسول اللہ! اپنے خدا سے کہیئے۔ کہ وہ آپ کے بعد ان بارہ خلفا کے نام لکھ دے۔ ہوسکتا تھا نا۔ بھئی! میں کوئی مشکل بات تو نہیں کہہ رہا ہوں۔ اچھا تو تم پلٹ کے جواب کیا دو گے؟۔ جانتے ہو کیا جواب دو گے؟۔

بس یہاں تقریر کو روک رہا ہوں۔اور اگر یہ بات پہنچ گئی۔تو میری محنت سوارت ہوگئی۔تو بھئی! ہوسکتا تھا کہ اگر حسنؑ حسینؑ کا نام ہوتا۔تو اسے کاٹ کاٹ کر اپنے لوگوں کے نام لکھ دیتے۔اچھا یہ بات میرے نوجوان دوستو کو بہت پسند ہے۔حالانکہ مجھے اس سے اختلاف ہے۔شدید اختلاف ہے۔سنئا! میں کچھ کہنا چاہ رہا ہوں۔ میں نے کیا کہا۔ کہ بھئی!

خدا کا نام قرآن میں ہے۔رسول کا نام قرآن میں ہے۔جب پیغمبر بار بار کہہ رہے ہیں کہ میرے بعد بارہ خلفا ہوں گے۔تو خدا ان کے نام لکھ دیتا مگر خطرہ تھا کہ ان کے نام کاٹ کاٹ کر کوئی اور ان کی جگہ نام لکھ دیتا۔خطرہ تھا نا تو اس لیے اللہ نے بچالیا۔ نہیں بالکل غلط۔

قرآن کہتا ہے کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (سورہ حجر۔۹) ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے۔ہم اس کی حفاظت کریں گے۔تو کوئی نام کاٹ نہیں سکتا تھا۔ دیکھو میرے دوستو! میرے عزیزو! پوری توجہ رہے۔اس مسئلہ پر اور اگر یہ مسئلہ پہنچ گیا تو آج کی گفتگو مکمل ہوگئی۔لیکن ابھی میں نے وہ اصول دے دیا ہے اور جواب نہیں دیا ہے۔

پھر سنئا اللہ کا نام قرآن میں ہے۔محمدؐ کا نام قرآن میں ہے اور محمد رسول اللہ کہتے ہیں کہ میرے بعد بارہؑ امام ہوں گے۔بارہ میں سے ایک کا نام بھی قرآن میں نہیں ہے۔ آخر بات کیا ہے؟ لکھ دیتا اللہ۔کہا تحریف کا خطرہ تھا۔کہ لوگ ان ناموں کو کاٹ کے دوسرے نام لکھ دیں گے۔کیسے؟ تحریف کا خطرہ تھا۔کہاں کی تحریف؟ قرآن میں کہاں کی تحریف؟

ٹھیک ہے نا تو اللہ۔اللہ کے بعد محمد رسول اللہؐ اس کے بعد علیؑ، حسنؑ، حسینؑ، زین

العابدینؑ، محمد باقرؑ۔ جعفر صادقؑ نام۔ لکھ سکتا تھا یا نہیں۔ تحریف کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ذہن میں رکھنا۔ لیکن ایک خطرہ ہے۔ کہ قرآن میں تو نہیں مٹائیں گے۔ قرآن میں علیؑ کا لفظ نہیں مٹائیں گے۔ ممکن نہیں ہے۔ مٹ نہیں سکتا۔ تحریف ہو جائے گی۔ لیکن یہ تو کر سکتے ہیں نا کہ ان کے گھر میں جو بچہ پیدا ہو۔ اس کا نام علیؑ رکھ دیں۔

بھئی سننا! میں کہنا کیا چاہ رہا ہوں؟ وہ حسنؑ کے لفظ کو مٹا نہیں سکتے۔ لیکن یہ تو خطرہ ہے نا۔ جو بچہ ان کے گھر میں پیدا ہو۔ اس کا نام حسنؑ رکھ دیں۔ حسینؑ کا لفظ تو قرآن سے مٹا نہیں سکتے۔ لیکن یہ خطرہ ہے کہ جو بچہ ہمارے گھر میں پیدا ہوگا۔ ہم اس کا نام حسینؑ رکھ دیں گے۔ تو معاشرے میں سینکڑوں علیؑ بن جاتے۔ سینکڑوں حسنؑ بن جاتے۔ سینکڑوں حسینؑ بن جاتے۔ یہ پتا نہ چلتا کہ ان میں اللہ کا علیؑ کون ہے۔ بندوں کا علیؑ کون ہے۔ صلوٰۃ

پہنچ گئی بات۔ پہنچ گئی بات۔ دوستو! میں اپنی گفتگو کے آخر میں۔ میں موضوع کو۔ جسٹی فائی (Justify) کر رہا تھا۔ اور ضروری ہے کہ موضوع کے وہ تقاضے۔ جو درمیان میں آتے جائیں۔ انہیں اپنے سننے والوں تک پیش کیا جائے۔ یہ ضروری ہے اس لیے میں نے موضوع کے تقاضے "تہذیب حاضر" کا فلسفہ بتایا۔ اس میں اضافیت ہے اس میں طاقت۔ اور اب میں پہنچا ایک عجیب مرحلہ۔ پر کہ اسلام میں طاقت کا فلسفہ نہیں ہے۔

اسلام میں کردار کا فلسفہ ہے۔ اور اسے میں ثابت کر رہا ہوں ناموں سے۔ کہ علیؑ۔ حسنؑ۔ حسینؑ اگر لکھ دیا جاتا قرآن میں۔ تو تحریف ممکن نہیں تھی۔ لیکن ہر پیدا ہونے والے بچے کا نام علیؑ ہو جاتا اور پتہ نہ چلتا کہ اللہ کا علیؑ کون ہے اور بندوں کا علیؑ کون ہے؟۔

اس لیے پروردگار! نے طے کیا کہ نام نہیں لکھوں گا۔ اس کا کردار قرآن میں لکھ دوں گا۔ اللہ نے طے کیا کہ علیؑ کا نام نہیں لکھوں گا۔ علیؑ کا کردار قرآن میں لکھ دوں گا۔ نام کے علیؑ تو بہت ہیں کردار کا علیؑ لاؤ تو جانوں۔

اسلام میں طاقت کی تہذیب نہیں ہے۔ کردار کی تہذیب ہے۔ نام کے علیؑ بہت بنا

لاؤ گے۔ ایک کردار کا علیؑ بنا کے لاؤ تو جانوں۔ تو کہاں سے لاؤ گے؟ نہیں لاسکو گے تم میرے علیؑ جیسا کردار والا۔ بس میں اپنے آخری مرحلوں سے قریب ہوا۔ اب اس سے زیادہ موضوع کو واضح نہیں کرنا چاہ رہا۔

دو چھوٹے چھوٹے واقعات سنو۔ اور مجھے اجازت دے دو۔ تاکہ کردار آلِ محمد سمجھ میں آجائے۔ اب آلِ محمد کا نمائندہ علیؑ اور علیؑ خلیفۃ المسلمین ہے۔ اور میں ایک بات بتلادوں کہ علیؑ کی حکومت صوبہ سندھ میں تھی۔ بہت بڑی حکومت تھی۔ سوائے باغی صوبہ شام کے پورے عرب اور مصر تک پھیلی ہوئی تھی۔

علیؑ بہت بڑی زمین کے خلیفہ تھے۔ اسی منبر سے میں پورا جغرافیہ بتلا چکا ہوں۔ کہ علیؑ کی حکومت کتنی بڑی تھی۔ میں کیا بتلاؤں؟ علیؑ کی منزلت کو علیؑ کی فضیلت کو۔ کہ ایسے گذار رہے ہیں۔ جیسے عام انسان گذار رہا ہو۔ نہ تو کوئی تزک واحتشام ہے۔ نہ کوئی شان وشوکت، نہ لباس میں کوئی امتیاز ہے۔ کہ بھئی لوگ پہچانیں۔ کہ یہ خلیفہ ہے یا امیر المومنینؑ ہے۔ دیکھا گلی کے موڑ پر ایک کنیز ایک عورت بیٹھی رو رہی ہے۔ رک گئے! پوچھا کیوں رو رہی ہے؟

علیؑ کی حکومت ہے نا تو علیؑ اپنی حکومت میں۔ کسی کا رونا کیسے برداشت کرسکتے ہیں۔ رک گئے! کہا! تیرا مسئلہ کیا ہے؟ اس نے کہا! یا امیر المومنین! میرے مالک نے مجھے کچھ دِرہم دیئے تھے۔ کہ میں فلاں قسم کے خُرمے خرید کر لاؤں۔ میں جب دکاندار کے پاس گئی۔ میں نے دِرہم دیئے۔ اس نے خُرمے دے دیئے۔ لیکن فلاں قسم کے نہیں تھے۔

اب جو میں مالک کے پاس واپس آئی اس سے کہا یہ خُرمے تو نہیں چاہیے۔ مجھے یہ واپس کرلو۔ مالک کو خُرمے نہیں چاہیئے۔ اب میں واپس آگئی دکاندار کے پاس اس سے واپس لینے کو کہا تو اس نے کہا کہ میں مال دینے کے بعد واپس نہیں لوں گا۔ تو یا علیؑ اتنے پیسے کہاں سے میں لاؤں جو اپنے مالک کو پہنچاؤں؟ کہا یہ تیرے مالک کی تقصیر نہیں ہے۔ اس نے تو پہلے ہی صاف کہہ دیا تھا۔ کہ اعلیٰ قسم کے خُرمے لانا۔

دیکھو اس چھوٹے سے اخلاقی واقعہ میں تجارت کا اصول بھی بتلا دیا ہے۔ بھئی!

بڑے اینگل (Angle) ہیں بڑی جہتیں ہیں لیکن ان جہتوں پہ رکوں گا نہیں۔ اس لیے کہ تقریر کو اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔

فرمایا اس میں خطا تیرے مالک کی نہیں ہے۔ خطا دکاندار کی ہے۔ یہ ہے روایت۔ آپ نے دکاندار سے کہا تو نے اس عورت کے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔ اس کے پیسے واپس کرو۔ خُرمے والے نے کہا تم کون ہوتے ہو؟ جاؤ میری دکان سے نکل جاؤ۔ اُتر آئے دکان سے۔

آج کا کوئی چھوٹا ہوتا تو ایکشن (Action) ضرور لے لیتا۔ سمجھ رہے ہو۔ آج کا کوئی ہوتا تو کوئی پولیس افسر ضرور بھیج دیتا۔ علیؑ اتر آئے۔ وہ دکاندار جو دوسرے تھے وہیں موجود تھے۔ انہوں نے جو دیکھا کہ علیؑ سے جھڑک کر بات کی ہے پہچانتا نہیں تھا نا۔ وہ دوڑے ہوئے پہنچے۔ کہ تو جانتا بھی ہے یہ تھا کون؟۔ کہا مجھے تو نہیں معلوم۔ کہا علیؑ!۔ امیر المومنین! خلیفۃ المسلمین کہا کہ اچھا۔ یہی ہے دوڑتا ہوا آیا۔ دوڑتا ہوا آیا۔ قدموں میں گر گیا۔ مولیٰ مجھے معاف کر دیں۔ میں آپ کو پہچانتا نہیں تھا۔ مجھ سے بہت بڑی خطا سرزد ہوگئی۔

کہا یہی تو تیرا خلاف عدل عمل ہے کہ تو پہچاننے کے بعد عدل کرنا چاہ رہا ہے۔ تو نے اس کنیز کے ساتھ ظلم کیا جب تک یہ تجھے معاف نہیں کرے گی کیونکہ تو نے انصاف نہیں کیا اس کنیز کے ساتھ۔ جب تک یہ تجھے معاف نہیں کرے گی۔ میں بھی تجھے معاف نہیں کروں گا۔ سن لیا، جان لیا علیؑ کا کردار اور دیکھ لیا علیؑ کا کردار۔ بھئی بڑے طویل واقعات ہیں۔

میں رکنا نہیں چاہ رہا۔ اس لیے کہ اب میرے پاس دامن وقت میں گنجائش نہیں ہے۔ لیکن چھوٹی سی ایک بات سنتے جاؤ۔ یہی وہ کردار تھا۔ جس نے دلوں پر حکومت کی سروں پر نہیں۔ علیؑ کا یہی تو کردار تھا کہ جس نے دلوں پر حکومت کی سروں پر نہیں۔ میں بہت قریب ہو گیا ہوں۔ اپنے سننے والوں سے۔

''دارمیہ خطی'' ایک بڑی مشہور عورت ہے عرب کی۔ جو علیؑ کے زمانے میں تھی اور

جانتے ہو۔ اگر میرے پاس وقت ہوتا تو میں اس عورت کی پوری شخصیت تمہارے سامنے پیش کرتا۔ یہ وہ عورت تھی کہ جب علیؑ کسی جنگ میں جاتے تھے تو یہ علیؑ کی طرف سے رجز پڑھا کرتی تھیں اور جوانوں کی ہمت بڑھایا کرتی تھیں۔ اپنے چار جوان بیٹے علیؑ پر قربان کر دیے۔ پہچان گئے "دارمیہ" کو۔ پہچان لیا نا۔

اب دو جملے سنو۔ دو جملے۔ اس لیے کہ دامن وقت میں بالکل گنجائش نہیں ہے۔ امیر شام کی بڑی خواہش تھی کہ میری ملاقات "دارمیہ" سے ہو جائے۔ پہچان گئے نا۔ دارمیہ وہ تھی، جو جنگ صفین میں علیؑ کی طرف سے رجز پڑھ رہی تھی۔

اور دارمیہ کے بیٹے علیؑ کی طرف سے قربان ہوئے۔ ٹھیک! جنگ صفین میں۔ علیؑ کے مخالفین کون تھے؟ امیر شام کے فوجی۔ یہ بھی یاد ہے۔ علیؑ دنیا سے گزر گئے۔ دنیا سے گزر گئے علیؑ۔

امیر شام کی خواہش تھی میں دارمیہ سے ملاقات کروں لیکن...... نہ ہو سکی۔ حج کے راستے پر...... موسم حج میں امیر شام بھی حج کے لیے تشریف لے جا رہے تھے تو اسی قافلے میں دارمیہ بھی جا رہی تھیں۔

امیر شام کو اطلاع ملی ایک منزل پر کہ یہیں پر جہاں آپ کا پڑاؤ ہے دارمیہ کا بھی پڑاؤ ہے۔ انہوں نے قاصد بھیجا۔ بس دو جملے سنو! دو جملے۔ اور مجھے اجازت دے دو۔ انہوں نے قاصد بھیجا کہ میں تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ امیر شام نے پیغام بھیجا اس خاتون کو۔ کہ میں تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ قاصد نے جا کر پیغام دیا۔ کہا ٹھیک ہے۔ امیر شام مجھ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں لیکن میں تو نہیں چاہتی اگر وہ ملنا چاہتے ہیں تو تشریف لائیں۔

قافلہ چلا، اثناء راہ میں ابھی تو قافلے جا رہے ہیں نا حج کے لئے کہیں پھر مڈبھیڑ ہو گئی۔ اور اب ایسی ملاقات ہوئی کہ دونوں آمنے سامنے کھڑے ہوئے ہیں۔ ادھر امیر شام ہیں اور ادھر دارمیہ ہے۔ کہا دارمیہ۔ مجھے تم سے ملاقات کا بڑا شوق تھا۔ بھئی سننا دو چار جملے۔ بس اس سے زیادہ زحمت سماعت آج نہیں دوں گا۔

دارمیہ تم سے ملاقات کا بڑا شوق تھا۔ کہا! لیکن مجھے تم سے ملاقات کا کوئی شوق نہیں تھا۔ کہا دارمیہ چھوڑو ان باتوں کو یہ بتاؤ، کہ تم نے علیؑ کو کیسا پایا تھا۔ یہ ہے کردار۔ تم نے علیؑ کو کیسا پایا تھا۔ کہا اگر میں علیؑ کے فضائل بیان کرنے لگوں ۔ علیؑ کے کردار کو بیان کرنے لگوں۔ تو حج کا پورا موسم گزر جائے۔ اور بات ختم نہ ہو۔ بس اتنا سن لو۔ کہ میں نے علیؑ کی پوری زندگی دیکھی ہے۔ علیؑ جیسے حکومت سے پہلے تھے۔ ویسے ہی حکومت کے بعد تھے۔ کیا اس سے بڑا کوئی طنز ہوگا۔ شام کی بادشاہت پر۔

بس اس سے زیادہ زحمت نہیں دوں گا۔ بس اتنا سن لو کہ علیؑ جیسے تخت حکومت پر آنے سے پہلے تھے۔ ویسے ہی تخت حکومت پر آنے کے بعد تھے۔ کہا! کہ سنو تم علیؑ سے محبت کرتی ہونا۔ کہا کہ ہاں۔ کہا کس بنیاد پر۔ عدل کی بنیاد۔ پر کہا اچھا۔ آخری جملہ سننا۔ کہا اچھا۔ اگر میں تمہیں کچھ تحفہ دوں قبول کرو گی؟

سننا بس اس مرحلے کے لیے زحمت دی ہے۔ اگر میں تمہیں کچھ دوں۔ تو قبول کرو گی؟ کہا کہ ہاں میں قبول کروں گی۔ لیکن تم تم ہی رہو گے اور علیؑ علیؑ ہی رہیں گے۔ تقریر تمام ہوگئی۔ جملہ اب سنو۔ کہا تم مجھے کچھ دو گے۔ تو میں اسے قبول کرلوں گی۔ لیکن اس نعمت کے۔ اس مال کے آنے کے باوجود۔ تم۔ تم رہو گے علیؑ۔ علیؑ۔ رہیں گے۔

ایک مرتبہ اپنے خزانہ دار کو مڑ کر کہا۔ اس عورت کو۔ سو سرخ بالوں والی اونٹیاں دے دو۔ یہ دنیا کی قیمتی ترین اونٹیاں ہیں۔ سرخ بالوں والی۔ خزانہ دار سے کہا۔ اس عورت کو سو سرخ بالوں والی اونٹیاں دے دو۔ جب سو بالوں والی اونٹیاں دارمیہ کو مل گئی تو ایک مرتبہ مسکرا کر کہا۔ کہ علیؑ ہوتے تو اتنا دیتے؟

بس میرے دوستو! میرے عزیزو! تقریر تمام ہوگئی۔ اب تک تو میں واقعہ بیان کر رہا تھا۔ صرف ایک جملہ اپنا کہوں گا۔ اور گفتگو کو تمام کروں گا۔ سو اونٹیاں دے دیں۔ جب لے لی دارمیہ نے۔ تو پوچھنے لگے امیر شام کہ علیؑ ہوتے تو اتنا دیتے؟ کہا! تم علیؑ کی بات کہاں کر رہے ہو؟ علیؑ تو ایک درہم بھی نہ دیتے۔ علیؑ تو ایک درہم بھی نہ دیتے۔ اس لیے کہ علیؑ بیت المال کو غریبوں کے لیے رکھتے تھے۔ انسانوں کو خریدنے کے لیے استعمال

نہیں کرتے تھے۔

بس گفتگو تمام ہوگئی آج گفتگو اس مرحلے سے آگے نہیں جائے گی۔ علیؑ ہوتے۔ علیؑ ہوتے تو ایک درہم بھی نہ دیتے تو نے سو اونٹنیاں دے دیں۔ ہے نا۔ علیؑ ہوتے ایک درہم بھی نہ دیتے۔ اس لیے کہ علیؑ بیت المال کو رکھتے تھے۔ غریبوں کے لیے۔ وہ لوگوں کو خریدنے کے لئے استعمال نہیں کرتے تھے۔

اس چھوٹے سے واقعہ نے دو باتیں بتا دیں۔ ایک تو یہ بتائی کہ ہارس ٹریڈنگ (Horse Trading) کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ اور دوسرا سبق یہ دیا۔ کہ دنیا کا ہر انسان بک سکتا ہے۔ لیکن علیؑ کا چاہنے والا۔ فروخت نہیں ہو سکتا۔ صلوۃ

سمجھ میں آ گئی نا۔ ''تہذیب حاضر'' طاقت کی تہذیب ہے ''تہذیب اسلام'' نفس کی تہذیب ہے۔ خدا کی قسم! کیا عجیب جملہ ہے۔ جب عبدالرحمٰن ابن ملجمؑ سے علیؑ نے پوچھا ہے، ضربت کے بعد کہ کیا میں تمہارا بُرا امام تھا؟ تو کہتا ہے نہیں مولیٰ کیسی! بات کر رہے ہیں۔ کہہ دیتا! یہ علیؑ سے ابن ملجم لعین کہ آپ بُرے امام تھے۔ اس کی زبان سے یہ نہیں نکلا۔

جب پوچھا علیؑ نے کیا میں بُرا امام تھا؟۔ تو یہی کہا! نہیں یہ میں کیسے کہہ سکتا ہوں کہ آپ بُرے امام تھے۔ نعم الامام! آپ سے بہتر تو کوئی امام ہی نہ تھا۔ یہ ہے علیؑ کے کردار کی مضبوطی۔ کہ قاتل ہے۔ قتل کر رہا ہے لیکن کردار پر اعتراض نہ کر سکا۔ اور یہی شان ہے علیؑ کے بیٹے کی۔

عاشور کے دن جب وہ میدان میں آیا ہے۔ اور اس نے پوچھا! کہ کیا میں نے رسول کی سنت بدلی۔ کیا میں نے؟ خدا کی کتاب میں کوئی تبدیلی کی۔ کیا؟ میں نے کوئی خون ناحق بہایا جو تم مجھے قتل کرنے پر آمادہ کیوں ہو؟۔ کہا صرف اس لیے۔ کہ تم نے یزید لعنہ کی بیعت نہیں کی۔

علیؑ کا کردار دیکھو۔ علیؑ کے بیٹے کا کردار دیکھو۔ بس۔ بس۔ گفتگو کربلا تک آ گئی نا۔ نامکمل رہ جاتی کربلا۔ دیکھو علیؑ کا کردار تم نے دیکھ لیا۔

اور علیؑ کے بیٹے حسینؑ کا کردار بھی تم نے عاشور کے دن دیکھ لیا۔ خدا کی قسم! نامکمل رہ جاتی کربلا۔ اگر علیؑ کی بیٹی کا کردار کربلا میں نہ ہوتا۔ پہچان گئے نا! علیؑ کی بیٹی کو جب حسینؑ رخصت ہونے لگے ہیں نا۔

بس دو جملے سنو اور مجھے اجازت دے دو۔ دیکھو میرے پاس دامن وقت میں بالکل گنجائش نہیں ہے۔ کہ میں مصائب کی تفصیلات بیان کروں۔ لیکن کوشش کروں گا کہ کل سے کچھ وقت مصائب کے لیے نکالا جائے۔ لیکن آج۔ دو جملے سن لو۔

جب قافلہ تیار ہوگیا تھا۔ تو عبداللہ ابن جعفر طیارؓ کو۔ پہچانتے ہو۔ جناب زینبؑ کے شوہر شہزادی زینب آئیں عبداللہ کے پاس۔ لیٹے ہوئے تھے آئیں اور آ کے عبداللہ کے سرہانے بیٹھ گئیں بڑی دیر تک بیٹھی رہیں کہا شہزادی! دیکھو شوہر بول رہا ہے۔ پہچانتے ہو نا؟۔

شہزادی کچھ حکم ہے۔ کہا عبداللہ۔ عبداللہ! تمہیں حکم کیا دوں میں تمہیں حکم کیا دوں۔ تمہیں معلوم ہے نا۔ کہ میرا بھائی سفر کر رہا ہے۔ کہا ہاں شہزادی! ہاں شہزادی! میرے علم میں ہے کہ حسینؑ مدینہ کو چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ کہا عبداللہ میری تمنا یہ ہے کہ میں بھی اپنے بھائی کے ساتھ جاؤں۔ تو عبداللہ مجھے اجازت دے دو۔

مجھے اپنے بھائی کے ساتھ جانے کی اجازت دے دو۔ اگر عبداللہ۔ تم نے مجھے اجازت نہ دی تو دو کام ایک ساتھ ہوگئے۔ کہا شہزادی وہ دو کام کیا ہیں؟۔ کہا ادھر بھائی کا قافلہ مدینہ سے نکلے گا۔ اُدھر زینب کا جنازہ تمہارے گھر سے نکلے گا۔ اجرکم علی اللہ۔ اجرکم علی اللہ۔

تفصیلات۔ میں نہیں جاؤں گا۔ کہنے لگے شہزادی۔ حسینؑ اگر تمہارا امام ہے تو حسینؑ میرا بھی امام ہے۔ جو میرے امام کی مرضی وہی میری مرضی۔ جاؤ۔ جاؤ میں نے تمہیں اجازت دی۔

حسینؑ مکے پہنچے۔ عبداللہ کے ساتھ مکہ پہنچے اور جب حسینؑ مکہ سے نکل رہے تھے تا کربلا کے لیے۔ تو شہزادی زینب کو بلایا اور کہنے لگے کہ ذرا یہ دو بچے ہیں نا۔ انہیں

اچھا لباس پہنادو۔ لے جاؤ۔ دامن وقت میں گنجائش نہیں ہے۔

بس دو جملے سنو اور مجھے اجازت دے دو۔ انہیں اچھے لباس پہنا دو۔ ان کے بالوں میں کنگھا کر دو۔ عونؑ و محمدؑ کو اچھے لباس پہنائے۔ شہزادی نے بالوں میں کنگھا کیا۔ لائیں عبداللہؓ کے پاس۔ عبداللہؓ نے دونوں کا ہاتھ تھاما اور چل کر آئے حسینؑ کی خدمت میں۔ کہا مولیٰ! آپ تو جانتے ہیں نا میں بیمار ہوں۔ تو میں تو نہیں ہوں گا۔ لیکن یہ دو بچے اپنی طرف سے آپ کے اوپر صدقہ کر رہا ہوں۔ بڑے مظلوم بچے ہیں۔ بڑے مظلوم بچے ہیں۔

تم رو چکے نا۔ اب میں عونؑ و محمدؑ کے مصائب نہیں بیان کروں گا۔ وقت ہوتا تو میں بیان کرتا۔ تقریر کو تمام کر رہا ہوں۔ بڑے مظلوم بچے۔ کربلا کا واقعہ گزر گیا۔ اہل حرم سال بھر قید خانہ میں رہے۔ آزاد ہوئے۔ جب آزاد ہوئے۔ تو شہزادی نے کہا۔ یزید سے سر منگواؤ۔ جب سر آئیں ہیں تو ہر بی بی اپنے وارث کے سر کو گود میں لے کر گریہ کر رہی تھی۔ شام کی عورتوں نے دو چھوٹے سر ایک توشہ میں رکھے ہوئے دیکھے۔

پکار کر کہا کہ اے بی بیوں کیا ان بچوں کی ماں زندہ نہیں ہے؟

ایک مرتبہ شہزادی زینبؑ نے تڑپ کر آواز دی۔ ارے یہ کوکھ جلی کیا کرے۔ اے شام کی عورتوں یہ میرے بچے ہیں۔ لیکن میں بھائی کا ماتم کروں یا بچوں کا ماتم کروں۔

مجلس ششم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالشَّمۡسِ وَضُحٰىهَا ۞ وَالۡقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ۞ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ۞ وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰىهَا ۞ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ۞ وَالۡاَرۡضِ وَمَا طَحٰىهَا ۞ وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۞ فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَتَقۡوٰىهَا ۞ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰىهَا ۞ وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰىهَا ۞ (سورۃ والشمس)

عزیزانِ محترم! بڑی تیزی کے ساتھ ہم اپنے موضوع کے چھٹے مرحلے میں داخل ہو رہے ہیں۔ کل گفتگو اس منزل پر رکی تھی کہ تہذیب حاضر جن بنیادوں پر استوار ہے۔ ان میں سے ایک بنیاد ہے اضافیت۔ اور دوسری بنیاد ہے طاقت۔ نظریہ اضافیت ہیں ہمارے اخلاقی قدروں میں۔ اور ہماری دینی قدروں میں افراط و تفریط ہے۔ اسی طرح نظریہ طاقت میں ہم نے۔ حکم عالم کو بدعملی سے تبدیل کر دیا ہے۔

سبب کیا ہے؟ سبب یہ ہے۔ کہ ہر انسان کے باطن میں ایک شیطان ہے۔ اور ایک رہنما ہے۔ ہر انسان کے اندر۔ باہر کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ اندر ایک شیطان ہے۔ اور ایک رہنما ہے۔ وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَتَقۡوٰىهَا (سورہ الشمس ۷۔۸)۔

ایک نفس امّارہ ہے۔ جو برائی کی طرف لے جاتا ہے۔ اور دوسرا نفس لوامہ ہے۔ جو برائی کو ٹوک دیتا ہے۔ اگر میرے سننے والوں کے ذہن میں محفوظ ہو۔ تو میں نے ان دونوں اصطلاحوں کے لیے قرآن مجید سے دو آیات پیش کی تھیں۔

نفس امّارہ جو برائی کی طرف لے جائے اور نفس لوامہ جو برائی سے روکے۔ امّارہ!

جو برائی کی طرف لے جائے۔ لوامہ! وہ جو روکے۔ بھئی دیکھو؟ اس بات کو یاد رکھنا۔ کہ دنیا کی ہر عدالت میں دھوکہ ممکن ہے۔ دنیا کی ہر عدالت میں رشوت ممکن ہے۔ لیکن نفس لوامہ کی عدالت میں نہ دھوکہ ممکن ہے۔ نہ رشوت ممکن ہے۔ میری بات تو واضح ہو رہی ہے نا۔

اچھا تو اب اس دنیا میں جو کچھ کیا گیا اور جتنی مادی ترقیاں کی گئیں۔ وہ ساری ترقیاں اس لیے تھیں۔ کہ ہماری دنیاوی زندگی بہتر ہو جائے۔ بھئی! عجیب مرحلہ فکر ہے۔ یہاں اپنے سارے سننے والوں کو روک رہا ہوں۔ دیکھو! یہ جو دنیا کی طاقتیں ہیں نا۔ یہ طاقتیں نیوٹرل (Neutral) ہیں غیر جانبدار ہیں۔ اگر انسان میں افزائش نسل کی خواہش نہ ہوتی یہ دنیا ایک صدی میں سنسان ہو جاتی اور ویران ہو جاتی۔

ایک بھی انسان نہ ہوتا۔ اگر انسان کو کھانے کی خواہش نہ ہو۔ تو انسان ہلاک ہو جائے۔ اگر انسان کے اندر سونے کی خواہش نہ ہو۔ تو انسان کو تھکن چور چور کر دے۔ تو ہر طاقت اچھی ہے۔ لیکن اپنے اچھے استعمال کے ساتھ۔ بھئی تمہید میں ذرا میرے ساتھ ساتھ چلو تاکہ بات کو مکمل طریقے سے (Establish) مکمل کرنے کے بعد پھر میں آگے بڑھ جاؤں گا۔

ہر طاقت بہترین طاقت ہے۔ افزائش نسل کی طاقت بہترین طاقت ہے۔ کھانے کی خواہش بہترین خواہش ہے۔ نسل بڑھانے کی خواہش بہترین خواہش ہے۔ برتری کی خواہش۔ اپنے آپ کو بڑا بنانے کی خواہش۔ بہترین خواہش ہے۔ اگر یہ خواہشات دنیا میں نہ ہوں۔ تو انسان ترقی نہ کر سکے گا۔ یہ جو تم نے ستاروں پر کمندیں ڈال دیں۔ یہ جو تم نے سر بفلک عمارتیں بنا دیں۔ ان کا سبب یہ ہے کہ تمہارے اندر بڑائی کی اور تفوق کی خواہش تھی۔ تو ہر طاقت اچھی بھی ہے۔ اور بری بھی ہے۔

''تہذیبِ نفس'' کا کمال یہ ہے کہ اسے برائی سے روکے اور اچھائی کی طرف لے جائے۔ اگر یہ بات واضح ہو رہی ہے تو میں ذرا یہاں پر رُک کر ایک جملہ کہوں۔ بھئی دیکھو! پانی کتنی حقیر شے ہے۔ پانی جیسی حقیر شے دیکھی تم نے۔ زمین پر پھینکو! زمین پر پانی پھینکو! پانی جذب ہو جائے گا۔ پانی زمین پر پھینکو فنا ہو جائے گا۔

ہلاک ہو جائے گا اور ختم ہو جائے گا۔ ٹھیک ہے نا! جذب کر لیا زمین نے۔ لیکن وہی پانی اگر برتن میں رکھ کر۔ اسے آگ پر رکھ دو اور اس میں بھاپ پیدا ہو جائے۔ تو اب طاقت پیدا ہوئی یا نہیں؟ اس میں طاقت پیدا ہو گئی نا۔ اچھا ایسے برتن میں رکھو جو چاروں طرف سے بند ہو تو اس میں اتنی بھاپ پیدا ہو گی۔ کہ وہ برتن کو پھاڑ دے گی۔ انسان کو زخمی کر دے گی۔

تو بھئی! ابھی کہنا چاہ رہا ہوں میں کہ اگر طاقت کا صحیح استعمال ہو۔ بھئی! بڑے نازک مرحلہ پر لے آیا ہوں میں۔ اور اس نازک مرحلے سے مجھے آگے جانا ہے۔ لیکن یہ بات سن لو۔ اگر طاقت کا صحیح استعمال کرے انسان اور اگر اسی بھاپ سے اسٹیم (Steam) بنائے تو اسی سے انجن چلنے لگیں گے اسی سے مشینیں چلنے لگیں گی۔

انسان اگر اسی طاقت کا غلط استعمال کرے۔ تو اسی بھاپ سے زخمی ہو جائے گا تو بھاپ میں کوئی خرابی نہیں تھی۔ پہنچ رہی ہے نا بات تو ذرا سا منزل تمہید میں میرے ساتھ چلو۔ اس لیے کہ جانا۔ جانا بہت دور ہے۔ بھاپ میں کوئی خرابی نہیں تھی کیونکہ اسی بھاپ نے ایک انسان کو زخمی کر دیا اور اسی بھاپ نے انجن چلا دیئے۔ مشینیں چلا دیں۔ تو طاقت کا غلط استعمال۔ ''تہذیب حاضر ہے'' اور طاقت کا صحیح استعمال ''تہذیب نفس ہے''۔

پہنچ۔ پہنچ رہی ہے نا بات۔ بات پہنچ گئی۔ موضوع سے متصل ہو گئے۔ موضوع کو ان مرحلوں میں ابتدائی ہونا ہے۔ اب میں یہیں سے آگے بڑھ جاؤں گا۔ بہت تیزی کے ساتھ آگے بڑھ جاؤں۔ اس طاقت کا صحیح استعمال۔ ''تہذیب نفس'' ہے اور طاقت کا غلط استعمال۔ ''تہذیب حاضر'' ہے۔ اگر یہ بات واضح ہو گئی۔ تو میرے جملوں کو یاد رکھنا۔ کہ پروردگار عالم۔ جس نے فرعون و نمرود کو طاقت دی۔ اسی پروردگار نے کلیم اور مسیح کو طاقت دی لیکن فرق یہ ہوا۔ کہ ایک نے اپنی خواہش پر طاقت کو استعمال کیا۔ دوسرے نے عذاب الٰہی پر طاقت کو استعمال کیا۔

دیکھو! ابھی۔ ابھی۔ میں منزل تمہید سے باہر نہیں گیا۔ بڑے آرام۔ سے میری بات کو سنتے جاؤ۔ بھئی گفتگو یہ ہے کہ ایک ہے طاقت اور دوسری چیز ہے طاقت۔ پر

کنٹرول۔ تو ساری دنیا میں طاقت تو ہے۔ کنٹرول کہیں نہیں ہے۔ اب میں کیسے بتلاؤں کہ طاقت اور کنٹرول میں اعتدال کیسے ہو۔ عمرابن عبدود کو پچھاڑ کر سینے پر بیٹھ گئے یہ ہے طاقت۔ اور لعاب دہن پھینکنے پر اتر آئے یہ ہے کنٹرول۔ پہنچ رہی ہے بات۔ پہنچ رہی تا ہے۔

طاقت نفس کے بڑھتے ہوئے گھوڑے کو کنٹرول میں رکھو۔ کنٹرول میں رکھو۔ اسی کا نام ہے "تہذیب نفس"۔ اب کہاں طاقت استعمال ہو۔ کہاں طاقت استعمال نہ ہو۔ بتلاؤں۔ بھئی سننا! اسلام کی پہلی جنگ۔ جنگ بدر ہے کل میں حوالہ دے رہا تھا جنگ بدر کا۔ کہ تین سو تیرہ مسلمان آئے تھے۔ انہیں کس تلوار نے، کس طاقت نے مسلمان کیا تھا؟ اسلام کی پہلی جنگ۔ جنگ بدر اور جنگ بدر بھی ایسے ہوئی۔ کہ جب رسولؐ نے ہجرت کی۔ تو مُشرکوں نے طے کیا۔ تجارت کے بہانے سے رسولؐ پر حملہ کر دیا جائے۔ مکّہ سے مدینہ جا کر، حملہ کر دیا جائے اور مُشرکین آئے۔

بھئی سننا! خدا کی قسم سننا! یہ ہوگا طاقت پر کنٹرول۔ اور طاقت کا مطلب کیا ہے؟ وہ میں بتلانا چاہ رہا ہوں۔ رسول مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے آئے تو مُشرکوں نے حملہ کیا۔ اور پہلی جنگ۔ جنگِ بدر واقع ہوئی۔ اور اس جنگ بدر میں۔ عجیب و غریب سچویشن (Situatation) ہے۔ اگر سنو گے تو حیران رہ جاؤ گے۔ ایک طرف محمدؐ ہیں ان کے ماننے والے دوسری طرف سردارانِ قریش ہیں۔ ان کے ماننے والے ہیں۔

معلوم ہے تمہیں۔ ایک طرف چھوٹا بھائی ہے۔ دوسری طرف بڑا بھائی ہے۔ ایک طرف باپ ہے تو دوسری طرف بیٹا ہے۔ ایک طرف چچا ہے تو دوسری طرف بھتیجا ہے۔ یعنی ساری رشتہ داریاں خطرے میں ہیں۔ یعنی اگر اِدھر سے مرجائے تو باپ مرگیا اور اُدھر سے مرجائے تو بیٹا مرگیا۔ اور اِدھر سے مرجائے چھوٹا بھائی مرگیا اور اُدھر سے مرجائے تو بڑا بھائی مرگیا۔ اِدھر سے مرجائے چچا مرگیا تو اُدھر سے مرجائے بھتیجا مرگیا۔ یعنی ہر طرف رشتہ دار ہیں۔ چاہے محمدؐ کی طرف جاؤ۔ چاہے بُت پرستوں کی طرف آؤ۔ سارے قریبی رشتہ دار ہیں۔ اور حکم یہ ہے کہ مار دو۔ مار دو یا مرجاؤ۔

دیکھو جنگ کے لیے بہت آسان لفظ بتا رہا ہوں کہ جنگ کے معنی کیا ہیں۔ یا گلا کاٹ دو یا کٹوا لو تو جنگ کے معنی یہی ہیں۔ جنگ کے معنی صلح کے نہیں ہیں بلکہ گلا کاٹ دو یا گلا کٹوا لو۔ تو جنگ میں گلے کا کٹنا لازمی ہے۔ چاہے کٹوایا جائے یا کاٹا جائے۔ بھئی حکم الٰہی ہے کہ ادھر سے باپ آئے۔ بھئی! بہت توجہ! ادھر سے باپ آئے چچا آئے۔ بھتیجا آئے بھائی آئے۔ کوئی آئے اس کا گلا کاٹ دو۔ تو بھئی "تہذیبِ نفس" تو بعد میں ہوگی۔ پہلے اس بات کو طے کرنا ہے کہ تمہاری رشتہ داریاں میرے محمدؐ اور میرے دین سے زیادہ اہم ہیں یا نہیں؟

بیچ رہی ہے نا بات۔ تمہاری رشتہ داریاں میرے محمدؐ اور میرے دین سے زیادہ اہم نہیں ہیں۔ ماردو۔ دیکھا جائے گا۔ قربان کردو اپنی رشتہ داریوں کو۔ میرے دین پر اور میرے محمدؐ پر۔ جب تو "تہذیبِ نفس" کی منزل پر ہو گے ورنہ "تہذیبِ نفس" کی منزل پر نہیں ہو۔ جنگ ہوئی اور گھمسان کی جنگ ہوئی۔ اور اس جنگ میں پروردگار کہتا ہے! قرآن میں جا کے دیکھ لینا۔ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ (سورہ آل عمران۔۱۲۳) اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی۔ اے مسلمانو! بدر میں اللہ نے تمہاری مدد کی اور فرشتے بھیجے ہیں۔ جب جنگ ختم ہوئی اور مُشرکین کے لاشے گنے گئے تو ان کی تعداد تھی ستّر۔

بھئی! بہت توجہ رہے! جنگ بدر میں فرشتے آئے تھے۔ پھر سننا۔ جنگ بدر میں فرشتے آئے تھے مسلمان فوج کی مدد کے لیے فرشتوں نے مسلمانوں سے۔ کندھے سے کندھا ملا کر مُشرکین سے جنگ کی تھی اور یہاں روک رہا ہوں میں۔ سارے مجمع کو! کہ جنگ بدر وہ واحد جنگ ہے کہ جس میں مسلمانوں کے ساتھ فرشتے بھی لڑ رہے تھے مُشرکوں سے۔ اچھا تو کتنے مارے گئے مُشرکین؟ جب بھاگے ہیں نا تو جب ان کے لاشے گنے گئے تو ۷۰ تھے۔ تو ستر کا آدھا ۳۵ ہوا۔ ان ۷۰ میں سے ۳۶ علیؑ نے مارے۔ بھئی! آدھے سے زیادہ علیؑ نے مارے۔ تو جو کام انسانوں نے اور فرشتوں نے مل کر کیا تھا۔ میرے مولا علیؑ نے اس سے زیادہ کیا یا نہیں؟ صلوٰۃ۔

میں! بہت آہستہ آہستہ! اپنے سننے والوں کو کسی عجیب مرحلہ تک پہنچانا چاہتا ہوں۔

تا کہ فلسفۂ طاقت سمجھ میں آ جائے۔ اور گفتگو وہیں سے آگے بڑھ جائے۔ روکنا نہیں ہے۔ اچھا تو۔ جب مُشرک بھاگا تھا تا مدینہ سے۔ ہزیمت اٹھا کر۔ شکست کھا کر۔ مُشرک بھاگا ہے تو۔ تاریخیں لکھتی ہیں۔ بھئی بہت توجہ رکھنا۔ تاریخیں لکھتی ہیں کہ مُشرک کو کوئی پیچھے سے مار رہا تھا۔ اور کوئی آگے سے مُشرکوں کو مار رہا تھا۔ مُشرک مڑ کر دیکھتا تھا تو کوئی نظر نہیں آتا تھا۔ گھبرایا ہوا مُشرک مکے تک مار کھاتا ہوا گیا ہے۔ اور حرم کی چہار دیواری کے اندر بیٹھ کے کہا! یہ تو نہیں معلوم کہ ہمیں کس نے مار بھگایا لیکن اتنا معلوم ہے کہ ہمیں شکست ہوگئی۔

جب مدینہ سے خبر آئی۔ اور رسولؐ سے پوچھا گیا! تو رسولؐ نے فرمایا یہ فرشتے تھے۔ جو بھگاتے ہوئے مکہ تک مُشرکوں کو لے گئے۔ تو میں پوچھوں؟ کہ یا رسولؐ اللہ۔ یا رسولؐ اللہ۔ اتنے فرشتے جو بھگاتے ہوئے مکہ تک مُشرکوں کو لے گئے۔ مدینہ میں ہی کافروں کو مار دیتے۔ بات ختم ہو جاتی۔ اتنی محنت کی ضرورت کیا تھی۔ تو بتلانا یہ تھا کہ مُشرک کو مارنا نہیں ہے۔ مسلمان بنا کر "تہذیبِ نفس" سکھانی ہے۔ صلوٰۃ۔

بڑے نازک مرحلے پر۔ میں اپنے سننے والوں کو لے کے آ گیا۔ اور اسی نازک مرحلے سے سلسلہ گفتگو کو آگے جانا ہے۔ کردار محمدؐ کی طاقت تم نے دیکھی کہ اگر میرا محمدؐ اشارہ کر دیتا فرشتوں کو۔ تو ایک مُشرک نہ بچتا۔ لیکن اسلام کا مزاج مُشرک کو مارنا نہیں ہے۔ اسلام کا مزاج ہے کہ مُشرک کو مومن بنا کر "تہذیبِ نفس" کے معیار پر لے آنا۔

بھئی سمجھ رہے ہو نا بات کو۔ تو طاقتور کا مزاج سمجھ میں آ گیا کہ طاقتور مہلت دیتا ہے۔ ایسا نہیں کہ مار دے یہ تو ان ظالموں کا مزاج ہے کہ جن کے پاس غلط طاقت آ گئی کہ اپنے دشمن کو مار دو۔ اگر غلط طاقت کسی ظالم کے پاس آ جائے۔ دشمن کو مار دو۔ تو عادل ہونا اور طاقتور بھی ہو۔ تو وہ مہلت دیتا ہے۔ بھئی اللہ مار دیتا ابلیس کو لیکن مہلت دی یا نہیں۔ تو یہ طاقتور کا مزاج ہے۔ کہ دشمن کو مہلت دیئے جاؤ چاہے خدا ہو۔ چاہے محمدؐ ہو اور چاہے اپنے زمانے کا علیؑ ہو۔ صلوٰۃ۔

مہلت سے مراد آپ سمجھ گئے نا۔ مہلت کا مزاج سمجھ گئے نا اگر مسلمانوں نے علیؑ کو

چھوڑ دیا تو کیا علیؑ اپنی مُشکل کُشائی چھوڑ دیں؟ بھئی میں سوال کر رہا ہوں یہاں بڑا نازک مرحلۂ فکر ہے۔ اور اس مرحلۂ فکر سے میں آگے جاؤں گا۔ آپ نے علیؑ کو چھوڑ دیا لیکن علیؑ تو اپنی مشکل کشائی نہیں چھوڑے گا۔

جب موسیٰؑ نے پروردگار سے مناجات کی کہ پروردگار! فرعون تو خدائی کا دعویٰ کر رہا ہے۔ تو اس کا رزق بند کر دے۔ تو پروردگار عالم کا جواب یہی تھا نا کہ! اگر اس نے۔ بندگی فراموش کر دی۔ تو کیا میں؟ اپنی خدائی فراموش کر دوں۔ اگر اس نے اپنی بندگی بھلا دی ہے تو کیا میں اپنی خدائی کو بھلا دوں۔ تو اب دنیا! علیؑ کی مُشکل کُشائی کو بھول گئی تو کیا علیؑ بھی اپنی مُشکل کُشائی کو بھلا دے؟ اچھا اگر مُشکل کُشائی کو بھول گئے ہو تو پھر مُشکل میں مدد لینے اور مُشکلوں کو حل کرانے علیؑ کے پاس کیوں جا رہے ہو؟۔ صلوٰۃ

انکار کر نہیں سکتے، بھری ہوئی ہے تاریخ۔ جملہ سُنا کہ جب کوئی مُشکل آئی۔ حل کروانے علیؑ کے دروازے پر پہنچے۔ اب میں آج تک سوچ رہا ہوں کہ مُشکل تمہیں پیش آئی۔ حل کروانے علیؑ کے پاس جا رہے ہو تو بھئی! تم یہ غیر اللہ سے۔ کب سے مدد مانگنے لگے؟۔ صلوٰۃ۔

اب میں کیا؟ اپنے سننے والوں کی خدمت میں عرض کروں۔ مجھے تو طاقت کہاں دکھلائی ہے اور کہاں طاقت کو روک لینا ہے۔ میں تو اسی موضوع کو اپنے سننے والوں کو کچھ جملے ہدیہ کرنا چاہ رہا تھا۔ لیکن اب میں کیا کروں؟ میرے علیؑ کا تذکرہ درمیان میں آ گیا۔

بھئی! مُشکل۔ مُشکل تمہیں پیش آئی۔ جا رہے ہو علیؑ کے دروازے پر حل کروانے کے لیے علیؑ سے حل کروانے جا رہے ہو نا۔ تو یہ کب سے غیر اللہ سے مدد مانگنے لگے۔ یہ علیؑ اللہ تو نہیں ہے کہیں تم نصیری تو نہیں ہو۔ اچھا تم تو بھئی! غیر اللہ سے مدد مانگنے کو بدعت سمجھتے ہو۔ تو چلو! قرآن تو کافی ہے نا تو قرآن! ہی سے مدد مانگ لو یہ علیؑ کے دروازے پر کیوں جا رہے ہو۔

بھئی اس میں سے سچی بات کون سی ہے۔ کل کہا کہ قرآن کافی ہے اور آج کہا کہ علیؑ مدد کر دو۔ بھئی! بات پہنچ رہی ہے نا۔ میرے محترم سننے والوں تک۔ تو اب میرا جملہ

سنو۔ چلو اسے بھی چھوڑ دو۔ بھئی کوئی تو مدینہ میں ملتا کہ جب لوگ جارہے تھے علیؑ سے مدد لینے کے لیے تو وہ کہتا کہ تم علیؑ کے پاس کیوں جارہے ہو؟۔ میرے پاس آؤ تمہاری مشکل میں حل کروں گا۔ تو جو دنیا میں مشکل حل نہ کر سکے۔ وہ آخرت میں تمہاری مشکل کیا حل کرے گا۔ صلوۃ

پہنچ رہی ہے نا بات۔ بہت آہستہ آہستہ اپنے سننے والوں کو اپنے موضوع سے متعارف کراتا ہے۔ تو طاقت ور کا مزاج یہ ہے کہ جہاں ضرورت ہو طاقت استعمال کرے۔ اور جہاں ضرورت نہ ہو طاقت کو روک کے رکھے۔ بھول گئے کیا؟ بھئی! طاقت ور کا مزاج دیکھنا۔ اگر طاقت ور کا مزاج سمجھ میں آ گیا۔ تو مجھے آگے جانے میں بڑی آسانی ہو جائے گی۔ طاقتور کا مزاج کیا ہونا چاہیئے وہ عادل طاقتور ہو۔ میرا اللہ چاہتا تو گردن پکڑ کر سجدہ کروا دیتا۔

اچھا کل کی گفتگو تھی نا کہ ابلیس سجدہ نہیں کر رہا تھا۔ سارے فرشتے سجدہ کر رہے تھے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (سورہ طلاق۔۱۲) تو اللہ گردن پکڑ کر سجدہ کروا دیتا۔ تو کروا سکتا تھا نا لیکن گردن پکڑ کر سجدہ نہیں کروایا۔ اس لیے کیونکہ:

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا۔ (سورہ الشمس۔۷،۸) ہم نے تمہیں فجور بھی سکھا دیا اور ہم نے تمہیں تقویٰ بھی بتلا دیا۔ اب ہم تمہیں مجبور نہیں کریں گے۔ چاہے سجدہ کرو۔ چاہے نہ کرو۔ سمجھ گئے نا بات کو۔ تو کہاں طاقت استعمال کریں اور کہاں طاقت استعمال نہ کریں تو یہ عادل طاقتور کا مزاج ہے۔

وہی ابوطالبؑ ...... سننا! ہزاروں مرتبہ کا سنا ہوا واقعہ ہے۔ ذرا اینگل (Angle) بدل رہا ہوں۔ اور میں چاہوں گا کہ میرے محترم سننے والوں تک۔ یہ واقعہ دوسرے واقعہ کے ساتھ منتقل ہو کر پہنچ جائے۔ تم نے ہزاروں مرتبہ سنا ہوگا کہ رسولؐ زید کے ساتھ غار حرا میں تھے۔ ابوطالبؑ کو اطلاع نہیں تھی کہ بھتیجا کہاں ہے۔ بہت مشہور واقعہ ہے۔ میں نے بار بار بیان کیا ہے۔ اور اس کی تفصیلات میں نہیں جاؤں گا۔

جب ابوطالبؑ کو یہ خبر ہوئی کہ بھتیجا موجود نہیں ہے۔ اور پتا نہیں کہ کہاں گیا۔ تو

نکلے تھے نا۔ ابوطالبؑ اپنے جوانوں کو لے کر۔ بنی ہاشم کے جوانوں کو لے کر اپنے غلاموں کو لے کر۔ اور سردارانِ قریش کے پاس بیٹھا دیا تھا۔ اور بٹھانے کے بعد۔ گئے تھے محمد رسول اللہ کو تلاش کرنے کے لیے۔ اور واپس لے کر پلٹے تھے۔ اور یہ کہہ کر گئے تھے۔ کہ اگر میں محمدؐ کو لے کر آؤں تو تم کچھ نہ کہنا ان کافروں سے۔ اور اگر میں محمدؐ کو لے کر نہ آؤں۔ تو بے دریغ اپنی تلواریں نکالنا اور ان سب کی گردنیں اڑا دینا۔

یہ ہے طاقت کا استعمال۔ یہی میں بتلانا چاہ رہا تھا۔ پورا واقعہ تفصیل سے اپنے سننے والوں کی خدمت میں پیش نہیں کروں گا۔ یہی ہے طاقت کا استعمال کہ جوانوں کو بٹھایا، اپنے غلاموں کو بٹھایا اور ان سے کہا آستینوں میں تلواریں چھپالو اور کہہ کر گئے کہ اگر میں محمدؐ کو لے کر آؤں تو اِن مُشرکوں کو کچھ نہ کہنا۔ اور اگر میں محمدؐ کو لے کر نہ آؤں۔ تو تلواریں نکالنا نیزے نکالنا۔ مُشرکوں کے سینوں میں پیوست کر دینا اور گردنیں اڑا دینا۔

بہت تفصیلی واقعہ ہے۔ جب لے کر آئے محمدؐ کو اور مُشرکوں نے ابوطالبؑ کے چہرے پر جلال دیکھا تو مُشرک کہنے لگے۔ سردار قریش! یہ آج آپ کے چہرے پر یہ جلال کیسا ہے۔ تو ابوطالبؑ نے کہا بتاؤں جلال کیسا ہے تو اشارہ کیا جوانوں نے تلواریں نکالیں، اشارہ کیا غلاموں نے میخیں نکالیں۔ کہا یہ تلواریں دیکھ رہے ہو اور یہ میخیں دیکھ رہے ہو نا۔ کتنی بڑی طاقت تھی ابو طالبؑ کے پاس، کہا یہ تلواریں دیکھ رہے ہونا۔ ہاں دیکھ رہے ہیں۔ کہا یہ میخیں دیکھ رہے ہونا۔ کہاں ہاں دیکھ رہے ہیں۔ کہا اگر میرا بھتیجا محمدؐ نہ ملتا۔

بھئی سننا! اگر میرا بھتیجا محمدؐ نہ ملتا تو یہ ساری تلواریں تمہاری گردنیں اڑا دیتیں اور یہ ساری میخیں تمہارے سینوں میں پیوست ہو جاتیں۔ فرمایا دیکھو جب تک میں زندہ ہوں تم اسے ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ یہ ہے طاقت کا استعمال میں تو دوسرے واقعہ سے مربوط کر رہا ہوں۔ عادل طاقت ور سمجھتا ہے۔ کہ کہاں طاقت کا استعمال کرنا چاہیئے اور کہاں طاقت کا استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ ابو طالبؑ جو اس واقعہ میں طاقت کو استعمال کر رہے ہیں وہی ابوطالب تین سال تک ''شعب ابی طالب'' میں پیغمبر کے ساتھ قریش کے محاصرہ میں

ساتھ رہے اور طاقت نہیں استعمال کی۔

تاریخ دیکھ لو۔ تاریخ دیکھو۔ یعنی اسلام کی تاریخ میں یہ بھی ملے گا کہ سارا شہر مکہ میں ہے۔ اور صرف بنی ہاشم والے اس گھاٹی میں اکیلے ہیں۔ اور اتنے بھوکے پیاسے ہیں۔ کہ چمڑے ابال ابال کر کھا رہے ہیں۔ دیکھ رہے ہو نا! اب میری آج تک سمجھ میں نہ آیا۔ اگر تمہاری سمجھ میں آ گیا ہو تو مجھے سمجھا دو۔

سارا شہر مکہ میں ہے صرف بنی ہاشم والے ہیں کہ جن کا بائیکاٹ کیا ہے قریش نے تو وہ جو اسلام لا کے پرانے سابق الاسلام بنے تھے۔ انہوں نے کچھ تھوڑا سا کھانا محمدؐ کو کیوں نہیں پہنچا دیا۔ بھئی کچھ کلمہ گو تو مکہ میں تھے بھئی یہ کیسے کہو گے کہ سارا شہر کلمہ کا فر تھا نہیں سارا شہر مشرکوں کا نہیں تھا کچھ کلمہ گو بھی تھے۔

وہی کچھ پہنچا دیتے لیکن کچھ نہیں پہنچایا۔ تین سال تک چمڑے ابالتے رہے ہیں درخت کے پتے ابالتے رہے ہیں اور یہاں تک کہ بنی ہاشم کی جلد کا رنگ سبز ہو گیا تھا اس تین سال کے عرصے میں اور بعد میں بھی کچھ عرصے تک باقی رہا۔

بھئی توجہ رکھنا۔ توجہ رکھنا۔ کہاں طاقت کا استعمال ہو اور کہاں طاقت کا استعمال نہ ہو۔ تین سال کے بعد ایک دن محمدؐ نے ابوطالبؑ سے کہا۔ کہ چچا وہ جو معاہدہ خانہ کعبہ کے اندر رکھا ہوا ہے۔ اور وہ معاہدہ لکڑی کی صندوقچی میں بند ہے اور اس صندوقچی میں قفل لگا ہوا ہے اور خانہ کعبہ کا دروازہ بند ہے، دروازے کے اوپر قفل لگا ہوا ہے اور کنجی تھی خانہ کعبہ کی بنی ہاشم کے گھر میں۔ اور کسی کی مجال نہیں تھی کنجی لا کر اسے کھول کر دیکھ سکے۔

سمجھ رہے ہو نا سچویشن (Situation) کو۔ کہنے لگے تین سال کے بعد۔ کہ چچا جا کے قریش سے کہہ دیں کہ وہ جو معاہدہ انہوں نے صندوقچی میں بند کر رکھا ہے۔ اسے دیمک کھا گئی ہے اور اس معاہدہ میں سوائے لفظ اللہ کے کچھ نہیں بچا ہے۔ ابوطالبؑ مڑ کر پوچھتے کہ بھتیجے تجھے کیسے پتا چلا؟ لیکن نہیں پوچھا۔ گھاٹی سے نکل کر شہر مکہ میں آئے۔ اور آنے کے بعد کہا۔

قریش والو! سنو! بھئی سننا! اب میں دلیل قائم کر رہا ہوں۔ اور اگر یہ دلیل پہنچ

گئی۔ تو میری آج کی محنت سوارت ہے۔ قریش والو ! سنئا!۔ یہ کہنا تھا کہ پورا مجمع پرجوش برآمد ہوا۔ آج یہ گھاٹی سے نکل کر تین برس بعد ابوطالبؑ کیسے آ گیا؟ جب سارے لوگ متوجہ ہو گئے۔ تو ابوطالبؑ کہنے لگے کہ میرے بھتیجے نے کہا ہے۔ کہ تمہارے معاہدہ کو دیمک چاٹ گئی۔ اور آج تک میرے بھتیجے نے جھوٹ نہیں بولا ہے۔ لیکن ذرا ابوطالبؑ کے جملے کی گہرائی کا اندازہ کرو۔ میرا بھتیجا۔ میرا بھتیجا۔ آج تک جھوٹ نہیں بولا۔

یہی کہا ہے نا۔ تو ابھی ٹھہر جاؤ۔ ٹھہر جاؤ! ذرا میں اس جملہ کو اپنے دوستوں کو سمجھا دوں۔ بزرگ تو سب جانتے ہیں۔ اس جملہ کی گہرائی تک پہنچا دوں۔ پھر میں آگے بڑھ جاؤں گا۔ اس وقت شام ہے۔ کہہ رہا ہوں اب نتیجہ خود نکالو۔ صبح نہیں ہے۔ میں نہیں کہوں گا۔ میں تو کہوں گا اس وقت شام ہے الٹ دوں صبح نہیں ہے۔ اس وقت مجلس ہو رہی ہے۔ الٹ دو۔ دوسرا کام نہیں ہو رہا ہے۔ ٹھیک ہے نا۔ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ الٹ دو۔ کھڑے ہوئے نہیں ہیں۔ تو آج تک میرے بھتیجے نے جھوٹ نہیں بولا۔ الٹ دو کہ جو بولا ہے۔ سچ بولا ہے۔

نہیں میں تو دلیل (Establish) کر رہا ہوں یہی تو کہا تھا نا ابوطالبؑ نے۔ کہ میرے بھتیجے نے جھوٹ نہیں بولا۔ بھئی جملہ کو اُلٹ دو۔ کہ جو بولا ہے سچ بولا ہے۔ اس نے کہا خدا ایک ہے تو سچ کہا ہے، اس نے کہا ہے میں رسولؐ ہوں تو سچ کہا ہے، اس نے کہا خدا ایک ہے تو سچ کہا ہے، اس نے کہا میں رسولؐ ہوں تو سچ کہا ہے، اس نے کہا قیامت آنے والی ہے تو سچ کہا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ میرا خدا عادل ہے تو سچ کہا ہے، اس نے کہا علیؑ میرا خلیفہ ہے تو سچ کہا ہے۔ تو پانچوں اصول دین ایک جملہ میں ہیں یا نہیں......

پہنچ رہی ہے نا بات! آج تو میں صرف طاقت کے استعمال کو دکھلا رہا ہوں اچھا تو پھر سنو۔ دیکھو اپنی پالیسی دے دی ابوطالبؑ نے کہ آج تک میرے بھتیجے نے جھوٹ نہیں بولا۔ میرا بھتیجا جھوٹ بولتا ہی نہیں ہے اور جو کہتا ہے سچ کہتا ہے اور تمہارا معاہدہ دیمک

کھا گئی۔

دیکھو کتنا بڑا رسک (Risk) لیا ہے ابو طالبؑ نے بھئی! بہت توجہ رہے! اگر نعوذ باللہ غلط ثابت ہو جائے۔ تو بھتیجے کو دینا پڑے گا۔ اور اگر بھتیجا کو دے دیا۔ تو بھتیجا قتل ہو جائے گا۔ تو جس کو ایمان با رسالت نہ ہو۔ وہ یہ جملہ کہہ نہیں سکتا۔ صلوۃ

پہنچ رہی ہے نا بات! اچھا تو اب ذرا خاندان کو تو دیکھتے چلو نا۔ جانا تو بہت دور ہے اور تھوڑا سا ابھی دامن وقت میں گنجائش موجود ہے۔ اس لیے میں تمہیں چھوٹے چھوٹے واقعات بتلا رہا ہوں۔ کہ دیکھو۔ کہ کہاں طاقت استعمال کرنی ہے اور کہاں طاقت استعمال نہیں کرنی۔ ابو طالبؑ کے پاس تلوار کی طاقت تھی۔ لیکن استعمال نہیں کی۔ کیوں؟ اس لئے کہ ایسے مرحلے پر آپ کو محمدؐ کی نبوت کو (Establish) استحکام دینا تھا۔ وہ کر دیا۔ اور عبدالمطلبؓ کے پاس تلوار کی طاقت نہ تھی۔ ابرھہ کے مقابلے پر۔ لیکن زبان کی طاقت تو تھی نا۔ بددعا تو کر سکتے تھے۔ بددعا بھی نہیں کی۔

سنو گے۔ بس ایک جملہ سنو۔ عبدالمطلبؓ کا۔ اور پھر میں آگے بڑھ جاؤں گا۔ ابو طالب سمجھ میں آ گئے ہیں نا۔ تو اب عبدالمطلبؓ کو سن لیں آئے ابرھہ کے پاس۔ اس نے احترام کیا کہ سردار مکہ آیا ہے کہا! کیسے آپ نے زحمت کی کہا! تمہارے فوجی ہمارے اونٹ پکڑ کر لے آئے ہیں۔ کہا میں نے تو آپ کا بڑا احترام کیا۔ آپ اونٹوں کے لیے آئے ہیں۔ تو مسکرا کر کہا! "انا ربّ لاابل" ان اونٹوں کا مالک میں ہوں اور اس گھر کا مالک کوئی اور ہے۔ میں تو اپنے اونٹوں کی پرواہ میں اور فکر میں ہوں۔ اور اس گھر کا مالک اس کی فکر میں ہوگا۔ وہی اسے بچالے گا۔

کہا کہ اب تو میں آ گیا ہوں لاؤ لشکر لے کر۔ تمہارا پروردگار! اس خانہ کعبہ کو بچا نہیں سکتا۔ تو جانتے ہو عبدالمطلبؓ کہہ کر کیا اٹھے ہیں۔ خدا کی قسم دو لفظ کہے ہیں عبدالمطلبؓ نے۔ جب ابرھہ نے کہا سردار مکہ کیسے آئے؟ کہا میں اپنے اونٹ مانگنے آیا ہوں۔ کہا احترام میری نظروں سے ختم ہو گیا، کہا کیوں میں نے سمجھا تھا کہ تم خانہ کعبہ کی حفاظت کے لیے آئے ہو۔ درخواست کرتے کے لیے۔ کہ میں خانہ کعبہ کو منہدم نہ

کروں۔ کہا کہ نہیں۔ اس کا مالک کوئی اور ہے۔ اونٹوں کا مالک میں ہوں اگر اس کا مالک کوئی اور ہے تو وہ تجھ سے بچالے۔ کہنے لگا ابرھہ! بچا نہیں سکتا۔

تمہارا اللہ! اپنے گھر کو اور تمہارے خانہ کعبہ کو بچا نہیں سکتا۔ تو یہ کہہ کر اٹھے کہ اَنْتَ وَھُوَ۔ بھئی میں تو ہوا اونٹوں کا مالک۔ میں جا رہا ہوں اس گھر کا مالک کوئی اور ہے اب تو جانے اور وہ جانے۔ پہنچ گئی بات میرے محترم سننے والوں تک۔ کہ اب تو جانے۔ اور وہ جانے۔ بھئی سنتا! کیا کریکٹر (Character) کھل کر سامنے آیا ہے۔ اس چھوٹے سے جملے میں۔ دنیا والوں کو بتلا دیا۔ دیکھو اب ابوطالبؑ کے جملہ میں ہے کیا؟ وہ بتلانا چاہ رہا ہوں۔ دنیا والوں کو بتلا دیا۔

کہ اگر یہ گھر اللہ کا ہے۔ تو اللہ اسے بچالے گا۔ اور اگر اللہ کا نہیں ہے تو منہدم ہوجائے گا ہمیں فکر کیا۔ کیا کمال کی بات ہے۔ دیکھو مزاج ایک۔ طبیعت ایک اور طریقہ استدلال ایک۔ میں کہنا کیا چاہ رہا ہوں۔ وہیں تک تو پہنچانا چاہ رہا ہوں میں۔

عبدالمطلبؑ کا مزاج۔ عبدالمطلبؑ کی دلیل جو دے رہے ہیں۔ کہ اگر یہ گھر اللہ کا ہے تو اللہ اسے بچالے گا۔ مجھ سے کیا مطلب؟ اور اگر اللہ کا نہیں ہے تو منہدم ہوجائے گا۔ مجھے کیوں پرواہ ہو۔ مجھے کیوں فکر ہو۔ بھئی یہی تو ابوطالبؑ نے کہا تھا۔ کہ اگر محمدؐ اللہ کا رسول ہے۔ تو اللہ اُس کی بات کو سچ کر دکھائے گا۔ اور اگر رسول نہیں ہے تو میں پرواہ کیوں کروں یکجائے قریش بس۔

بس میں نے اپنے سننے والوں کو زحمت دی۔ اور اسی مرحلہ فکر تک اپنے سننے والوں کو لے کر جانا چاہ رہا تھا۔ بددعا بھی نہیں کی، زبان ہی کی طاقت دکھلا دیتے۔ زبان کی طاقت کا استعمال بھی نہیں کیا۔ عبدالمطلبؑ نے۔ اور ابوطالبؑ نے اگر ایک جگہ طاقت دکھلائی تو دوسری طاقت کو ووڈرا (Withdraw) کر دیا۔ یہ ہے مزاج۔ وہ بڑھیا جو روز کوڑا پھینکتی تھی میرے محمدؐ پر۔ بھئی سنتا! جب وہ بڑھیا بیمار ہوئی۔ اور میرا نبیؐ اسے دیکھنے کے لیے گیا ہے۔ اس کی عیادت کرنے کے لیے گیا ہے۔ تو وہ یہ سمجھی تھی نا کہ یہ ہمیں ستانے آئے ہیں۔

دیکھو بڑا نازک مرحلہ فکر ہے۔ کردار کو سمجھانا چاہ رہا ہوں۔ بڑھیا تھی مکہ میں نا۔ جو رسولؐ پر کوڑا پھینکا کرتی تھی۔ اور کچھ دنوں سے کوڑا نہیں آیا رسولؐ پر۔ رسولؐ کہنے لگے آخر بات کیا ہوئی؟ کہا کہ وہ بیمار ہے۔ کہا میں اس کی عیادت کو جاؤں گا۔ گئے نا رسولؐ اس کی عیادت کو گئے۔ تو سوچنے لگی کہ میں نے انہیں اذیت دی ہے۔ توجہ رکھنا۔ سوچنے لگی کہ میں نے انہیں اذیت دی ہے۔ اب میں بیمار ہوں یہ محمدؐ آئے ہیں۔ مجھے اذیت دینے کے لیے۔

اب جو آئے اور آنے کے بعد پوچھا۔ تیری طبیعت کیسی ہے؟ تجھے اگر کوئی ضرورت ہے۔ تو میں اسے پورا کردوں تو اب وہ گھبرائی اور۔ کہنے لگی کہ میں سمجھتی تھی کہ تم مجھے اذیت دینے آئے ہو۔ اس لیے کہ ہر انسان کا مزاج یہی ہے۔ میرا مزاج بھی یہی ہے۔ میں تمہیں اذیت دیتی رہی۔ میں نے تمہیں اپنا جیسا سمجھا تھا۔ لیکن تم تو آئے ہو عیادت کے لیے۔ تم تو آئے ہو مدد کے لیے۔ اس لیے کلمہ بتاؤ؟ میں کلمہ پڑھ لوں۔ جب تک اپنے جیسا سمجھتی رہی۔ کافر رہی۔ جب اپنے جیسا نہیں سمجھا مسلمان ہوگئی۔ صلوۃ میرے پاس۔ دامن وقت میں گنجائش نہیں ہے۔ اور مجھے یہ تذبذب کنفیوژن (Confusion) ہے۔ کہ مغرب سے پہلے میں کیا بیان کروں۔ اور کیا بیان نہ کروں۔ اس لیے میں بہت تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہوں۔ کردار محمدؐ سمجھ میں آگیا! میں کیسے بتاؤں؟ جاؤ تاریخوں کو دیکھو۔ یہودی کنیز۔ چھوٹا سا ایک جملہ کا واقعہ ہے۔

یعنی واقعہ تو تمہید ہے۔ اس پورے واقعہ میں ایک جملہ ہے۔ جو میں آپ کو سنانا چاہ رہا ہوں یہودی کی کنیز جو خود بھی یہودن ہے اپنے گھر سے کسی کام سے نکلی۔ اور بہت دیر ہوگئی۔ اب اسے ڈر ہوا کہ اگر میں گھر جاؤں گی تو آقا مارے گا آقا مجھ کو سزا دے گا۔ سوچتی رہی کہ میں کیا کروں؟ یہودن ہے اور آئی رسولؐ کے پاس۔ کہ آپ چل کر میرے مالک سے سفارش کردیجیئے تاکہ وہ مجھے سزا نہ دے کسی سبب سے مجھے دیر ہوگئی ہے۔ اچھا بھئی! غیر مسلم ہے۔ یہودی ہے تو کسی یہودی عالم کے پاس کیوں نہ گئی؟

یہ مسلمانوں کے رسولؐ کے پاس کیسے آگئی؟۔ تو اگرچہ رسولؐ مسلمانوں کا ہے۔

لیکن پورے معاشرے میں شہرت رکھتا ہے۔ کہ پسماندہ اقوام سے اگر کوئی محبت کرنے والا ہے تو یہ ہے اور کوئی نہیں ہے۔ یہ ہے وہ رسولؐ جس نے "تہذیب نفس" کے ذریعے دین پھیلایا ہے۔

بس میری گفتگو۔ اب اپنی منزل سے قریب ہوگئی ہے۔ آئے رسولؐ اس غیر مسلم عورت کو لے کر یہودی کے دروازے پر۔ یہودی گھبرا گیا۔ احترام کیا۔ سلام کیا۔ مسلمانوں کا رسول آیا ہے۔ بٹھایا اور عرض کی آپ نے کیسے زحمت کی؟ فرمایا میں تیری کنیز کی سفارش کے لیے آیا ہوں۔

کہنے لگا! سفارش تو بعد میں کیجیے گا۔ پہلے اپنا کلمہ بتا دیجیے۔ تاکہ میں اپنی زبان پر جاری کروں۔ تاکہ میں مسلمان ہو جاؤں۔ فرمایا تم مسلمان کیوں ہونا چاہتے ہو؟۔ کہنے لگا کہ جس کے دل میں انسانیت کے لیے اتنی بڑی ہمدردی ہو۔ وہ جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ صلوٰۃ۔

میں نے بڑی زحمت دی۔ اپنے سننے والوں کو اب زیادہ زحمت سماعت نہیں دوں گا۔ اسلام میں غلط طاقت کے استعمال کرنے کا کوئی امکان نہیں ہے آپ کو میں کیسے سمجھاؤں آپ پورے قرآن کو دیکھ ڈالیں جنگِ خندق، جنگِ خیبر، جنگِ احد، جنگِ بدر، سے لے کر بدر و حنین تک کسی جنگ کا تذکرہ آگیا ہے تو یہی کہا کہ فتح ہوئی۔

پڑھے لکھوں کے لیے یہ جملہ ہدیہ کر رہا ہوں کہ جنگ کے معنی گلا کاٹ دینا یا گلا کٹوا دینا ہے کہیں بھی اگر تذکرہ آگیا ہے قرآن میں۔ تو کہا۔ ہم نے فتح دے دی۔ کیا کہا ہم نے فتح دے دی۔ اور جب صُلحِ حُدیبیہ کا تذکرہ ہوا۔ تو قرآن نے آواز دی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. انّا فتحنا لک فتحاً مّبیناً (سورہ فتح۔۱) جنگ فتح ہے صلح فتح مبین ہے۔

بھئی سننا اور بڑے نازک مرحلے کی بات ہے کہ جہاں میں اپنے سننے والوں کو لے کر آگیا ہوں۔ اور اب میرے پاس دامن وقت میں بہت زیادہ گنجائش نہیں ہے۔ کچھ مصائب کے بھی چند جملے عرض کرنے ہیں لیکن یہ بات مکمل ہو جائے۔ جنگ بدر فتح ہے۔ جنگ اُحد فتح ہے۔ جنگِ خندق فتح ہے۔ جنگِ خیبر فتح ہے۔ فتح ہے ناحتٰی یفتحَ

اللہؑ رسولؐ نے کہا تھا کہ وہ واپس نہیں آئے گا کہ جب تک فتح نہ کر لے۔ حتٰی یفتحُ اللہُ یہ جملہ ذہن میں رکھنا۔ حتٰی یفتحَ اللّٰہُ بین یدیہ۔

خیبر میں رسولؐ نے کہا کہ وہ واپس نہیں آئے گا کہ جب تک خیبر کو فتح نہ کر لے۔ توجہ رہے کہ ساری جنگ تو علیؑ نے لڑی تلوار سے لیکن حدیبیہ کی جنگ علیؑ نے ہی لڑی۔ تلوار سے نہیں قلم سے۔ بس۔ چند جملوں کی زحمت ہے۔ اور انہیں جملوں میں پالیسی (Policy) دینا چاہ رہا ہوں میں۔ ساری جنگیں علیؑ نے لڑیں۔ تلوار سے، اور حدیبیہ کی صُلح وہ بھی ایک جنگ تھی اسے علیؑ نے لڑی قلم سے۔ آپ کو صُلح حدیبیہ تو معلوم ہے نا۔ ۷ ھ میں فتح خیبر ہے اور سن ۷ ہجری میں صُلح حدیبیہ ہے۔

سننا۔ بڑے نازک مرحلے پر لے آیا ہوں۔ ایک ہی سن میں ۷ ہجری میں جنگ خیبر بھی ہے اور صُلح حدیبیہ بھی ہے۔ جب مسلمانوں کو یہ پتا چل گیا کہ رسولؐ جنگ نہیں کریں گے تو آیت اتری اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا (سورہ فتح۔۱) ہم نے تمہیں فتح مبین عطا کی۔ تو مسلمان یہ سوچ کر۔ کہ بڑی کثرت کے ساتھ مال غنیمت ملے گا۔ بڑے خوش تھے۔ اور جب یہ طے ہوا کہ جنگ نہیں ہوگی صلح ہوگی۔ تو مسلمانوں کے دل میں کچھ شکوک وشبہات ابھرے۔ اور وہ بھی مچلنے لگے جنگ کے لیے۔ جنہوں نے کبھی تلوار کے جوہر نہیں دکھائے تھے۔ وہ بھی۔

بھئی سننا۔ سننا۔ اس لیے کہ بڑا نازک مرحلہ ہے کہ جہاں پر لے آیا ہوں۔ لیکن پیغمبرؐ نے طے کیا۔ کہ صلح ہوگی۔ اور اس صلح کو قرآن نے کہا اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا ہم نے تمہیں فتح مبین عطا کی۔ صلح ہوگی۔ اب صورت حال یہ ہے کہ ادھر مُشرکین کا نمائندہ سُہیل بیٹھا ہے اور اس کے بالمقابل پیغمبرؐ تشریف فرما ہیں۔ درمیان میں علیؑ بیٹھے ہیں اور ان کے ہاتھ میں قلم ہے کہ جس کے ہاتھ میں زندگی بھر تلوار رہی کہ زندگی بھر جس کے ہاتھ میں تلوار رہی تو آج اس کے ہاتھ میں قلم ہے۔

توجہ رہے۔ دیکھو؟ قلم ہوگا۔ تو تلوار نہیں ہوگی۔ بھئی دونوں ایک ساتھ تو نہیں ہو سکتے تا کہ ہاتھ میں قلم ہوگا۔ تو تلوار نہیں ہوگی۔ ایک ہی واقعہ میں قلم بھی ہو اور تلوار بھی

ہو بڑا مشکل ہے۔ سہیل سامنے بیٹھا ہے اور اس کے بالمقابل پیغمبرؐ بیٹھے ہوئے ہیں تو درمیان میں علیؑ ہیں لکھ رہے ہیں۔ جیسے ہی لکھا ھٰذَا مَنْ صُلِح بہٖ مُحَمَّد رَّسُوْلَ اللّٰہ۔

بھئی سنتا یہ صلح نامہ ہے۔ جو محمدؐ رسول اللہ کی طرف سے لکھا جا رہا ہے۔ بس سہیل یہاں اڑ گیا۔ اور کہنے لگا کہ سارا جھگڑا تو اس لفظ رسولؐ اللہ پر ہے۔ کاٹو اس لفظ رسولؐ اللہ کو۔ بس ایک مرتبہ قلم ہاتھ سے رکھ دیا اور تلوار نکالی کہا چاہتا کیا ہے؟۔ تاریخ ہے۔ تاریخ بیان کر رہا ہوں۔

ایک مرتبہ جیسے ہی سہیل نے کہا۔ کاٹو لفظ رسولؐ اللہ۔ لکھ رہے تھے علی۔ ''کاٹو رسولؐ اللہ'' تو علیؑ نے قلم رکھ دیا تلوار اٹھائی اور کہا تو چاہتا کیا ہے کہ میں اپنے محمدؐ کی رسالت کی گواہی سے دستبردار ہو جاؤں؟ عجیب جملہ تھا۔ کیا میں محمدؐ کی رسالت کی گواہی سے دستبردار ہو جاؤں؟۔ بھئی قانون جاننے والے جانتے ہیں۔

پھر سنا علیؑ کے جملے کو کیا میں محمدؐ کی رسالت کی گواہی سے دستبردار ہو جاؤں تو قانون جاننے والے جانتے ہیں۔ کہ مدعی اپنے دعوئی سے دست بردار ہو سکتا ہے۔ لیکن گواہ اپنی گواہی سے دستبردار نہیں ہو سکتا۔ قانون ہے۔ قانون ہے۔ جاؤ دیکھ لو اپنے قانون کو دیکھ لو۔ آج سے لے کر رومن لا (Roman Law) تک چلے جاؤ۔ چار ہزار سال کے قانون میں مدعی اپنے دعوئی سے دستبردار ہو سکتا ہے۔ لیکن گواہ اپنی گواہی سے دستبردار نہیں ہو سکتا۔ کیا چاہتا ہے کہ میں گواہی سے دستبردار ہو جاؤں۔ وہ گھبرا گیا۔

رسولؐ نے جب پوزیشن کو خراب ہوتے ہوئے دیکھا۔ تو کہا علیؑ کاغذ مجھے دو تو علیؑ نے کاغذ دے دیا۔ رسولؐ نے اپنے ہاتھ سے رسولؐ اللہ کاٹا اور ابن عبداللہ لکھا۔ محمد ابن عبداللہ۔ یا رسولؐ اللہ۔ بڑے بڑے چاہنے والے بیٹھے ہیں۔ یہاں خود کیوں کاٹ کر لکھ رہے ہیں۔ ان سے لکھوا دیجیے۔ تو یہی کہتے نا کہ انہیں تو ایمان ہی نہیں۔ کہ میں لکھنا جانتا ہوں۔ صلوٰۃ!

پہنچ گئی بات۔ دیکھو موضوع کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔ اور ان تقاضوں کو پورا ہونا ہوتا ہے۔ اس لیے میں نے تمہیں طاقت کے فلسفے کو سمجھانے کی زحمت دی۔ اور اب

اس سے زیادہ زحمت سماعت نہیں دوں گا۔ اب تو سمجھ میں آ گیا کہ جس کے ہاتھ میں زندگی بھر۔ تو جو رہے۔ جس کے ہاتھ میں زندگی بھر تلوار رہی اور وہ تلوار سے جہاد کرتا رہا۔ اسی نے آج قلم سے جہاد کیا۔ ٹھیک ہے نا۔ اور دونوں فاتح ہیں۔

رسولؐ نے خیبر میں تلوار دی ایک ہی سن کا واقعہ ہے۔ صلح حدیبیہ اور خیبر دونوں واقعہ ایک ہی سن کے ہیں۔ رسولؐ نے تلوار کے لیے کہا۔ "حتٰی یفتح اللّٰہ" خیبر فتح ہوگا علیؑ کی تلوار سے اور قرآن نے کہا "اِنَّا فَتَحنَا لَکَ فَتحاً مُّبِیناً" میں تمھیں فتح مبین دوں گا۔ علیؑ کے قلم سے۔ تو قلم بھی علیؑ کی وراثت اور تلوار بھی علیؑ کی وراثت۔ اگر بڑا بیٹا قلم اٹھالے جب بھی وارث۔ اگر چھوٹا بیٹا کربلا میں تلوار اٹھالے تب بھی وارث۔

بس۔ بس۔ میں نے اپنے سننے والوں کو زحمت دی۔ اگر بڑا بیٹا صلح کے لیے قلم اٹھالے تو علیؑ کی وراثت ہے قلم۔ اور اگر چھوٹا بیٹا کربلا میں تلوار اٹھالے تو علیؑ کی وراثت ہے تلوار۔ لیکن اس طاقت کا فلسفہ جو عبدالمطلبؓ سے چلا ہے وہی ابوطالبؑ میں تھا وہی جو رسولؐ میں تھا وہی جو علیؑ میں تھا۔ وہی آپ کو حسینؑ سے ملے گا۔ طاقت ہے۔ یہ طاقت استعمال اس وقت ہوگی جب ضرورت پڑ جائے گی۔

بھئی یہی تو لانا چاہ رہا تھا۔ اپنے سارے سننے والوں کو۔ کہ طاقت کیا ہے۔ وہ جو جنگ لڑی ہے نا حسینؑ نے۔ جس کا نام ہے جنگ مغلوبہ۔ اور جس جنگ کے بعد خیبر کے واقعہ کو بھول گئے تھے۔ تو حسینؑ نے یہی دکھلانے کے لیے جنگ لڑی تو کسی معذور کو نہیں مار رہے ہو۔ کسی مفلوج کو نہیں مار رہے ہو۔ طاقت ہے۔

لیکن ہادی جانتا ہے کہ کب طاقت استعمال کرے اور کب طاقت استعمال نہ کرے۔ بیٹا علی اکبرؑ ذرا آگے تو آؤ۔ آ گئی بات اور "تقدم ولدی" یاد ہے نا۔ بیٹے، بیٹے اب تم آگے بڑھو۔ ابھی تو ابھی تو قربانیاں پیش کرنی ہیں۔ ابھی تو امتحان دینا ہے طاقت دکھلانے کا بھی مرحلہ آئے گا۔ بیٹے بیٹے تم جاؤ یہ کب کہا حسینؑ نے کب کہا۔

جملے سنو۔ اور مجھے اجازت دو۔ دیکھو اس شہزادے کو پہچانتے ہو نا۔ جس کا نام ہے۔ علی اکبرؑ۔ کبھی پھر صحیح۔ بڑی تفصیلات ہیں شہزادے کی۔ اور میرا جی چاہتا ہے۔ کہ کبھی

ان تفصیلات کو آپ کے سامنے پیش کروں۔

بس دو جملے سنتے جائیں۔ یہ حسینؑ کا بڑا چہیتا بیٹا تھا۔ سنو گے۔ اکبرؑ کی ماں کا نام کیا ہے ''اُمّ لیلیٰ'' اکثر ایسا ہوا۔ اکبرؑ پیدا ہوئے۔ اکبرؑ جھولے میں ہیں رات کے وقت۔ اکثر آدھی رات کو اُمّ لیلیٰ کی آنکھ کھلتی تھی۔ تو دیکھتی تھیں کہ کوئی سایہ جھولے پر جھکا ہوا ہے۔ تو گھبرا کر پکارتی تھیں کہ یہ کون ہے؟۔ یہ کون ہے؟ میرے اکبرؑ کے جھولے کے پاس۔

ادھر سے آواز آتی تھی اُمّ لیلیٰ آہستہ بولو۔ میں حسینؑ ہوں۔ اُمّ لیلیٰ آہستہ بولو۔ آہستہ بولو۔ میں، میں حسینؑ ہوں۔ اُمّ لیلیٰ کہتی تھیں آقا آدھی رات کو جھولے کے قریب کیا کر رہے ہیں؟۔ حسینؑ عجیب جواب دیتے تھے۔ کہتے تھے۔ اُمّ لیلیٰ میں کیا کروں؟ سونے کی کوشش کرتا ہوں لیکن اکبرؑ کی محبت مجھے سونے نہیں دیتی۔ پہچان گئے اکبرؑ کو۔ پہچان گئے نا۔ پہچانتے ہو۔ پہلے سے پہچانتے ہو۔ میں نے تو ایک واقعہ بیان کیا کہ اتنا لاڈلا بیٹا تھا اکبرؑ۔

خدا کی قسم مقتل میں یہ جملے موجود ہیں میں قسم کھا رہا ہوں کہ اتنا لاڈلا بیٹا کہ اگر بیٹے نے انار کی فرمائش کر دی اور انار کا موسم نہیں ہے۔ تو ہاتھ بڑھا کر جنت سے انار لے آئے۔ حسینؑ نے اکبرؑ کی کسی فرمائش کو کبھی رد نہیں کیا۔ جب آئے ہیں نا اکبرؑ، اکبرؑ آئے اور آنے کے بعد اپنے دونوں ہاتھ جوڑے اور کہا کہ مولیٰ۔ مجھے جنگ کی اجازت عطا کیجیے۔

بھئی دو چار جملے سنو۔ اور مجھے اجازت دو۔ مولیٰ۔ مولیٰ مجھے جنگ کی اجازت ہے۔ تو کہا! بھئی سننے کے قابل ہیں یہ جملے۔ پہچان رہے ہو نا۔ حسینؑ سا باپ۔ ابھی میں نے تعارف کرایا تھا۔ اکبرؑ سا بیٹا۔ ہو گیا نا تعارف مولیٰ مجھے جنگ کی اجازت ہے۔ اکبرؑ نے اجازت مانگی۔ فنظر من راسہ الیٰ قدمہ حسینؑ مشکل میں ہیں۔ حسینؑ نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ اور سر سے پاؤں تک اکبرؑ کو دیکھا۔ اور کہنے لگے۔ اکبرؑ کاش تمہارے پاس تم جیسا کوئی بیٹا ہوتا۔ اور وہ تم سے مرنے کی اجازت مانگتا۔

تو میں دیکھتا کہ کس دل سے اجازت دیتے ہو۔ اکبرؑ۔ اکبر تمہیں اجازت نہیں دوں گا۔ پلٹ آئے۔ تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ نام آیا ہے تو تم نے گریہ شروع کیا ہے۔ ٹھیک ہے نا۔ اکبرؑ دوبارہ آئے۔ اس تفصیل میں نہیں کہ کیا کر کے آئے۔

اکبرؑ دوبارہ آئے اور اب زبان سے اجازت نہیں مانگی۔ اپنا بندھا ہوا ہاتھ بابا کو دکھایا۔ اور اپنا سر حسینؑ کے قدموں میں رکھ دیا۔ سر کا رکھنا تھا کہ حسینؑ گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔ ایک مرتبہ اکبرؑ کا شانہ تھاما۔ ان کو اٹھایا، سینے سے لگایا۔ کہا بیٹے اب یہ نہ کرنا۔ ارے تیری تو صورت میرے نانا سے مشابہ ہے۔

اجرُکُم علی اللّٰہ. اجرُکُم علی اللّٰہ۔ بیٹا اکبرؑ اب آئندہ یہ نہ کرنا۔ تیرا چہرہ میرے نانا کے چہرے سے مشابہ ہے۔ جا اکبرؑ میں نے تجھے اجازت دی۔ جب اکبرؑ خوش ہو کر پلٹ رہے تھے۔ تو اتنے میں پکار کر حسینؑ نے کہا۔ کہ اکبرؑ میں نے تو اجازت دے دی۔ لیکن! سنو اکبرؑ! تمہیں پالا ہے تمہاری پھوپھی نے۔ لیکن اکبرؑ اپنی پھوپھی سے اجازت لے لو۔

اب میں کیسے اپنے سننے والوں کی خدمت میں عرض کروں کہ جب اکبرؑ آئے ہیں۔ شہزادی زینب کے خیمے میں اجازت کے لیے۔ تو ساری بیبیاں اکبرؑ کو گھیر کر کھڑی ہو گئیں۔ اجرُکُم علی اللّٰہ۔ بس سننا دو چار جملے سننا۔ تم نے گریہ کیا۔ مجلس تمام ہو گئی۔ دیکھو تفصیل نہیں ملتی۔ کہ اکبرؑ کو رخصت کی اجازت کیسے ملی۔ بیبیوں کی طرف سے لیکن۔ لیکن جو جملے ملتے ہیں نا وہ میں سنا رہا ہوں۔

جیسے ہی اکبرؑ آئے شہزادی زینب کے خیمہ میں۔ ساری بیبیوں نے گھیر لیا۔ اپنے بال کھول لیے اور کہا اکبرؑ" اِرْحَمْ غُرْبَتَنَا " اکبرؑ ہماری غربت پر رحم کھاؤ۔ اکبرؑ ہماری مصیبت پر رحم کھاؤ۔ ہماری پریشانی پر رحم کھاؤ۔ راوی کہتا ہے کہ جب اکبرؑ نے نکلنا چاہا۔ تو خیمہ کا پردہ اٹھارہؑ مرتبہ اٹھا اور اٹھارہؑ مرتبہ گرا۔

میرے عزیزو! میرے دوستو! جملہ سننا۔ جملہ سننا۔ اگر یہ جملہ پہنچ گیا تو میری تقریر۔ تمام ہو گئی۔ خیمہ کا پردہ جب اکبرؑ نکلنا چاہ رہے تھے زینبؑ کے خیمہ سے اٹھارہ

مرتبہ اٹھا اور اٹھارہ مرتبہ گرا۔ راوی کہتا ہے کہ جب اکبرؑ نکلنا چاہتے تو کوئی دامن پکڑ کے کھینچتا۔ کوئی دامن پکڑ کے کھینچ لیتا تھا۔

راوی کو نہیں معلوم کہ کس نے دامن پکڑ کے کھینچا۔ نہیں معلوم۔ مجھے بھی نہیں معلوم۔ سارا مقتل خاموش ہے۔ کہ وہ کون تھا کہ جس نے اکبرؑ کا دامن پکڑ کر کھینچا۔ لیکن میں ایک بات جانتا ہوں کہ اگر کسی بڑے نے روکا ہوتا۔ تو شانہ پکڑ کے روکا ہوگا۔ یہ اکبرؑ کی چھوٹی بہن تھی۔ سکینہؑ۔ کہ جب اکبرؑ نکلنا چاہتے تھے سکینہؑ دامن پکڑ لیتی تھی۔ کہ بھیا اکبرؑ اب کس کے سہارے پر سکینہؑ کو چھوڑ رہے ہو۔

مجلس ہفتم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَالشَّمْسِ وَضُحٰھَا ۝۱ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰھَا ۝۲ وَالنَّھَارِ
اِذَا جَلّٰھَا ۝۳ وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰھَا ۝۴ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰھَا ۝۵
وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰھَا ۝۶ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰھَا ۝۷ فَاَلْھَمَھَا
فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَا ۝۸ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا ۝۹ وَقَدْ
خَابَ مَنْ دَسّٰھَا ۝۱۰ (سورۃ والشمس)

عزیزان محترم! بڑی سرعت کے ساتھ اور بڑی تیزی کے ساتھ ہم اپنے اپنے سلسلہ گفتگو کے۔ ساتویں مرحلہ میں داخل ہوگئے۔ جس سلسلہ گفتگو کا عنوان ''تہذیب نفس اور تہذیب حاضر'' تھا۔ وقت تیزی کے ساتھ گزر رہا ہے۔ اور میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنے سننے والوں کو۔ اپنا مدعا پہنچا دوں۔

دیکھئے اس پورے زمینی معاشرے میں۔ اس پوری گلوبل سوسائٹی میں۔ جو زمینی طبقہ چلا آرہا ہے۔ اس معاشرے میں۔ سب سے بڑا سکہ رائج الوقت! طاقت ہے۔ دور کیوں جاؤں؟ کسی دوسرے سماج کی۔ یا کسی دوسرے معاشرے کی بات نہیں کر رہا۔

تم اپنے معاشرے میں دیکھو۔ کہ انسان اگر اپنی بات منوانا چاہتا ہے۔ تو طاقت کے ذریعے منواتا ہے اور اگر انسان اپنی بات کو طاقت کے ذریعے نہ منوائے تو یہ سیاسی جلوس کیا ہے؟ اگر انسان طاقت کے ذریعے نہیں منواتا اپنی باتوں کو تو یہ سیاسی جلسے کیا ہیں؟۔ یہ احتجاج کیا ہیں؟۔ یہ ہڑتالیں کیا ہیں؟

تو یہ ہے ''تہذیب حاضر'' کہ بات منواؤ طاقت کے ذریعے اور ''تہذیب نفس'' وہ ہے کہ بات کو دل میں اس طریقے سے اتار دو کہ انسان خود ماننے لگے۔ اچھا! عنوان جو میں نے چنا ہے نا۔ تو میں جو مثالیں دیتا ہوا جا رہا ہوں وہ تاریخ و قرآن میں موجود ہے

اور تاریخ اسلام سے بھی مثالیں پیش کرتا جا رہا ہوں تاکہ آپ سمجھیں کہ طاقت کیا ہے؟۔

''تہذیب نفس'' کیا ہے؟۔

کیا قرآن نے آواز نہیں دی۔ "لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ" (سورہ بقرہ۔۲۵۶) دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔ ہم اپنے دین کو طاقت کے ذریعے منوانا نہیں چاہتے۔ ہم اپنے دین میں۔ ''اِکْرَاہ'' نہیں رکھتے۔ بزور شمشیر اپنے دین کو نہیں منوانا چاہتے تو یہ اس لیے کہ ''قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ'' (سورہ بقرہ۔۲۵۶) اس لیے کہ ہم نے ہدایت کو گمراہی سے الگ کر کے دکھلا دیا۔ تو جب ہدایت الگ ہوگئی اور گمراہی الگ ہوگئی۔ تو اب یہ تمہاری مرضی ہے۔ کہ ہدایت کو قبول کرو۔ یا گمراہی کو قبول کرو۔ ہم تلوار سے ہدایت نہیں منوائیں گے۔ ہم تلوار سے اپنے دین کو نہیں منوائیں گے۔

کیا! عجیب مرحلہ فکر ہے۔ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ دین میں جبر نہیں ہے۔ دین! طاقت سے نہیں منوایا جاتا۔ قوت! سے نہیں منوایا جاتا۔ تلوار کے زور سے! اللہ دین کو نہیں منواتا۔ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ ہم نے ہدایت کو گمراہی سے الگ کر دیا اور اللہ کہہ چکا ہے۔ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا (سورہ الشمس ۷،۸) تم میں دونوں صلاحیتیں ہیں۔ چاہے گمراہ بن جاؤ۔ چاہے ہدایت اختیار کرلو۔ جب دونوں صلاحیتیں ہیں۔ تو ہم نے تمہارے سامنے ہدایت بھی رکھ دی اور گمراہی بھی رکھ دی۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا (سورہ الشمس۔۹) اور کامیاب وہ ہوگا۔ جو نفس کو پاکیزہ بنالے۔ دیکھ رہے ہو نا۔ کائنات نظام شمسی کا۔ اور کائنات کا ذرہ ذرہ اس کا تابع فرمان ہے۔ جس وقت سورج کو نکلنا ہے۔ سورج اپنی مرضی سے نہ ایک منٹ کی جلدی کرسکتا ہے۔ نہ ایک منٹ کی تاخیر کرسکتا ہے۔ یہ رات میں چاند کو آنا ہے۔ چاند کی اپنی مرضی نہیں کہ رات میں نہ آئے۔ یہ ممکن نہیں ہے۔ ستارے جن راہوں پر چل رہے ہیں۔ ستارے اگر چاہیں۔ اپنا راستہ بدل دیں۔ یہ ممکن نہیں ہے۔

کتنا طاقتور ہے! وہ اللہ! مجال ہے سورج، چاند، ستارے، آسمان و زمین، دن و رات یہ سارے کے سارے اس کے بنائے ہوئے نظام پر چل رہے ہیں۔ اور ایک لمحہ کی

نہ جلدی کرتے ہیں۔ نہ تاخیر کرتے ہیں۔ کیا تمہیں اپنی طاقت کے زیر اثر لے کر۔ اپنے دین کو نہیں منوا سکتا۔ سنتے جاؤ! ذرا فلسفہ طاقت سمجھ لو۔ تو اللہ نے۔ دونوں صلاحیتیں انسانوں کو دے دیں۔ روکا نہیں کہ دین پہ رکے رہو۔ نہیں بلکہ جیسا چاہے دین کو اختیار کرو۔ جیسا چاہے دین کو ٹھکرا دو۔ تو توجہ رہے۔

قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ● لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔ دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔ ہم نے ہدایت کو گمراہی سے الگ کر کے دکھلا دیا۔ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ دیکھو جو بھی طاغوت کا منکر ہے۔ "وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ" اور اللہ پر ایمان لائے۔ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى۔ بڑی مانوس آیت پڑھ رہا ہوں یہ آیت الکرسی کی آیتوں میں ہے۔ کرسی والی آیت کے فوراً بعد کی آیت ہے نا۔

دیکھو "طاغُوت" کا انکار کرو۔ اللہ پہ ایمان لاؤ۔ "طاغُوت" کا لفظ قرآن مجید میں سات مقامات پر آیا۔ "طاغُوت" کے معنی جانتے ہو۔ "طاغُوت" کے معنی۔ خدا کے علاوہ جو خدا تم نے بنائے ہیں ان کا نام ہے "طاغُوت"، چاہے وہ حکم کا خدا ہو یا اقتدار کا خدا ہو۔ یا دولت کا خدا ہو یا ملک کا ہو یا صوبہ کا خدا ہو۔ پہنچ رہی ہے نا باتیں۔ تم تک۔

يَكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ۔ دیکھو طاغوت کا انکار کرو۔ جب تو خدا پہ ایمان ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ خدا کو بھی مانو اور طاغُوت کو بھی مانو یہ ایک ساتھ دونوں پر ایمان ناممکن ہے جو ممکن نہیں ہے۔ انکار کرو طاغوت کا۔ اور ایمان لاؤ اللہ پر۔ جب تو ہم تمہارے نفس کے تزکیہ کو قبول کریں گے اور تمہارے نفس کی تہذیب کو قبول کریں گے۔ ورنہ ہم تمہیں تمہارے نفس کے تزکیہ کو۔ اور تمہاری نفس کی ساری طاقتوں کو۔ نیست و نابود کر دیں گے۔ اگر یہ بات واضح ہوگئی۔ تو یہیں سے میں آگے لے چلوں۔

نبی جتنے آئے پورے سلسلۂ نبوت کی بات کر رہا ہوں۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء طاقت سے دین منوانے نہیں آئے بلکہ "تہذیبِ نفس" سے دین منوانے آئے ہیں۔

"اُحد" کی جنگ ہو رہی ہے۔ دیکھنا خدا کی قسم! نبوت کے دل کی قوت دیکھو۔

اُحد کی جنگ ہو رہی ہے تو مسلمانوں کی جنگ جو کافروں سے ہو رہی تھی تو اس

جنگ میں مسلمان شکست کھا گیا تھا۔ بار بار۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ شکست کیوں کھائی، میں اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا۔ لیکن ایک بات سنتے جاؤ۔ اب بات ذرا درمیان میں آ گئی تو سنتے جاؤ۔

رسولؐ نے ایک گھاٹی کے اوپر کچھ لوگ معین کیے تھے۔ (۴۵) افراد یا (۵۰) افراد کہتے ہیں۔ (۵۰) افراد۔ ٹھیک۔ اور کہا تھا دیکھو ہو سکتا ہے دشمن پیچھے سے اس گھاٹی پر حملے کر دے۔ تو خبردار اس گھاٹی سے نہ ہٹنا۔ زمین و آسمان ٹل جائیں لیکن تم لوگ اپنی جگہ سے نہ ٹلنا۔ وہ گھاٹی اونچی تھی اور اس گھاٹی پر ۵۰ افراد بیٹھے ہوئے تھے۔

بھئی! بہت توجہ رہے۔ پچاس افراد بیٹھے ہوئے۔ جنگ کو دیکھ رہے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمان کامیاب ہو رہے ہیں۔ اور کافر بھاگ رہا ہے تو ایک نے دوسرے سے کہا۔ اب تو ہم نے جنگ جیت لی اب ہم نے فتح حاصل کر لی تو اب اس گھاٹی میں کھڑے رہنے سے کیا فائدہ ہے۔ اب چلو! ہم بھی مالِ غنیمت میں شریک ہو جائیں۔

ایک نے کہا! دو نے کہا! تاریخ میں اختلافات سے تو واقف ہیں نا۔ ایک نے کہا! کہ دیکھو رسولؐ کہہ کر گئے ہیں کہ زمین و آسمان ٹل جائیں لیکن تم اپنے مقام سے نہ ہٹنا۔ یہ رسولؐ کا حکم ہے۔ ہم تو یہاں سے حرکت نہیں کریں گے۔ تو ۴۸ افراد نے کہا۔ بھئی مال غنیمت لینا ہے چلو۔

دو نے کہا۔ نہیں بھئی۔ نہیں۔ ہم نہیں جائیں گے۔ اس لیے کہ رسولؐ کہہ گئے ہیں کہ زمین آسمان ٹل جائیں مگر تم اپنے مقام سے نہ ٹلنا۔ وہ ۴۸ افراد چلے گئے اور دو رہ گئے۔ اور جب دو رہ گئے تو مشرک نے اس مرحلے پر گھاٹی میں اکیلا دیکھ کر حملہ کیا۔ اور جب حملہ کیا تو مسلمان جیتی ہوئی جنگ ہار گئے۔ تجربہ کروا دیا۔ کہ جب بھی قول رسولؐ کے مقابلے پر اپنے قیاس کو داخل کرو گے تو جیتی ہوئی جنگ ہمیشہ ہار جاؤ گے۔

بہت توجہ رکھنا۔ اچھا تو اب جیتی ہوئی جنگ ہارنے لگے تو وہ لوگ جو رسولؐ کے قریب تھے انہوں نے رسولؐ کو چھوڑا اور فرار ہو گئے اب ایک تھا۔ جو رسولؐ کی حفاظت

کر رہا تھا۔ ایک تھا جو رسول کی سپر بنا ہوا تھا۔ اور اس ایک نے وہ ہاری ہوئی جنگ پھر جیتی۔ جب مشرک بھاگے ہیں نا تو رسولؐ نے علیؑ کو قریب بلوایا۔ دندان مبارک ٹوٹ چکے ہیں۔ سر سے پاؤں تک زخمی ہیں۔ رسولؐ اللہ۔

جسم سے خون بہہ رہا ہے۔ ایک مرتبہ کہا علیؑ ذرا گھاٹی پر چڑھ کر دیکھو۔ کہ دشمن مدینہ پر حملہ کرنے جارہا ہے۔ یا دشمن مکہ واپس جارہا ہے؟ کہا! یا رسولؐ اللہ! کیسے پہچانوں گا؟۔ کہ وہ حملہ کر رہا ہے۔ یا واپس جارہا ہے؟ کہا دیکھو دشمن اگر گھوڑے پر سوار ہوں۔ اور اونٹ خالی ہوں تو سمجھنا دشمن مدینہ پر حملہ کریگا۔ اور اگر دشمن اونٹ پر سوار ہوں۔ اور گھوڑے خالی ہوں تو سمجھنا کہ دشمن واپس مکہ جارہا ہے۔

علیؑ گھاٹی پر بلند ہوئے۔ اور بلند ہونے کے بعد ایک مرتبہ پکار کر کہنے لگے۔ یا رسول اللہ! دشمن۔ گھوڑے پر نہیں ہے۔ دشمن اونٹ پر سوار ہے۔ رسولؐ نے آواز دی۔ کہ علیؑ اتر آؤ۔ دشمن مدینہ پر حملہ نہیں کرے گا۔ دشمن اب واپس اپنے وطن کو بھاگ رہا ہے۔ بھئی! بھاگتے ہوئے دشمن پر اگر رسولؐ اپنے لشکر سے حملہ کروادیتے۔ تو نہ اس کے بعد نہ خندق ہوتی نہ خیبر ہوتی اور نہ حنین ہوتی۔

پہنچ رہی ہے نا بات۔ میرے سننے والوں تک۔ دیکھو! دشمن بھاگ رہا تھا نا۔ توجہ رہے۔ اگر بھاگتے ہوئے دشمن پر رسولؐ حملہ کروادیتے تو کفار قریش ختم ہوجاتے، فی النار ہوجاتے اور نیست و نابود ہوجاتے لیکن رسولؐ اللہ نے حملہ نہیں کروایا۔

علیؑ کہتے ہیں کہ جب دشمن بھاگا ہے تو رسولؐ نے اپنے ہاتھوں کو بلند کیا۔ کہا! پروردگار! یہ تیرا حبیبؐ زخمی ہے۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں تو مجھے زخمی دیکھ کر ان پر عذاب نازل نہ کردے۔ تو مالک میں عذاب نہیں چاہتا۔ ان کی ہدایت چاہتا ہوں۔ یہ ہے ''تہذیب نفس'' صلوٰۃ

دیکھا کردار محمدؐ کو آپ نے آج ذرا دور جانا ہے۔ نبوت کے کردار کو واضح کردوں اور میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ عنوان (Subject) کو لے کر تجزیہ (Justify) کرنا ہے اور عنوان پر گفتگو کو مکمل ہونا ہے۔ اور سنو میں کہنا کیا چاہ رہا ہوں! کہ نبیؐ! ان بھاگتے

ہوئے لشکر پر حملہ کروا سکتے تھے۔ لیکن نہیں کروایا۔

پروردگار! تیرا حبیبؐ زخمی ہے اور کہیں تو جلال میں نہ آ جائے، کہیں ان پر عذاب نازل نہ کر دے تو میرے مالک! ان پر عذاب نازل نہ کر بلکہ انہیں ہدایت کی توفیق دے۔ نبی! ستانے کے لیے نہیں آتا بلکہ نبی! ''تہذیبِ نفس'' کے لیے آتا ہے۔ اور یہی وراثت جب آگے بڑھ جائے۔ تو حسینؑ بن جاتی ہے۔

شمر یہ کہتا ہے۔ کہ میں نے جب گلے پر خنجر رکھا۔ تو حسینؑ کے لب ہائے مبارک ہل رہے تھے۔ میں سمجھا کہ بددعا کر رہے ہیں۔ لیکن جب میں نے اپنے کانوں کو متوجہ کیا۔ تو کہہ رہے تھے۔ پروردگار! میں نے اپنے وعدے کو پورا کیا۔ اب تو اپنے وعدے کو پورا کر۔ میرے نانا کی امت کو بخش دے۔ لیکن اس کے باوجود ملعون نے خنجر چلا کر گردن جدا کر دی۔

دیکھ رہے ہو۔ کس شان کے ساتھ ''تہذیبِ نفس'' کا قافلہ آگے بڑھ رہا ہے۔ تو اب یہیں لانا تھا۔ کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و مرسلینؑ کے پاس طاقت تھی لیکن دین کو طاقت سے نہیں منوایا۔

اب میں کیسے عرض کروں۔ کہ خدا جب کسی بندے کو بھیجے ہدایت کے لیے تو انہیں طاقت دیئے بغیر نہیں بھیجتا۔ اور ایسا بھیجتا ہے۔ کہ دنیا کا۔ طاقت ور ترین انسان ہو۔ اگر ہم نے اپنی طاقت کو اس کے گھر کے اندر نہ بھیجا۔ تو پھر ہم خدا کیسے؟ اب جاؤ موسیٰؑ پرورش پاؤ فرعون کے گھر میں۔ پہنچ گئے نا۔

اب ذرا تاریخ موسیٰؑ پر رکے رہیں۔ نجومیوں نے کہہ دیا تھا۔ اچھا فرعون کو پہچانتے ہو نا۔ فرعون! کتنا بڑا طاقتور انسان تھا جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا۔ بھئی اگر کسی میں خوبی ہو تو اس کی تعریف کرنی چاہیئے یا نہیں تو فرعون وہ فرعون ہے۔ کہ جس کے نام سے فرعونیت نکلی ہے۔

اور فرعون تنہا ایک فرعون نہیں ہے بلکہ جہاں طاقت ہوگی۔ وہاں فرعونیت تھوڑی بہت ضرور ہوگی۔ کوئی اپنے گھر کا فرعون ہے تو کوئی اپنے معاشرے کا فرعون ہے تو کوئی

اپنے محلے کا فرعون ہے تو کوئی اپنے صوبے کا فرعون ہے تو کوئی مشرق کا فرعون ہے تو کوئی مغرب کا فرعون ہے۔ اب تو فرعونیت سمجھ میں آ گئی نا۔ وہ جو مقام بلند پر ہے۔ مقام بلند سے مراد تخت۔ اور تخت سے اعلان کر رہا تھا۔ (نعوذ باللہ)۔

اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى. اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (سورہ النزعت۔۲۴) میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔ تو وہ جو دعویٰ کرکے کہ میں رب ہوں۔ وہ جو دعویٰ کرے کہ میں خدا ہوں تو اس کے گھر میں پروردگار نے موسیٰ کو بھیجا یا نہیں۔ اب یہاں دیکھو۔ فرعون کا اقتدار اور یہاں دیکھو پروردگار کا منصوبہ۔

نجومیوں نے کہہ دیا اور ان کی آواز فرعون کے کانوں تک پہنچ گئی کہ ایک بچہ پیدا ہوگا...... جو تیری حکومت کو نیست و نابود کردے گا۔ دایائیں بھیجی گئیں۔ پیٹ چیک کروائے گئے عورتوں کے کہ کہاں کہاں حمل ہے لیکن اس کے باوجود...... اتنی چیکنگ کے باوجود آنے والا آ گیا اور اقتدار نہیں روک پایا۔

خدا کی قسم اس بات کو یاد رکھئے گا۔ اقتدار آنے والے کو روک نہیں پاتا اور ایک آنے والا۔ ابھی اور آنے والا ہے اور کوئی صاحب اقتدار اسے روک نہیں پائے گا۔ پہنچ رہی ہے بات۔ اچھا تو بھئی! کیا کمال ہے تو دیکھو خدا اپنے ہادی کو بچاتا کیسے ہے میں بہت دور لے جاؤں گا...... لیکن اب تاریخ قرآن کا یہ واقعہ کھل گیا ہے۔ تو کچھ جملے سنتے جاؤ۔ اور انہی جملوں میں کچھ بات ہدیہ کرنا چاہ رہا ہوں میں۔ اچھا تو دایائیں آئیں پیٹوں کو چیک کیا۔ پھر نجومیوں کو بلایا۔ کہا وہ دن بتاؤ وہ تاریخ بتاؤ کہ جس میں بچہ پیدا ہوگا تو وہ دن و تاریخ دونوں معیّن ہوگئے۔

اور پھر اس دن اور اس تاریخ میں سپاہی بیٹھ گئے۔ ان عورتوں کے پاس جن کے یہاں ولادت ہونے والی تھی لیکن اس کے باوجود آنے والا آ کے رہا۔ توجہ رکھنا۔ جب بچہ پیدا ہوگیا۔ تو منجمین نے کہا تیری کوشش ساری ناکام ہوگئی۔

فرعون تو بہت بڑا فرعون ہے کہ تیرے نام پر فرعونیت زندہ ہے۔ لیکن بچہ تو پیدا ہوگیا۔ اب اس نے کہا گھروں کو چیک کرو۔ اور دیکھو کس گھر کے اندر نومولود ہے۔

ادھر موسیٰ کی ماں نے خود سنا۔ سنئے! بڑا نازک مرحلہ ہے کہ جس پر میں روک رہا ہوں۔

موسیٰ کی ماں نے فرعون کے سپاہیوں کے آنے کی چاپ سنی۔ تب وہ گھبرا گئیں کہ اب میرے بچے کا کیا ہوگا؟۔ سب کو واقعہ معلوم ہے۔ اور اس واقعہ پر رکنا نہیں چاہتا تو ایک مرتبہ موسیٰ کی ماں کے ذہن میں یہ آیا کہ یہ جو تنور ہے نا سپاہی یہاں تک نہیں جائے گا۔ بچے کو اٹھایا تنور میں ڈال دیا اور سرپوش رکھ دیا۔

سپاہی آئے اور موسیٰ کی ماں دل کے اندر بہت خوش ہے۔ کہ میں نے بچے کو بچالیا۔ میں نے بڑی ذہانت کا کام کیا۔ ادھر کنیز اٹھی سپاہی کپڑوں کو دیکھ رہے ہیں۔ کہ چھوٹا بچہ جو پیدا ہوا۔ نو مولود جو پیدا ہوا ہے تو اس میں چھپا ہوا تو نہیں ہے؟ سپاہی کمروں کو چیک کر رہے ہیں اور ادھر کنیز گئی اس نے تنور میں آگ لگادی۔ اب اگر موسیٰ کی ماں چیخے تو بچہ جب بھی مرتا ہے، نہ چیخے تو بچہ جل کر مرجائے گا۔ اب موسیٰ کی ماں کرے تو کیا کرے؟۔

ایک مرتبہ قدرت نے آواز دی کہ موسیٰ کی ماں! تم صرف پیدا کرنے والی ہو۔ میں اسے نبیؑ بنانے والا ہوں۔ کیا کمال کی بات ہے۔ موسیٰ! کو کسی جنگل میں پیدا کرا دیتا۔ موسیٰ! کو کسی دشت میں پیدا کر دیتا۔ موسیٰ! بہت دور پیدا ہو جاتے۔ نہیں! موسیٰ کو پیدا کیا مصر کے شہر میں۔ اور شہر میں پیدا کرنے کے بعد موسیٰ کو بھیجا فرعون کے گھر میں ......رک جاؤ!

اب پرورش ہو رہی ہے موسیٰ کی۔ فرعون کے گھر میں ہو رہی ہے نا۔ میں نے ابھی دو تین دن قبل۔ اپنی ایک تقریر میں کہا تھا کہ نبیؑ مشرک کا کھانا نہیں کھاتا۔ نبیؑ مشرک کا ذبیحہ نہیں کھاتا۔ تو میرے محترم سننے والے نے مجھے رقعہ بھیجا۔ اور پوچھا۔ جناب موسیٰؑ فرعون کے گھر میں کیا کھاتے رہے؟ مجھے خدا کی قسم بڑی خوشی ہوئی ہے۔ کہ میرے سامعین میری باتوں کو توجہ سے سن رہے ہیں۔ میری کج بیانیوں پر توجہ دے رہے ہیں۔ مجھے خوشی ہے۔

بھئی پہلا جواب تو یہ ہے کہ میں نے جو آیت پڑھی۔ وہ شریعت قرآن کی تھی۔

اور موسیٰ کا عمل شریعت توریت پر ہے۔ بھئی سننا۔ میں نے جو آیت پڑھی قرآن سے پڑھی تھی اور موسیٰ کا عمل شریعت توریت پر ہے اور آج توریت تحریف شدہ ہے کچھ نہیں معلوم کہ اس میں مشرک کے لیے کیا حکم تھا لیکن اگر مطمئن نہیں ہو تو اب سنو جواب۔

کہ فرعون کے گھر میں موسیٰ نے کیا کھایا بھئی صندوق بہتا ہوا فرعون کے گھر تک آیا اور موسیٰ! فرعون کے گھر میں گئے۔ دودھ پلانے والیاں بلائی گئیں موسیٰ ان دودھ پلانے والیوں کی گود میں یکے بعد دیگرے آتے رہے اور جب بھی کسی دودھ پلانے والی نے اپنا دودھ پلانا چاہا موسیٰ نے منہ پھیر لیا۔

اور اب قرآن نے آواز دی۔ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ (سورہ قصص۔۱۲) ہم نے موسیٰ پر دوسری دودھ پلانے والیوں کا دودھ حرام کر دیا تھا۔ تو جو اللہ موسیٰ کی غذا کا شیر خوارگی میں خیال رکھے تو کیا وہ نوجوانی میں موسیٰ کی غذا کا، طہارت کا خیال نہیں رکھے گا؟ سنتے جاؤ۔ اس لیے کہ نازک مرحلہ ہے۔ اور مجھے اجازت دو کہ میں تاریخ موسیٰ کے چند ورق قرآن مجید کی روشنی میں تمہارے سامنے پھیلا دوں۔ اور تم سے اجازت لے لوں۔

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ ہم نے موسیٰ پر ساری دودھ پلانے والیوں کے۔ دودھ کو حرام کر دیا اور موسیٰ! کی ماں کو بھیجا ہے۔ غذا کے لیے۔ بھئی کمال کی بات ہے کہ نبیؑ تو پل رہا ہے نا۔ تو دیکھو! اللہ نے کیسا بندوبست کیا کہ نبیؑ کو غذا چاہیئے۔ کہا موسیٰ کی ماں فرعون کے گھر میں جاؤ اور موسیٰ کو غذا دو۔ پورا واقعہ ہے قرآن میں مختصر۔ اختصار کے ساتھ موجود ہے اسے قرآن میں دیکھیے گا۔

اچھا تو بچے کی کیا کیا چیز رہی؟ ایک غذا اور ایک تربیت۔ تو غذا دے موسیٰ کی ماں اور تربیت کون کرے تو فرعون کی بیوی اور کون؟۔ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا۔ (سورہ التحریم۔۱۱) اللہ مومنوں کے لیے مثالیں بناتا ہے۔ فرعون کی بیوی آسیہ کو۔

فرعون اپنے زمانے کا سب سے بڑا کافر اور آسیہ اپنے زمانے کی سب سے بڑی مومنہ۔ کتنی بے جوڑ شادی ہے۔ سب سے بڑے کافر کی شادی۔ اسی عہد کی سب سے

بڑی مومنہ سے ہو جائے۔ تو شادی بے جوڑ ہے۔ لیکن ہم یہ شادی اس لیے ہونے دے رہے ہیں۔ کہ اس گود میں موسیٰ کو پالنا ہے۔

بھئی! کیا کمال کی بات ہے!۔ کیسے! میں اپنے سننے والوں کی خدمت میں عرض کروں۔ اس لیے کہ یہ بڑا نازک مرحلہ فکر ہے۔ دیکھو جس نے غذا دی وہ ہے مادر موسیٰ۔ وَ اَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی (سورہ قصص۔ ۷) ہم نے موسیٰ کی ماں پر وحی کی۔ اسے دودھ پلاؤ اسے غذا دو۔

تو جس نے غذا دی۔ اس کا تذکرہ قرآن میں تعریف کے ساتھ۔ اور ہم نے آسیہ سے کہا کہ اس کی تربیت کرو۔ جس نے تربیت دی۔ تربیت کرنا الگ کام ہے۔

جس نے تربیت کی وہ بھی قابل تعریف اور جس نے غذا دی وہ بھی قابل تعریف۔ بھئی یہ دو الگ۔ الگ شخصیتیں تھیں۔ نبی کی تربیت کرنے والی۔ آسیہ ہے۔ نبی کو غذا دینے والی مادر موسیٰ ہے۔ دونوں قرآن کی نگاہ میں قابل اعتبار ہیں۔ اب اگر عالمین کے سب سے بڑے رسولؐ کے لیے۔ پروردگار ایک ہی گھر میں تربیت کا بھی بندوست کرے اور غذا کا بھی بندوبست کرے تو وہ کتنا بڑا انسان ہوگا۔

بھئی سننا! اس لیے کہ یہی تو وہ مرحلہ فکر ہے کہ جس مرحلہ پر روک کر اپنے سننے والوں کو۔ موسیٰ کے سلسلے میں چار یا پانچ جملے قرآن کے سناؤں گا۔ سورہ طٰہٰ! کیا خوبصورت سورہ قرآن کا۔ بیسواں سورہ اور اس سورہ کی ابتدا ہی میں بہت دور نہیں بلکہ ابتدا ہی میں۔ موسیٰ علیہ السلام کا بڑی تفصیل کے ساتھ تذکرہ ہے۔ یہیں تو لانا تھا۔ بڑے بوڑھے، جوان کو بھی۔ فرعون کے ایک دوست کو مارا۔ مارنے کے بعد انہوں نے فرار اختیار کی۔ مدین گئے۔

مدین میں شعیب علیہ السلام کی بیٹی سے شادی ہوئی۔ جب شادی ہوگئی کچھ دن رہ لیے۔ تو اب واپس پلٹتے ہیں۔ موسیٰ اپنی بیوی کے ساتھ اور موسیٰ کی بیوی کو دردزہ ہے۔ دردزہ! جانتے ہو؟۔ بچے کے پیدا کرنے والا درد۔ ایسے عالم میں سفر تھا..... تاریک رات شدید سردی۔

موسیٰ اپنی بیوی کو لے کے جا رہے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک پہاڑ سے انہیں آگ نظر آئی۔ اپنی بیوی کو آواز دی! قرآن ایک ایک لفظ دکھلا دیتا ہے۔ آگ دکھائی پہاڑ کی چوٹی پر اپنی بیوی سے کہنے لگے بڑی شدید سردی ہے۔ اور تم تکلیف کے عالم میں ہو مجھے اجازت دو۔ کہ میں آگ لے آؤں تاکہ ذرا ہم کچھ گرمی حاصل کرسکیں۔ پہنچے اس آگ کے پیچھے۔ ہرے بھرے درخت میں آگ لگی ہوئی تھی۔ اور وہ درخت کہہ رہا تھا:

اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّکَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ ۚ اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی (سورہ طٰہٰ۔۱۲)

موسیٰ! میں تمہارا خدا بول رہا ہوں۔ ذرا جوتیاں تو اتار دو۔ جوتیاں تو اتار دو۔ یہ تم طویٰ کے مقدس وادی میں آگئے ہو۔ بھئی سنا۔

وَاَنَا اخْتَرْتُکَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰی (سورہ طٰہٰ۔۱۳) موسیٰ! موسیٰ! ہم نے تمہیں اپنے لیے منتخب کیا ہے۔ اور ہم تمہیں نبی بنا رہے ہیں۔ تم پر وحی آ رہی ہے۔

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (سورہ طٰہٰ۔۱۴)

موسیٰ! میں اللہ بول رہا ہوں۔ میرے علاوہ کوئی اللہ نہیں ہے۔ میری عبادت کرو۔ بس میرے لیے نماز پڑھو۔ سن رہے ہو نا۔ سن رہے ہو۔ فَاعْبُدْنِیْ میری عبادت کرو۔ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ میرے ذکر کے لیے نماز کو قائم کرو۔ "وَاَنَا اخْتَرْتُکَ" اور موسیٰ ہم نے تمہیں نبوت کے لئے منتخب کرلیا۔ وَاَنَا اخْتَرْتُکَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰی اور ہم جو تمہارے اوپر وحی کر رہے ہیں اسے سنو۔

سنا۔ ابھی اللہ کے جملے ختم نہیں ہوئے۔ اِنَّ السَّاعَۃَ اٰتِیَۃٌ اَکَادُ اُخْفِیْھَا (سورہ طٰہٰ۔۱۵) بہت توجہ رہے۔ ہر انسان کو عدل کے مطابق جزا دے دی۔ تو موسیٰ میں نے تمہیں نبی بنایا۔ اب جاؤ "اِذْھَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّہٗ طَغٰی" (سورہ طٰہٰ۔۲۴) یہ آیتیں بہت مانوس ہیں اس کے بعد کی تین پڑھ رہا ہوں۔ درمیان سے میں نے کچھ آیتیں چھوڑ دیں۔

موسیٰ! اپنے ہاتھ کو بغل میں رکھو۔ پھر نکالو یہ بیضا بن جائے گا۔ موسیٰ! یہ عصا پھینکو! موسیٰ نے عصا پھینکا تو سانپ بن گیا۔ کہا موسیٰ مت گھبراؤ اس سانپ کو اپنے ہاتھ

میں لے لو۔ پھر واپس عصا بن جائے گا۔ موسیٰ کو تجربہ کروایا۔ ہاتھ کو بیضا بنا دیا اور عصا کو سانپ بنایا۔ یہ معجزہ دکھانے کے بعد کہا اب جاؤ۔ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى جاؤ موسیٰ فرعون کے دربار میں جاؤ۔ اس نے بڑی سرکشی اختیار کی ہے۔

سب کو یاد ہے۔ موسیٰ کی دعا۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ۙ وَیَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ ۙ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ ۙ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ۪ وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ ۙ هٰرُوْنَ اَخِی (سورہ طٰہٰ۔۲۵۔۳۰)

پوری آیتوں کا ترجمہ نہیں کروں گا۔ جاؤ موسیٰ فرعون کے دربار میں جاؤ۔ پروردگار! پہلے ہارون کو وزیر بنادے۔ جب جاؤں گا۔ پہلے نہیں جاؤں گا۔

بھئی یہ بڑا پڑھا لکھا مجمع میرے سامنے ہے۔ اور حد نگاہ تک میرے محترم سننے والے سن رہے ہیں یہ میں اپنے گھر سے نہیں بول رہا ہوں۔ یہ میری پرائیویٹ ڈائری میں نہیں لکھا ہوا ہے۔ یہ قرآن کے سورہ طٰہٰ میں لکھا ہے اور سورہ طٰہٰ بیسواں سورہ ہے قرآن کا۔

موسیٰ! میں اللہ بول رہا ہوں۔ موسیٰ! میں نے تمہیں نبی بنایا۔ موسیٰ! قیامت آئے گی موسیٰ! عدل کے مطابق فیصلے کروں گا۔ تو موسیٰ! توحید کو مانو۔ موسیٰ! عدل کو مانو۔ موسیٰ! نبوت کو مانو۔ موسیٰ! قیامت کو مانو۔ اب موسیٰ اڑ گئے کہ پروردگار! جب تک امامت دے کر اصول دین مکمل نہیں کرے گا تو میں اکیلے فرعون کے پاس کیسے چلا جاؤں؟......صلوٰۃ

بس میرے دوستو! رکے رہیں! موسیٰ نے بے اختیار کہا! پروردگار امامت تو دے دے۔ تاکہ اصول دین مکمل ہو جائیں۔ تو سن لیا نا! کہ نبیؑ اپنی نبوت کے پہلے دن ہی امامت مانگتا ہے۔

رکے رہنا۔ اس لیے کہ کچھ کہنا چاہ رہا ہوں میں! نبی کو اپنی نبوت کے پہلے دن امام چاہیے۔ جب تک امام نہ ملے وہ حرکت نہیں کرتا۔ بھئی یہ موسیٰ کی نبوت کا پہلا دن۔ اور وہ محمدؐ کی نبوت کا پہلا دن۔ کہ ہے کوئی میری مدد کرنے والا۔ صلوٰۃ

پہنچ گئی نا بات۔ اب چلے موسیٰؑ اور ہارونؑ دونوں چلے "تہذیب نفس" اپنے ذہن میں رکھنا۔ نفس کی تہذیب۔ گردنیں کاٹنے کے لیے نبی نہیں آتا۔ دل بدلنے کے لیے نبی آتا ہے۔ جان لینے کے لیے نبی نہیں آتا ہے۔

"تہذیب نفس" کے لیے نبی آتا ہے۔ ٹھیک ہے نا۔ اچھا تو موسیٰؑ اور ہاروؑن دونوں چلے۔ واقعہ سب کو معلوم ہے۔ میں اس واقعہ پر رکوں گا نہیں۔ آئے فرعون کے دربار میں آئے۔ ادھر سے جادوگر آئے تھے۔ فرعون کے جادوگروں نے رسیاں پھینکی۔ وہ رسیاں سانپ بن کے چلیں چلیں نا سانپ بن کے اور سانپ بن کے جب رسیاں چلیں تو موسیٰؑ نے اپنا عصا پھینک دیا۔ اور اس عصا نے رسیوں کو نگل لیا۔ یہی ہوا تھا نا۔ سب کو معلوم ہے یہ بات۔ سب کو یہ واقعہ معلوم ہے۔

سارے جادوگر سجدے میں گر گئے۔ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ رَبِّ مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ (سورہ الاعراف۔۱۲۱۔۱۲۲) بھئی عجیب وغریب مرحلہ فکر ہے۔ میں روک رہا ہوں اپنے سارے سننے والوں کو تو جادوگر گھبرا گئے۔ فرعون بیٹھا ہے اور فرعون کے درباری بیٹھے ہیں۔ ادھر جادوگر ہیں اور ادھر موسیٰؑ اور ہارونؑ ہیں۔ جیسے ہی فرعون کے جادوگروں نے رسیاں پھینکیں۔ وہ رسیاں چلیں سانپ بن کے ہارونؑ کی طرف۔

والق موسیٰ عصاہ موسیٰ نے وہ عصا پھینک دیا۔ اور وہ عصا اژدھا بن گیا۔ اژدھا بن کر ان رسیوں کو نگل گیا۔ جب دیکھا جادوگروں نے ہمارے جادو تو باطل ہوگئے۔ تو ایک مرتبہ سارے جادوگر سجدے میں گر گئے اور کہنے لگے!

ٹھیک ہے نا! کیا کہنے لگے؟۔ "امنا برب العالمین" ہم عالمین کے پروردگار پر ایمان لائے۔ "رب موسیٰ و هارون" جو موسیٰؑ کا بھی رب ہے اور ہاروؑن کا بھی رب ہے۔ بھئی! یہ کیا کہہ رہے ہو۔ پھر سننا۔ "امنا برب العالمین"۔ ہم عالمین کے رب پر ایمان لائے جو موسیٰؑ کا بھی رب ہے اور ہاروؑن کا بھی رب ہے۔ یہ جادوگر موسیٰؑ اور ہاروؑن کو درمیان میں کہاں سے لے آئے۔

یوں کہتے "امنا برب العالمین"۔ الرحمن الرحیم۔ ہم عالمین کے رب پر

ایمان لائے۔ جو رحمٰن بھی ہے، رحیم بھی ہے، قہار بھی ہے، غفار بھی ہے، جبّار بھی ہے اور متکبر بھی ہے۔ میں صفتیں بتاؤں اللہ کی۔ یہ موسیٰ اور ہارون کو درمیان میں کہاں سے لے آئے؟۔ تو جادوگر یہ بتلا رہے تھے کہ ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہے کہ جب تک اس وسیلہ کا تذکرہ کلمہ میں نہ ہو کہ جس وسیلہ سے ایمان لائے ہو۔ اگر وسیلہ کا تذکرہ نہیں کرو گے تو مومن نہیں ہو۔ اچھا تو پھر کیا جادوگر ہار گئے۔ تفصیلات میں نہیں جاؤں گا۔ ہار گئے نا کیوں؟ اس لیے کہ اژدھا موسیٰ کا ان کے سانپوں کو کھا گیا تھا۔

میرے دوستو! میرے عزیزو! موسیٰ کا عصا جب اژدھا بنا تو اس نے کیا کیا؟ جادوگروں کے پھینکی ہوئی رسیوں کو جو سانپ بن گئی تھیں انہیں کھا گیا۔ کھانا تو چاہیئے تھا فرعون کو۔ بہت سیدھی بات کر رہا ہوں جادوگروں کی رسیوں کو کھا کے کون سا تیر مارا۔

فرعون تو زندہ ہے اور فرعون کے سارے درباری زندہ ہیں، فرعون کے سارے ارکان حکومت زندہ ہیں اگر موسیٰ کے اژدھے کو کھانا ہی تھا تو فرعون کو کھاتا، اگر کھانا تھا تو درباریوں کو تو یہ رسیاں تو واپس رسیاں بن جاتیں انہیں کھانے سے کیا فائدہ ہوا؟ یہ فقط طاقت دکھلانی تھی مٹانا نہیں تھا۔ اس لیے کہ نبی مٹانے کے لیے نہیں آتا "تہذیب نفس" کے لئے آتا ہے۔ ہدایت کے لئے آتا ہے اگر مٹائے گا تو ہدایت کس کی کرے گا؟ اب تو بات واضح ہوگئی نا میرے سننے والوں تک کہ نبی مٹانے کے لئے نہیں آتا۔

اب میں لفظ بدل دوں! ہادی مٹانے کے لیے نہیں آتا، ہلاک کرنے کے لیے نہیں آتا، نیست و نابود کرنے کے لیے نہیں آتا بلکہ دل کو بدلنے کے لیے آتا ہے۔ گمراہوں کو گمراہی سے نکال کر ہدایت دینے آتا ہے۔ ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے۔

سرکشیٔ طاغوت سے نکال کر "تہذیب نفس" کی طرف لے آتا ہے۔ اگر یہ بات سمجھ میں آگئی تو طاقتور فی زمانہ وہ ہے جو اپنے ہر مقصد کو حاصل کرے طاقت سے اور اللہ کا طاقتور وہ ہے جو کبھی طاقت دکھلائے اور کبھی صبر کرے اللہ کی رضا کے لئے۔

دیکھو بڑا نازک مرحلہ فکر ہے۔ اور میں بڑے عجیب نامانوس موضوعات پر بول رہا ہوں اور ایسے موضوعات کبھی منبر پر ڈسکس (Discuss) نہیں ہوئے۔ اچھا تو ادھر سے

آنے والا طاقتور، اور ضروری نہیں ہے کہ طاقت دکھلائے۔ ہوسکتا ہے کبھی طاقت دکھلائے اور کبھی صبر کرے۔ اگر طاقت دکھلا دے تو ایسی دکھلائے کہ اللہ کو تلوار بھیجنی پڑ جائے اور اگر صبر دکھلائے تو ایسا دکھلائے کہ چاہے گلے میں رسی ڈال کر کھینچا جائے......

پہنچ رہی ہے نا بات...... اور میں چاہ رہا ہوں کہ میرے سننے والے مجھ سے قریب ہو جائیں۔ یہ جو کمزوری ہے نا۔ یہ جو مظلومیت ہے تو اگر یہ مظلومیت سمجھ میں آ گئی۔ تو میری بات مکمل ہو جائے گی۔

ذرا سننا کہ میں کہنا کیا چاہ رہا ہوں۔ قَالَ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْن. (سورہ البقرہ۔۱۲۴) امامت ظالموں کو نہیں ملے گی۔ کہیں تو واقعہ کے جملہ کو اُلٹ دوں کہ مظلوموں کو ملے گی۔ بھئی! تو میں کہہ رہا تھا کہ جملہ کو اُلٹ دوں کہ مظلوموں کو ملے گی۔ بھئی یہی تو کہا میں نے سورہ قصص میں اللہ فرما رہا ہے:

وَنُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَنَجْعَلَھُمْ اَئِمَّۃً وَّ نَجْعَلَھُمُ الْوٰارِثِیْنَ۔ (سورہ القصص۔۵)

ہم نے یہ طے کیا ہے۔ کہ تم نے جنھیں مظلوم کہا ہے۔ انہیں کو ہم امام بنائیں گے اور انہیں وارث بنائیں گے تو جہاں مظلومیت ہوگی وہیں امامت ہوگی۔ اور جہاں امامت ہوگی وہاں صبر ہوگا۔

وَجَعَلْنَا مِنْھُمْ اَئِمَّۃً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا۔ (سورہ سجدہ۔۲۴) اور جنھیں ہم نے امام بنایا وہ صابر ہیں۔ بہت توجہ رہے۔ جہاں مظلومیت ہوگی وہاں امامت ہوگی اور جہاں امامت ہوگی وہاں صبر ہوگا۔ صبر کے معنی فقط مصائب میں برداشت کی قوت پیدا کر لینا ہی نہیں ہے۔ صبر کے معنی بڑے وسیع ہیں۔

اگر آپ کو یاد ہو تو موسیٰ بھی نبی ہیں خضرؑ بھی نبی ہیں یا نہیں ہیں۔ موسیٰ بھی نبی ایک نبی کو بھیجا جاتا ہے۔ دوسرے نبی کے پاس کہ جاؤ ذرا تھوڑا سا علم سیکھ کے آجاؤ۔ اور جب یہ موسیٰ جیسا اُوالعزم پیغمبر اس نبی کے پاس جاتا ہے۔ تو وہ نبی بڑے ناز سے کہتا ہے۔

اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا۔(سورہ الکہف۔۶۷) موسیٰ! آپ ہمارے پاس علم سیکھنے آئے ہیں لیکن آپ کے پاس تو صبر ہی نہیں ہے۔ آپ میرے کاموں میں صبر نہیں کر سکتے۔ کہا کہ نہیں انشاء اللہ! آپ دیکھیں گے کہ میں آپ کے کاموں پر صبر کیسے کرتا ہوں۔ کشتی میں سوراخ کر دیا۔ کہنے لگے یہ کیا؟۔ کہنے لگے میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ آپ صبر نہیں کر سکیں گے۔ بھئی! ہے یا نہیں واقعہ۔اچھا آگے بڑھے۔ کسی کو قتل کر دیا۔

بھئی! اُولوالعزم نبی ہے موسیٰ۔ دونوں نبی ہیں۔ اب جو موسیٰ نے پوچھا کہ یہ کیا کیا؟۔ کہا! میں نے تو پہلے کہا تھا نا کہ آپ صبر نہیں کریں گے۔ اور آگے بڑھے۔ گرتی ہوئی دیوار بنادی۔ موسیٰ نے کہا! یہ کیا کرتے پھر رہے ہیں آپ؟ کہا! کہ میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ کہ آپ صبر نہیں کر سکیں گے اب جائیں میں آپ کو برداشت نہیں کروں گا۔

ایک نبی اگر دوسرے نبی کو ٹوک دے تو وہ ہٹا دیا جائے۔ تو اگر کبھی کوئی امتی نبی کو ٹوک دے۔ تو کیا اسے ہٹایا نہیں جائے گا۔ اب میں اس سے زیادہ اپنے سننے والوں کو زحمت سماعت نہیں دینا چاہ رہا ہوں۔ بھئی۔ یہیں سے تو میں آگے بڑھوں گا اور میرے پاس جو چند دقیقے رہ گئے ہیں ان دقیقوں کو صرف کروں گا۔

بھئی! بات واضح ہوگئی کہ مسئلہ طاقت کا نہیں ہے مسئلہ ہے تزکیۂ نفس کا۔ بھئی! بہت توجہ رہے اس لیے کہ بڑے دقیق مرحلہ میں آگیا۔ مسئلہ ہے تزکیۂ نفس کا۔ رسولؐ جو کچھ لایا۔ وہ تزکیۂ نفس۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں لایا۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے۔ کہ لایا تھا ڈیڑھ ہزار سال پہلے۔ اور ہم آئے ہیں ڈیڑھ ہزار سال کے بعد۔ اب خدا معلوم اس کا دین ملا یا نہیں ملا۔

تو رسولؐ لایا تھا دین۔ بھئی! بہت توجہ رہے۔ اب وہ دین کیا تھا؟ ہمیں کیسے معلوم ہو؟۔ تو اگر چھوڑ کے گیا ہے تو ٹھیک۔ اور اگر لے گیا تو وہ دین ہمارے پاس نہیں ہے۔ دیکھو میں اپنے موضوع کے آخری لمحات میں ایک سوال کرنا چاہ رہا ہوں۔ ہمیں کیا معلوم کہ ڈیڑھ ہزار سال پہلے رسولؐ جو دین لایا تھا وہ کیسا تھا؟

آج ۱۹۹۸ء میں آج ۱۴۱۹ میں خدا معلوم ہم کس دین پر عمل کرر ہے ہیں؟ یہ ایک اصول ہے کہ انسان جو لاتا ہے وہی چھوڑتا ہے تو رسولؐ اگر کچھ چھوڑ کر گیا تو وہی دین ہے۔ اب میں کیسے بتاؤں کہ انسان اگر اس دنیا سے گزر جائے، مر جائے تو انسان جو چیزیں چھوڑتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔ جائیداد چھوڑتا ہے۔ وارث چھوڑتا ہے۔

ایک انسان جب دنیا چھوڑتا ہے یا دنیا سے جاتا ہے تو دو چیزیں چھوڑتا ہے۔ میں کسی ایک کی بات نہیں کررہا ہر انسان کچھ چھوڑے گا۔ جائیداد چھوڑے گا اور کچھ وارث چھوڑے گا۔ جائیداد چھوڑے گا تو جائیداد! خاموش اور وارث! بولنے والا ہے۔

بھئی! توجہ رہے...... یہ ہر انسان کا مسئلہ ہے کیونکہ ہر انسان کی وراثت ہے۔ ایک خاموش چھوڑے اور ایک بولنے والا چھوڑے۔ تو میرا محمدؐ کیا کرے گا۔ "انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللّٰہ وعترتی و اھلبیتی" خاموش کتاب چھوڑ رہا ہوں اور بولنے والی اولاد چھوڑ کے جارہا ہوں۔ صلوٰۃ

پہنچ گئی میری بات۔ اگر پہنچ گئی تو میں اس سے زیادہ زحمت سماعت نہیں دوں گا۔ میرے پاس کل اور پرسوں کے دو گھنٹے ہیں اور انہی دو گھنٹوں میں موضوع کو بھی مکمل ہونا ہے۔ اور اس مسئلہ کو بھی مکمل ہونا ہے۔ جس مسئلہ کو اس وقت چھیڑ رہا ہوں۔ اچھا تو رسولؐ! انسان کی طرح اپنے امتیوں کی طرف دو چیزیں چھوڑ کے گیا۔ ایک جائیداد چھوڑی جو خاموش ہے۔ دوسرے وارث چھوڑے جو بولنے والے ہیں۔ جائیداد کا نام ہے "قرآن" اور وارث کا نام ہے "امام"۔

پہنچ گئی نا بات۔ میرے محترم سننے والوں تک۔ سننا! اور اس جملہ کی قدر کرو۔ جو کہنے جارہا ہوں۔ یہ امامت بڑی مظلوم ہے۔ دیکھیں نبیوں پر بھی بڑے ظلم ہوئے ہیں۔ ذکریاؑ کو آری سے چیر دیا گیا، یحییٰؑ کا سر کاٹا گیا، عیسیٰؑ جیسے جلیل القدر نبی کو دار کی بلندی تک پہنچا دیا گیا۔ لیکن جو ظلم اماموں کے ساتھ ہوا ہے وہ کسی پر نہ ہوا۔ میں ابھی مصائب کی وادیوں تک نہیں پہنچا۔ اور مصائب تک میں فقط دو دقیقوں میں پہنچ جاؤں گا۔

لیکن یہ بات سنتے جاؤ۔ کہ میں کہنا کیا چاہ رہا ہوں؟۔ سب سے زیادہ ظلم امامت

کے ساتھ ہوا ہے۔ کیوں ہوا؟ بتاؤ نا۔ بھئی اگر سن سکو۔ تو سن لو۔ جائیداد چھوڑی اس کا نام ہے "قرآن"۔ وارث چھوڑے جن کا نام ہے "امام"۔

توجہ رہے۔ دیکھیں پہلی امامت۔ جب غدیرِ خُم میں علیؑ کی ولایت کا اعلان ہوا۔ جہاں جہاں میرے سننے والے سن رہے ہیں توجہ رکھیں۔ جب غدیرِ خُم میں۔ علیؑ کی ولایت کا اعلان ہوا۔ جب پہلی امامت کا اعلان ہوا۔ تو قرآن میں جملہ آیا۔ بڑی لمبی آیت ہے۔ بس اب دو ٹکڑے پڑھ رہا ہوں۔

قرآن میں جملہ آیا۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (سورہ مائدہ۔۳) آج میں نے دین کو کامل کیا۔ اور اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (سورہ مائدہ۔۳) آج کافر مایوس ہو گئے۔ بھئی! غدیرِ خم کے میدان میں دو کام ہوئے۔ دین کامل ہوا ہے۔ کافر مایوس ہوا ہے۔ کس چیز سے مایوس ہوا ہے۔ علیؑ کی امامت و ولایت سے۔ یعنی کمال! ہو گیا۔

یہ قرآن کہہ رہا ہے میں نہیں کہہ رہا۔ کافر کس چیز سے مایوس ہوا۔ علیؑ کی امامت سے۔ نوحؑ کی نبوت سے مایوس نہیں ہوا۔ ابراہیمؑ کی نبوت سے مایوس نہیں ہوا۔ موسیٰؑ، عیسیٰؑ کی نبوت سے مایوس نہیں ہوا۔ محمدؐ کی نبوت سے مایوس نہیں ہوا تو علیؑ کی امامت سے کافر مایوس ہو گیا۔ تو اب کافر انتقام۔ نبوت سے نہیں لے گا۔ امامت سے لے گا۔

بس تقریر آخری مرحلوں میں داخل ہو گئی۔ کافر! انتقام۔ نبوت سے نہیں لے گا۔ انتقام۔ امامت سے لے گا۔ کربلا! اسی انتقام کا نتیجہ ہے۔ بس! میں نے بڑی زحمت دی اپنے محترم سننے والوں کو تقریر تمام ہو گئی۔ کافر! نبوت سے مایوس نہیں ہوا۔ امامت سے مایوس ہوا۔ بس ساری دشمنی کافر کی۔ امامت سے نکلے گی۔ نبوت سے نہیں نکلے گی۔ ہے نا۔

رسولؐ نے علیؑ کے لیے غدیر بنائی۔ اور علیؑ نے جس کے لیے غدیر بنائی۔ پوچھو گے نا؟ کہ یہ میں نے کیا کہہ دیا؟ جاؤ۔ جاؤ ملا صالح کشفی کی کتاب دیکھنا "فضائل مرتضوی"۔ ایک شخص تھا ابو صمصام۔ دیکھو اب میں جا رہا ہوں بہت آہستہ آہستہ مصائب کی طرف۔

لیکن یہ چھوٹا سا واقعہ سن لو۔ دیکھو جس کتاب کا حوالہ دیا اس کا لکھنے والا میرے مسلک سے نہیں ہے۔ اس بڑے عالم کا ربط میرے مسلک سے نہیں ہے۔ اس نے لکھا کہ ایک سردار قبیلہ آیا جس کا نام تھا ابو صصام۔ رسولؐ کے پاس اور کہنے لگا یا رسولؐ اللہ۔ اگر میں اپنے پورے قبیلے کو مسلمان بنادوں۔ تو آپ کیا انعام دیں گے۔

رسولؐ اللہ نے فرمایا: اگر تم نے سارے قبیلے کو مسلمان بنادیا۔ تو انعام میں تمہیں سو سرخ بالوں والے اونٹ دوں گا۔ جس کا تذکرہ میں کل کر چکا ہوں۔ یاد ہے نا۔ کہا یا رسولؐ اللہ۔ کیا اچھا ہو۔ اگر آپ اسے تحریر فرمادیتے۔

رسولؐ نے لکھ کے دیا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اگر صصام اپنے پورے قبیلے کو مسلمان بنادے گا اور اس نے آ کے مجھے رپورٹ کی تو میں محمدؐ رسول اللہ وعدہ کرتا ہوں کہ اسے سرخ بالوں والے سو اونٹ دوں گا۔ دستخط کیے اور مہر لگائی۔ دے دیا۔ وہ چلا گیا۔ اور جانے کے بعد اس نے پورے قبیلے کو مسلمان کیا۔ جب پورے قبیلے کو مسلمان کردیا۔ تو بڑا خوش خوش آیا مدینہ۔

کہ رسولؐ اللہ مجھے شاباش بھی دیں گے، میری تعریف بھی کریں گے اور مجھے سرخ بالوں والے سو اونٹ بھی دیں گے۔ جب آیا تو رسولؐ انتقال فرماچکے تھے اور رسولؐ دنیا میں موجود نہیں تھے۔ اب جہاں اسے پہنچنا چاہیئے تھا وہ وہاں تحریر لے کر پہنچ گیا اور کہا "ھذا ما کتب لی به رسولؐ"۔ بھئی یہ رسولؐ اللہ کی تحریر ہے اسے پہچانو۔ سب کو دکھایا۔ کہنے لگے کہ ہاں یہ تحریر رسولؐ کی ہے۔ دستخط بھی رسولؐ کے ہیں اور مہر بھی رسولؐ کی ہے۔ تصدیق کردی کہ ہاں تحریر رسولؐ کی ہے۔ یہ عقیدہ شاید بعد میں بنا کہ رسولؐ کو لکھنا نہیں آتا تھا۔

رسولؐ کے بنے ہوئے خلیفہ نے کہا رسولؐ نے کون سے اونٹ چھوڑے ہیں دنیا میں جو تمہیں دے دوں۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ تمہارے رسولؐ کا وعدہ غلط تھا؟ (نعوذ باللہ) اب میں واپس جا کے اپنے قبیلے والوں کو بتاؤں گا۔ کہ رسولؐ سچا نہیں ہے۔

بس وہ بھرے مجمع سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اس کا نام ہے ابو صصام۔ سلمان فارسیؓ

نے اس سے کہا ابو صصام چل جہاں تجھے جہاں ملے گا۔ وہ آیا علیؑ کے گھر اور علیؑ گھر کے اندر ہیں۔ سلمانؓ نے آواز دی۔ کہ یا امیر المومنینؑ۔ کوئی ملنے آیا ہے۔ اندر سے آواز آئی کہ ابو صصام سے کہہ دو کہ کل دو پہر تک انتظار کرے۔ اور پورے مدینہ میں اعلان کر دو۔ کہ علیؑ آئیں گے رسولؐ کی تحریر کو سچا ثابت کرنے کے لیے۔ بھئی! امامت نام ہی تصدیق رسالت کا ہے۔

میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ دو چار جملے مصائب کے عرض کروں گا۔ لیکن یہ جملہ مکمل ہو جائے تو کہہ دو سارے مدینہ والوں سے۔ کہ علیؑ کل دو پہر کو اپنے نبی کی تحریر کو سچا ثابت کرنے کے لیے باہر آئیں گے۔ پورا مدینہ جمع تھا شہر کے باہر جو جگہ علیؑ نے معین کی تھی جبکہ علیؑ، ابو صصام سے ملے بھی نہیں تھے۔ یہ بات اندر سے کہلوائی تھی۔

علیؑ اپنے بڑے بیٹے حسنؑ کے کاندھے پر ہاتھ رکھے آئے۔ اور ایک چھوٹی سی پہاڑی کے قریب آ کے کھڑے ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ بیٹے حسنؑ ابو صصام کو لے جاؤ۔ اس پہاڑی کے اندر سے۔ ایک مہار نکلے گی۔ اسے کھینچتے جاؤ جتنے اونٹ درکار ہوں اسے دے دینا۔ حسنؑ آگے بڑھے پہاڑی کی طرف اور آگے بڑھ کے مہار کھینچی۔ اب ابو صصام نے ناقے گننے شروع کیے۔ ۱، ۲، ۳، ۴...... اور جب سو مکمل ہو گئے۔ تو کہنے لگا فرزند رسولؐ بس۔ ایک مرتبہ حسنؑ نے مسکرا کر کہا! اگر قیامت تک کھینچا جاتا تو قیامت تک ناقے نکلتے جاتے۔ صلوۃ اس سے زیادہ مجھے گفتگو نہیں کرنی ہے۔

رسولؐ نے علیؑ کے لیے غدیر بنائی۔ علیؑ نے حسینؑ کے لیے غدیر بنائی۔ اسی حسنؑ کے بیٹے کا نام ہے قاسمؑ۔

گزر گئی نا آج محرم کی ساتویں۔ میں کیا؟ اپنے سننے والوں کی خدمت میں عرض کروں ابھی پانچ دقیقہ کے بعد اذان مغرب ہو جائے گی اور آٹھویں کی شب ہو جائے گی۔ اب میں کیا کروں؟۔ یہ میری مجبوری ہے کہ میں اس وقت پہنچا مصائب تک جب میرے پاس دامن وقت میں گنجائش نہیں تھی۔

جب حسن مجتبیٰؑ دنیا سے جانے لگے۔ تو یاد ہے نا اُم فروہؑ سے کہا تھا! کہ امّ فروہ! ذرا میرے قاسمؑ کو بلاؤ۔ (اجرکم علیٰ اللہ)۔ اُم فروہ قاسمؑ کو لائیں تو امام نے قاسمؑ کو اپنے سینے سے لگایا اور بچہ کو پیار کیا۔ دیر تک بچے کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر دیکھتے رہے اور اس کے بعد اپنے تکیہ کے نیچے سے ایک تعویز نکالا اور اسے قاسم کے بازو پہ باندھا دیا اور کہا اُم فروہؑ بچہ کی بھی حفاظت کرنا اور تعویز کی بھی حفاظت کرنا۔

ایک دن یہ تعویز اس بچے کے کام آئے گا۔ جانتے ہو مقتل میں جملے کیا ہیں۔ مقتل میں جملہ یہ ہے کہ اُم فروہ! قاسمؑ کی حفاظت کرنا۔ تعویز کی بھی حفاظت کرنا۔ اور جب قاسمؑ پر جب کوئی بڑی مصیبت آئے۔ اور قاسمؑ کی نگاہوں میں اس کا حل نہ ہو تو کہنا بچہ سے کہ تعویز کو کھول کر پڑھ لے اس میں اس کا حل لکھا ہوا ہوگا۔

عاشورہ کا دن آ گیا۔ اولادِ عقیل گئی۔ قاسمؑ کو اجازت نہیں ملی۔ عباسؑ کے بیٹے گئے۔ قاسمؑ کو اجازت نہیں ملی۔ لیکن یہ تیرہ برس کا بچہ ہر بار آتا تھا اور کہتا تھا چچا جان مجھے اجازت ہے۔ چچا جان مجھے اجازت دیں تاکہ میں میدان جنگ میں جا کر جنگ کرتے ہوئے اپنی جان آپ پر فدا کردوں۔

جانتے ہو؟ حسینؑ کیا کہتے تھے؟ حسینؑ قاسمؑ کی صورت دیکھ کر کہتے تھے کہ قاسمؑ! تم میرے بھائی کی نشانی ہو۔ قاسمؑ۔ تم ایک امام کی نشانی ہو۔ تم میرے بڑے بھائی کی نشانی ہو بتاؤ تمہیں میں کیسے اجازت دے دوں؟۔

اولادِ عقیلؑ کو اجازت ملی۔ قاسمؑ تڑپتے رہے۔ عباسؑ کے بھائیوں اور بیٹوں کو اجازت ملی۔ قاسمؑ تڑپتے رہے۔ عونؑ ومحمدؑ کو اجازت ملی۔ قاسمؑ تڑپتے رہے اور ہر بار قاسمؑ آتے رہے کہ چچا مجھے اجازت ہے یا نہیں لیکن نہیں ملی تا۔

ایک مرتبہ بچہ ماں کے خیمے میں آیا۔ تیرہ برس کے بچہ کی عمر کیا ہوتی ہے چھوٹا سا بچہ! جانتے ہیں کہ ایک بچے کی تمنا اگر پوری نہ ہو تو بچہ کی کیفیت ذہن میں رہے کہ آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں اور چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔

اب جو بچہ ماں کے خیمہ میں آتا ہے۔ تو آ کے ایک گوشے میں کھڑا ہو گیا۔ اب جو

غور سے اُم فروہؑ نے دیکھا کہ قاسمؑ کھڑا ہے اور چہرہ سرخ اور آنکھیں بھیگی ہوئی ہیں، آنکھوں میں آنسو ہیں، اور کچھ آنسو بہہ کر رخسار پر آ گئے ہیں۔

ماں نے کہا! بیٹے قاسمؑ! کیا کسی نے تجھے ڈانٹ دیا، کسی نے تجھے کچھ کہہ دیا ہے؟
کہا نہیں اماں! نہیں...... کہا پھر تو پریشان کیوں ہے۔ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

کہا اماں! کیا بتاؤں؟ چچا مجھے مرنے کی اجازت نہیں دے رہے ہیں۔ کہا قاسمؑ مت گھبرا آ میں تجھے اجازت دلاؤں گی۔

یہ کہہ کر اُم فروہؑ نے سیاہ چادر اوڑھی، اور چادر اوڑھ کر اپنے خیمہ سے باہر آئیں۔ سنو گے جملہ۔ جیسے ہی باہر آئیں امام حسینؑ اپنے خیمے سے باہر کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے اور عباسؑ قریب کھڑے ہوئے تھے۔

حسینؑ کی نگاہ پڑی کہ کوئی بی بی خیمہ سے نکلی۔ تو کہنے لگے عباسؑ تمہاری زندگی میں کوئی بی بی خیمہ سے باہر آ گئی ہے، عباسؑ دیکھو کون بی بی ہے؟۔ عباسؑ دوڑے ہوئے گئے اور واپس آئے کہا کہ مولیٰ۔ بھابھی آ رہی ہیں۔ زوجہ حسنؑ آ رہی ہیں۔

یہ سننا تھا کہ حسینؑ بے اختیار کرسی سے کھڑے ہو گئے۔ اُم فروہؑ آئیں تو امام نے فرمایا بھابھی! آپ نے کیسے زحمت کی۔ تو ایک مرتبہ کہنے لگیں کہ حسینؑ میں نے زندگی میں تم سے کچھ نہیں مانگا۔ میں تمہارے بڑے بھائی کی بیوہ ہوں نا۔ بس آج مطالبہ کر رہی ہوں کہ میرے بیٹے کو مقتل کی اجازت دے دو۔ اجرکم علی اللہ۔ اجرکم علی اللہ۔

حسینؑ خاموش کھڑے ہیں۔ نہ کہتے ہیں کہ ہاں میں نے اجازت دی۔ نہ کہتے ہیں نہیں۔ میں اجازت نہیں دوں گا بھابھی ہے اور بڑے بھائی کی بیوہ ہے۔ چپ کھڑے ہیں کہ اتنے میں قاسم کو یاد آیا کہ میرے باپ نے ایک تعویز بندھوایا تھا۔ اور کہا تھا مشکل وقت ہو تو دیکھ لینا تو اس سے بڑا مشکل وقت کیا ہوگا۔

بچے کے ذہن میں جیسے ہی یہ بات آئی۔ دوڑتا ہوا خیمہ کے پیچھے گیا اور تعویز کھولا لکھا تھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط قاسمؑ کے نام۔ اس کے باپ حسنؑ ابن علیؑ کی طرف سے۔ کہ دیکھو قاسم ایک دن وہ آئے گا جب ساری دنیا تیرے چچا کے خون کی پیاسی

ہو جائے گی۔

تو میرے بیٹے! میں تجھے وصیت کرتا ہوں! کہ تو اپنی جان کو فاطمہؑ کی جان حسینؑ پر نثار کر دینا۔ بس دو جملے۔ جیسے ہی بچے نے پڑھا تو بچہ خوش ہو کر دوڑتا ہوا حسینؑ کے پاس آیا۔

کہا چچا جان یہ خط پڑھ لیں۔ میرے بابا کا خط ہے۔ آپ اب تو مجھے اجازت دیں گے نا۔ کہا اجازت ہے۔ جاؤ قاسمؑ ......

مجلس ہشتم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝۱ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝۲ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝۳ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۝۴ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝۵ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝۶ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝۷ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝۸ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝۹ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝۱۰ (سورۃ والشمس)

عزیزان محترم! ہم اپنے سلسلہ گفتگو کے آٹھویں مرحلے میں داخل ہو گئے ہیں۔ وہ سلسلہ گفتگو جس کا آغاز "تہذیب نفس اور تہذیب حاضر" ہے۔ اب ظاہر ہے کہ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ میں اپنے محترم سننے والوں کو۔ "تہذیب نفس اور تہذیب حاضر" کے سلسلے میں کچھ مزید تفصیلات پیش کرسکوں۔

"تہذیب نفس" کے لیے پروردگار نے ارشاد فرمایا۔ "وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا" (سورہ الشمس۔۷) قسم ہے نفس کی کہ ہم نے اس نفس کو کتنا معتدل، کتنا متوازن اور اچھا بنایا۔ "فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا" اور ذرا اس نفس کا اعتدال دیکھو کہ اس میں فسق و فجور کی صلاحیت بھی ہے۔ اور تقویٰ کی صلاحیت بھی ہے۔ "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا" جو بھی اپنے نفس کو پاک کرے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اسے نجات دیں گے۔ "وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا" اور جو اپنے نفس کو گناہوں سے آلودہ کرے۔ وہ خود اپنے آپ کو تباہ کر دے گا۔

یہ جانی ہوئی، پہچانی ہوئی۔ بوجھی ہوئی اور پرکھی ہوئی حقیقت ہے۔ جو میں آپ کے سامنے عرض کرنا چاہ رہا ہوں، کوئی سننے والا ایسا نہیں ہے۔ جو میری اس بات سے اختلاف کرے۔ کہ اولاد اگر ماں باپ کو بھول جائے تو بھول جائے۔ لیکن والدین اولاد کو نہیں بھولتے۔ اختلاف کر سکتے ہو ان باتوں سے۔ یہ جملہ کہہ رہا ہوں! کہ اولاد اپنے ماں

باپ کو بھول جاتی ہے۔ کیونکہ "تہذیب حاضر" یہی ہے... اور اگر تمہارے یہاں نہیں ہے تو یورپ میں بہر حال ہے۔ اور امریکہ میں بہر حال ہے۔ اور کچھ دنوں میں تمہارے یہاں بھی آ جائے گی۔

اگر تزکیۂ نفس نہ ہوا۔ اگر "تہذیب نفس" نہ ہوئی۔ تو کچھ دنوں بعد تمہارے یہاں بھی یہی صورتحال ہوگی۔ اچھا تو اولاد۔ بیٹا۔ بیٹی۔ اپنے والدین کو بھول جائے۔ لیکن والدین اپنی اولاد کو کسی صورت میں بھول نہیں سکتے۔ بس اب میرے اس جملے کو یاد رکھنا۔ کہ والدین تمہیں بھول جائیں تو بھول جائیں۔

دیکھو اب میں الٹ کر بات کر رہا ہوں۔ اب تک تو یہی کہہ رہا تھا کہ اولاد بھول جائے تو بھول جائے۔ والدین نہیں بھولتے۔ اور اب میں جملے کو الٹ رہا ہوں کہ والدین بھول جائیں۔ تو بھول جائیں۔ لیکن تمہارا پیدا کرنے والا تمہیں نہیں بھولتا۔ اس لیے کہ خالق کہہ رہا ہے۔ "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا" نفس کو پاکیزہ بناؤ۔ نجات دوں گا۔

بھئی نفس کو کیا احترام دیا ہے۔ اور کیا؟ عزت دی ہے پروردگار نے قرآن میں۔ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ط (سورہ مائدہ۔۳۲) یہ پالیسی (Policy) ہے۔ یہ پالیسی ہے قرآن کی اور یہ آیت پوری دنیا کو سنا دیں۔ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ اگر کوئی کسی انسان کو عذر شرعی کے بغیر قتل کر دے۔

دیکھو میں نے ایک ٹکڑے کا ترجمہ عذر شرعی کیا ہے۔ اگر کوئی کسی انسان کو۔ عذر شرعی کے بغیر قتل کر دے۔ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا (مائدہ۔۳۲) گویا اس نے پوری انسانیت کو قتل کر دیا۔ یعنی خدا کی نگاہ میں ایک انسان کا قتل۔ پوری انسانیت کا قتل ہے۔

تو ایک انسان۔ نگاہ الٰہی میں پوری انسانیت کا نمائندہ ہے یا نہیں؟ جب ہر انسان اپنی اپنی جگہ پر۔ پوری انسانیت کا نمائندہ ہے تو یہ کیسے ممکن ہے۔ اللہ اپنے محمدؐ کو۔ یہ حکم دے دے۔ کہ تم تبلیغ کرو تو گلا کاٹ کر تبلیغ کرو ممکن نہیں ہے۔ صلوٰۃ۔

سنتے جانا۔ اسلام میں گلا کاٹنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ دیکھو میں بڑی ذمہ داری

سے بات کرنے کا عادی ہوں۔ قسم کھا کے کہہ رہا ہوں کہ گلا کاٹنے کا کوئی جواز نہیں ہے اسلام میں۔ بھئی! تم سے بہتر اسلام کون سمجھے گا؟۔ اگر بیمار ہو۔ اور روزے سے بیماری بڑھ سکتی ہے تو روزہ چھوڑ دو۔ جو مرض کو اتنا اہم سمجھے دیکھ رہے ہیں۔ اگر تمہارے مرض کے بڑھنے کا اندیشہ ہے اگر روزہ رکھو گے تو مرض کے بڑھنے کا اندیشہ ہے تو آپ خبردار روزہ نہ رکھیں۔ بعد میں قضا کو پورا کر لینا۔

عجیب بات ہے۔ کہ۔ تمہاری زندگی اور تمہاری صحت تمہارے اللہ کو اتنی عزیز ہے کہ تمہارے مرض کے مقابلے پر۔ اپنی عبادت کو واپس لے لیتا ہے۔ سمجھ رہے ہو نا۔ تو اسلام میں گلا کاٹنا۔ نہ کل جائز تھا اور نہ آج جائز ہے۔ نہ کل جائز ہوگا۔ ہاں اگر کسی انسان کے سبب دوسروں کے گلے خطرے میں آجائیں۔ تو اس کے گلے کو کاٹ دو۔ صلوۃ۔

بات پہنچ رہی ہے اور اگر بات پہنچ گئی۔ تو یہی۔ ایک جواب ہے کہ اگر کسی انسان سے تمہیں یہ خطرہ ہے۔ کہ وہ دوسروں کے گلے کو کاٹے گا۔ تو اس کے گلے کو کاٹ دو۔ بس اس کے علاوہ کوئی جواز نہیں ہے۔ بہت ہی نازک مرحلۂ فکر ہے کہ جہاں اپنے سننے والوں کو لے کے آ گیا ہوں۔

"من قتل نفساً بغیر نفسٍ"۔ نفس کے بدلے میں نفس۔ یعنی گلا کاٹو۔ جس نے گلا کاٹا ہو اس کا گلا کاٹ دو۔ "او فساد فی الارض" اور اگر زمین پر کوئی فساد کرے تو اس کا گلا کاٹ دو۔ بھئی دو ہی کے گلے کاٹنے کی اجازت ہے۔ یا قاتل کا گلا کاٹ دو۔ یا زمین پر فساد پیدا کرنے والے کا گلا کاٹ دو۔

بہت توجہ رہے۔ اس کے علاوہ گلا کاٹنے کی اجازت نہیں ہے۔ تو اسلام جو دین ہے اللہ کا، اس میں نہ گلا کاٹنے کی کل اجازت تھی۔ نہ گلا کاٹنے کی آج اجازت ہوگی۔ لیکن اسی اسلام میں ایک مرتبہ باپ کو حکم ہوتا ہے۔ بیٹے کا گلا کاٹ دو۔ باپ کا نام ہے ابراہیمؑ بیٹے کا نام ہے اسماعیلؑ۔

آپ پہنچ گئے نا۔ گلا کاٹنا کتنی خراب چیز ہے لیکن باپ ابراہیمؑ کو حکم ہوتا ہے۔ کہ

اپنے بیٹے اسماعیلؑ کا گلا کاٹ دو۔ یہ اسماعیلؑ کون ہے؟ بڑھاپے کی اولاد ہے۔ سورہ ابراہیمؑ کے آخری چیپٹر (Chapter) میں آخری رکوع میں اس کا تذکرہ۔ کہ پروردگار! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے مجھے بڑھاپے میں اولاد دی۔ تو اسماعیلؑ ہے بڑھاپے کی اولاد۔ ٹھیک ہے نا۔

اور پروردگار کا کہنا ہے کہ ابراہیمؑ اس کا گلا کاٹ دو۔ اور ابراہیمؑ بیٹے سے کہتے ہیں کہ اسماعیلؑ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تمہارا گلا کاٹ رہا ہوں! کہتے ہیں بابا آپ اس حکم کی تعمیل کریں آپ مجھے صابرین میں سے پائیں گے۔ عجیب بات ہے! اس مرحلے پر اپنے سننے والوں کو روک رہا ہوں۔

یعنی ابراہیمؑ و اسماعیلؑ نے اس مرحلے پر ذرا بھی رُک کے نہیں سوچا کہ یہ کیسا حکم آ گیا۔ بلکہ ابراہیمؑ و اسماعیلؑ نے حاکم کو دیکھا۔ تو ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کے واقعہ کا سبق یہ ہے کہ حکم پر نگاہ نہ کرو حاکم پہ نگاہ کرو۔ اب صبح کی دو رکعتیں کیوں ہیں؟ حکم پر نگاہ نہ ہو۔ حاکم پر نگاہ ہو۔ مغرب کی تین رکعتیں کیوں ہیں حکم پر نگاہ نہ ہو۔ حاکم پہ نگاہ ہو۔ یہ حج میں قربانی کا گوشت اتنا ضائع جاتا ہے لیکن حکم پر نگاہ نہ ہو حاکم پر نگاہ ہو تو اس حکم پہ نگاہ نہیں تھی۔ باپ اور بیٹے کی حاکم پہ نگاہ تھی نا۔

وہ واقعات جو تم ہزاروں مرتبہ سنتے ہو۔ ان واقعات کو بیان کرنا مقصود نہیں ہے۔ اب باپ۔ بیٹے کو لے کے چلا۔ اور درمیان میں ابلیس آیا۔ سب جانتے ہیں کہ ابلیس آیا اور ابلیس نے کہا کہ ابراہیم یہ جو تمہارے بڑھاپے کی اولاد ہے اور تم اسے لئے کے جا رہے ہو ذبح کرنے کے لیے۔ آپ کی نسل کیسے چلے گی؟

ابراہیم کے گھر میں اسماعیلؑ کے بعد اسحاقؑ پیدا ہوئے تھے دو بیٹے تھے۔ ابلیس نے کہا! اگر آپ اسماعیل کو ذبح کر دیں گے تو ان کی ذرّیت جو آگے آنے والی ہے کیسے آئے گی؟ اچھا شیطان نے ابلیس سے کیا کہا! یہ تمہارے بڑھاپے کی اولاد ہے۔ کہنے لگے! میں تجھے خوب پہچانتا ہوں۔ کیا کہا؟ پہچانتا ہوں۔ کہا! تو ابلیس ہے۔ کہا! میں ابلیس ہوں۔ صحیح۔ لیکن سچا مشورہ دینے آیا ہوں۔ کہا نہیں مانوں گا۔ بس ابراہیمؑ نے کہا

"لاحول ولا قوة الاّ باللّٰہ" جیسے ہی لاحول پڑھی ویسے ہی بھاگا۔ کچھ دور گیا لیکن پھر پلٹ کے آیا۔ ابلیس کا مزاج سمجھ میں آیا آپ لوگوں کے۔ بھاگتا بھی ہے۔ پھر پلٹ کے بھی آتا ہے۔

آپ لوگوں کے ذہن میں ہے کہ جو میں نے پچھلی تقریروں میں عرض کیا تھا کہ آپ کے باطن میں ایک شیطان ہے اور ایک رہنما ہے۔ اس شیطان کا نام ہے "نفس امّارہ"۔ اور رہنما کا نام ہے "نفس لوامہ"۔ عرض کر چکا ہوں پہلے۔ تو اب یہ کیسے ممکن ہے کہ باطن میں جنگ جاری ہو۔ شیطان رہنما سے لڑ رہا ہو یعنی "نفس امارہ"۔ "نفس لوامہ" سے لڑ رہا ہو باطن میں۔ اور خارج میں دنیا میں کوئی نظام ہدایت نہ ہو۔ جان لیں کہ جس طرح باطن میں نظام گمراہی اور نظام ہدایت ہے اسی طرح خارج یعنی دنیا میں بھی دو نظام ہیں۔ نظام گمراہی اور نظام ہدایت۔ نظام گمراہی کو ابلیس چلا رہا ہے اور نظام ہدایت کو زمانے کا امام چلا رہا ہے۔ سورہ اعراف ساتواں سورہ قرآن مجید کا۔ اور اس کی ستائیسویں آیت پوری آیت بھی نہیں پڑھوں گا۔

اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ (سورہ اعراف۔۲۷)

ابلیس تمہیں دیکھ رہا ہے۔ تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو۔ ابلیس۔ ابلیس! تمہیں دیکھ رہا ہے اور تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو۔

تو پروردگار! یہ کیسا نظام ہے؟۔ کہ گمراہ کرنے والا غائب ہو دیکھ بھی لے۔ اور ہم اسے نہ دیکھ سکیں؟ فرمایا! ہادی بھی ایسا ہی ہوگا۔ کہ وہ تمہیں دیکھے گا تم اسے دیکھ نہیں سکو گے۔ صلوۃ۔

عجیب۔ عجیب مرحلۂ فکر ہے۔ بھاگا پھر پلٹ کے آیا۔ اب ذرا گفتگو کو اس مرحلے پہ روکتا ہوں۔ تھوڑی سی گفتگو نظام ہدایت اور نظام گمراہی پر ہو جائے۔ بھئی سنئا! پورے کا پورا نظام لے کے جا رہا ہے۔ سنئا! یہ تمہارے کام کی بات کر رہا ہوں۔ ابلیس پورا نظام لے کے جا رہا ہے۔ گمراہی کا۔ کیا کہا؟ اور یہ کہہ کر چلا تھا کہ:

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ (سورہ اعراف۔۱۶)

کہیں اور نہیں بہکاؤں گا صراط مستقیم پر بیٹھ جاؤں گا۔ قرآن کی آیت ہے۔ تو شیطان ہے صراط مستقیم پر۔

اور مجھے معاف کردینا پھر قرآن کی آیت پڑھ رہا ہوں۔ انّ ربّی علٰی صراطٍ مّستقیمٍ۔" اللہ ہے صراط مستقیم پر۔ اور پھر مجھے معاف کردینا۔

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم • یٰس والقران الحکیم • انک لمن المرسلین • علٰی صراطٍ مّستقیمٍ۔ اللہ بھی صراط مستقیم پر۔ محمدؐ بھی صراط مستقیم پر اور شیطان بھی صراط مستقیم پر۔

اب دور سے دیکھو گے تو ایسا لگے گا کہ بڑی محبت ہے۔ اب خدا بھی صراط مستقیم پہ ہے۔ محمد رسولؐ اللہ صراط مستقیم پر ہے اور ابلیس بھی صراط مستقیم پر ہے۔ اور تینوں صراط مستقیم پر ہیں۔ اور دور سے دیکھو گے تو یہی کہو گے کہ ان میں بڑی محبت ہے۔ ایک ساتھ ہے۔ لیکن جب قریب جا کے دیکھو گے۔ تو پتا چلے گا کہ دو ہدایت کے لیے ہیں۔ ایک گمراہی کے لیے۔ تو کبھی دور سے دیکھ کے فیصلہ نہ کرنا۔

بڑا نازک مرحلۂ فکر ہے۔ جس مرحلۂ فکر پر اپنے سننے والوں کو لے کر آ گیا ہوں۔ ابلیس نے کہا میں صراط مستقیم پر بیٹھ جاؤں گا۔ بھئی! ابلیس ہے "رندۂ درگاہ ہے" اور رجیم ہے۔ توجہ رہے! کہتا ہے صراط مستقیم پر بیٹھ کے بہکاؤں گا۔ اسے کیا معلوم کہ صراط مستقیم کیا ہے؟۔ پہچانتا ہے نا۔ جب ہی تو آئے گا صراط مستقیم پر۔

تو ابلیس اسی کو کہتے ہیں جو پہچان کر بہکانے کی کوشش کرے اور ابلیس! اسی کا نام ہے جو پہچان کر بہکانے کی کوشش کرے۔ بھئی ایک مرتبہ پروردگار نے کہا۔ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّکَ رَجِیْمٌ تجھے رجیم بنا دیا۔ وَّاِنَّ عَلَیْکَ لَعْنَتِیْٓ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ • (سورہ ص۔ ۷۷۔ ۷۸) اور میری لعنت تجھ پر رہے گی قیامت تک۔

رجیم ہے۔ نکالا ہوا ہے اور لعنت ہے قیامت تک کی۔ دیکھو میں آیت پڑھ رہا ہوں میں نے کوئی روایت نہیں پڑھی۔ یا اپنی طرف سے کسی عالم کا قول نقل نہیں کیا۔ وَّاِنَّ عَلَیْکَ لَعْنَتِیْٓ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ • (سورہ ص۔ ۷۷۔ ۷۸) ابلیس! ابلیس! قیامت کے

دن تک تجھ پر لعنت ہو۔

بھئی! نافرمانی ایک منٹ کی۔ سجدہ نہیں کیا۔ ایک منٹ کی نافرمانی ہے کہ سجدہ نہیں کیا اور لعنت ہے قیامت تک کی تو یہ لعنت نافرمانی پر نہیں ہے بلکہ لعنت خلیفہ کو نہ ماننے پر ہے۔ پہنچ رہی ہے نا میری بات آپ تک۔

لعنت! اس ایک لمحہ کے سجدہ کے نہ کرنے پر نہیں ہے بلکہ لعنت خلافت کے نہ ماننے پر ہے۔ اب جب تک آدمؑ کی خلافت مسلسل رہے گی تب تک ابلیس پر لعنت بھی مسلسل رہے گی۔ تو اب ایسا ہے کہ ابلیس۔ قیامت تک کی لعنت میں مبتلا ہے اور اسی کو بٹھایا فرشتوں کی صحبت میں۔

اب میں کیا کہوں؟ بات یہ ہے کہ اگر فرشتوں کی صحبت میں نہ بٹھاتے۔ تو کہا یہی جاتا کہ ماحول اچھا نہیں ملا تھا۔ فرشتے معصوم ہیں نا۔ اگر ہم اسے۔ معصوموں کی صحبت میں نہ بٹھاتے۔ تو لوگ کہتے کہ چونکہ ماحول اچھا نہیں ملا تھا۔ بگڑ گیا۔ اس لیے بٹھا دیا معصوموں کی صحبت میں۔

ابلیس جو ہے وہ معصوم کے پہلو میں بیٹھ کے بھی ابلیس ہی رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ رکنا یہاں نہیں ہے۔ کہ بھاگا پھر پلٹا۔ اور پلٹ کے اب اسماعیلؑ کے پاس آیا اور کہا! زندگی عزیز نہیں ہے؟ کہا بھاگ جا۔ میں تجھے پہچانتا ہوں ابلیس ہے۔ سب کو یہ واقعہ معلوم ہے اس لیے میں واقعہ کی تفصیلات میں نہیں جا رہا ہوں ۔ میں پہچانتا ہوں کہ تو ابلیس ہے۔

میں اپنے حاکم کی بات پر اکتفا کر رہا ہوں۔ وہاں سے بھی چلا اب ابراہیمؑ کو بہکا نہیں سکا۔ اسماعیلؑ کو بہکا نہیں سکا اور پہنچا زوجہ ابراہیمؑ کے پاس حضرت ہاجرہؑ کے پاس۔ اور انہوں نے بھی کہا دور ہو جا۔ واقعہ نہیں بیان کروں گا۔ دور ہو جا تو ابلیس ہے۔ تو نہ ابراہیمؑ پر گمراہی کا دام پھینک سکا نہ اسماعیلؑ کو گمراہ کر سکا اور نہ ہی حاجرہؑ کو گمراہ کر سکا۔ حالانکہ ماضی میں نوحؑ کی بیوی کو گمراہ کر چکا تھا۔ اور خود ابراہیمؑ کے زمانے میں لوطؑ کی بیوی کو گمراہ کر چکا تھا۔

اب ابلیس چکرا گیا۔ کہ میں نوحؑ جیسے اولوالعزم نبی کی بیوی کو گمراہ کر چکا ہوں۔ لوطؑ ابراہیمؑ کے زمانے کے نبی ہیں۔ ان کی بیوی کو بھی میں نے گمراہ کر دیا۔ یہ آخر گمراہ کیسے نہ ہوگی؟۔ یہ نبی کی زوجہ گمراہ کیسے نہ ہوگی؟۔ تو ابلیس چکرایا ہوا ہے۔ تو اب وہ چکرائے یا نہ چکرائے۔ لیکن میں جانتا ہوں۔ کہ زوجہ ابراہیمؑ کیوں نہیں گمراہ ہوئیں۔ اگر صرف زوجہ ہوتی تو گمراہی کا خطرہ تھا وہ صرف زوجہ نہیں ہیں بلکہ ایک معصوم کی ماں بھی ہے۔ صلوۃ۔

دیکھو نوحؑ کی بیوی کو اس نے گمراہ کر دیا۔ لوط علیہ السلام کی بیوی کو گمراہ کر دیا۔ اور ابلیس آج تک پریشان ہے، پریشان ہے۔ اور یہ جو جملہ کہہ رہا ہوں۔ مجھے ابلیس کبھی نہیں ملا۔ اس سے میں نے نہیں سنا۔

علماء نے لکھا ہے ممکن ہے ان سے ملاقات ہوئی ہو۔ علماء نے لکھا ہے کہ ابلیس آج تک پریشان ہے۔ کہ میں نے زوجہ نوحؑ کو گمراہ کر دیا، زوجہ لوطؑ کو گمراہ کر دیا۔ یہ حاجرۃ گمراہ کیوں نہیں ہوئیں۔ تو اگر صرف زوجہ ہوتیں تو خطرہ تھا کہ گمراہ ہو جاتیں۔ یہ صرف زوجہ نہیں ہیں۔ اسماعیلؑ جیسے معصوم نبی کی ماں ہیں۔ تو جو ایک معصوم کی ماں ہو۔ اس کا نام ہو حاجرۃ اور جو گیارہ معصوموں کی ماں ہو۔ اس کا نام ہے فاطمہؑ زہرہ۔ صلوۃ

بڑے آرام سے سنتے جاؤ۔ اس لیے کہ بہت دور جانا ہے۔ کبھی کبھی فضیلتیں اضافی بھی ہوتی ہیں۔ میں نے۔ گزشتہ سال! جس کتاب کا ابھی اعلان ہوا ہے کہ جس کا نام ہے۔ "انسان معاصر اور قرآن" اس میں یہ واقعہ موجود ہے۔ میں نے گزشتہ سال کی مجلس میں یہ واقعہ بیان کیا تھا کہ حسینؑ! میرے نبیؐ کے امتی ہیں۔

ٹھیک ہے لیکن ایک فضیلت! عجیب کمال کی ہے۔ کہنے لگے کہ جیسا نانا مجھے ملا۔ ویسے نانا آپ کو نہیں ملے۔ تو نواسہ۔ فضیلت میں اپنے نانا سے بڑھ گیا یا نہیں؟ تو اب مجھے اجازت دو کہ میں جملہ کہوں جو ایک معصوم کی ماں ہو اس کا نام ہے ہاجرۃ۔ جو گیارہ معصوموں کی ماں ہو اس کا نام ہے فاطمہ زہرۃ۔ اور جو بارہ معصوموں کی ماں ہو اس کا نام ہو فاطمہؑ بنت اسدؑ۔ صلوۃ

پہنچ رہی ہے نا بات۔ میرے محترم سننے والوں تک۔ اب ذرا یہیں سے آگے چلو۔ امتحان ہوگیا۔ اور اب آواز دی قرآن نے۔ بھئی سننا! سننا! بڑے نازک مرحلۂ فکر ہیں۔ اور مجھے نہیں معلوم کہ کن لفظوں میں ان مراحل فکر سے گزرنا چاہیے۔ لیکن جو بات کہنا چاہ رہا ہوں اگر وہ بات پہنچ گئی تو میری محنت سوارت ہے۔ امتحان ہوگیا نا ابراہیم کا۔

قرآن نے آواز دی۔ بھئی عجیب و غریب مرحلہ فکر ہے۔ ہزاروں مرتبہ کی سنی ہوئی آیت اب ایک مرتبہ پھر مجھ سے بھی سنتے جاؤ۔

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ (سورہ بقرہ۔۱۲۴)

ابراہیمؑ کا ہم نے امتحان لیا۔ کچھ کلمات میں ابراہیمؑ سو فیصد کامیاب ہوئے۔ ہم نے کہا! ابراہیمؑ ہم آج سے تمہیں لوگوں کا امام بناتے ہیں۔

کہا پروردگار! "وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ" پروردگار میری ذریت میں بھی جائے گی۔ کہا کہ جائے گی یقیناً جائے گی۔ تمہاری ذریت میں لیکن ظالم کو نہیں ملے گی۔ مظلوم کو ملے گی۔ گناہ گار کو نہیں ملے گی، معصوم کو ملے گی اس لیے کہ ابراہیمؑ ہیں پہلے امام۔ ابراہیمؑ سے پہلے امامت نہیں ہے۔ ابراہیمؑ ہیں پہلے امام قبل محمدؐ کے پہلے امام۔ اور بعد محمدؐ کے پہلے امام علیؑ۔ قبل محمدؐ کے پہلے امام ابراہیمؑ اور بعد محمدؐ کے پہلے امام علیؑ۔ ایک کعبہ بنائے دوسرا کعبہ میں پیدا ہو۔ صلوٰۃ

پہنچ رہی ہے نا بات! "وَاِذِ ابْتَلٰٓى" بھئی سننا! اس لیے کہ بڑے دقیق مراحل فکر ہیں۔ اور اس دقیق مراحل فکر میں روکوں گا۔ اس لیے کہ جہاں جہاں قرآن فہمی کا ذوق رکھنے والے لوگ موجود ہیں۔ ان سب کو متوجہ کر رہا ہوں۔ آیت کو ایک مرتبہ پھر سننا۔ بڑی عجیب و غریب آیت ہے۔ "قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ" ابراہیمؑ نے کہا "مِنْ ذُرِّيَّتِىْ"۔ ابراہیمؑ نے کہا۔ پروردگار! میری ذریت میں سے۔ ایک مجھے دے دے۔

اگر پچھلی تقریر یاد ہو تو میں "مِن" بتلا کر گیا تھا۔ "مِن" کے معنی کل نہیں ہیں۔ "مِن" کے معنی کچھ یاد ہیں نا بھائی! بہت توجہ رکھنا۔ اس لیے کہ بڑے نازک مرحلہ پہ

لے کر آ گیا ہوں۔ اور اگر یہ نازک مرحلہ سر ہو گیا تو میں بڑی آسانی سے آگے بڑھ جاؤں گا۔ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ یعنی ذرّیت میں سے۔

پروردگار سے اپنی پوری نسل کے لیے۔ ابراہیمؑ نے امامت نہیں مانگی۔ "مِنْ ذُرِّیَّتِیْ"۔ ایک کو دے دے۔ "مِن" دو ہی تو بیٹے ہیں۔ ایک اسماعیلؑ ہیں۔ ایک اسحاقؑ ہیں۔ ایک کو دے دے۔ اب کس کو ملے یہ طے کرتا ہے۔

دیکھو اللہ نے ابراہیمؑ کو۔ دو عہدے دیئے اور ابراہیمؑ کی نسل میں دونوں عہدے چلیں۔

وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ ہم نے ابراہیمؑ کی نسل میں نبوت رکھ دی۔ ٹھیک اب ابراہیمؑ کی نسل میں نبوت تو جائے گی نا۔ بھئی سنا سنا وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ ہم نے ابراہیمؑ کی نسل میں نبوت رکھ دی۔ اور دوسرا عہدہ کون سا رکھا؟۔ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ۔ دوسرا عہدہ امامت بھی ذریت میں جائے گی۔ تو نسل ابراہیمؑ میں دو عہدے جائیں گے۔ ایک نبوت جائے گی ایک امامت جائے گی۔ لیکن دونوں عہدوں کا فرق سمجھ میں آیا۔ بھئی نبوت ہے اللہ کی عطا۔ اور امامت ہے ابراہیمؑ کی مانگ۔ صلوۃ

بھئی عجیب مرحلۂ فکر ہے! بھئی سنو! نبوت ابراہیمؑ نے مانگی نہیں تھی۔ اللہ نے خود دی کہ ابراہیمؑ ہم تمہاری نسل میں نبوت دے رہے ہیں۔ اور امامت ابراہیمؑ نے مانگی ہے۔ اپنی نسل کے لیے۔

بھئی بہت توجہ رہے۔ ابراہیمؑ نے امامت اپنی نسل کے لیے مانگی ہے۔ تو نبوت ہے عطا کردہ عہدہ اور امامت ہے مانگا ہوا عہدہ یہ بات طے ہو گئی نا۔ توجہ رہے کہ جو عطا کردہ عہدہ تھا۔ وہ چار ہزار سال تک نسل ابراہیمؑ میں چلتا رہا۔ جتنے نبی آئے بنی اسرائیل میں اور وہ سارے ابراہیمؑ کی نسل میں۔ اور یہاں جو عہدہ مانگا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے وہ نسل اسحاقؑ میں تو گیا ہی نہیں ہے۔ بنی اسرائیل میں ایک امام نہیں بنا۔ ہے نا۔ تو اگر یہ بات واضح ہو گئی تو مجھے جملہ کہنے کی اجازت دو کہ "اِنِّیْ جاعلک للنّاس اماماً

''ابراہیم تم نے مانگ لی ہے امامت اپنی اولاد کے لیے۔ صلوٰۃ۔

بھئی رکے رہنا۔ رکے رہنا۔ اچھا تو امامت کسے ملی؟ ابراہیم کو ملی۔ نسل میں کہاں گئی، اسماعیلؑ کی نسل میں۔ بنی اسرائیل کی نسل میں نہیں گئی۔ ٹھیک ہے نا۔ اور اسماعیلؑ کی نسل میں ایک نبی اور بارہ امام۔ یہی ہوا نا۔ ایک نبی اور بارہ امام۔ اب تم پوچھ سکتے ہو قرآن میں کہاں لکھا ہے۔ کہ امامت نسلِ اسماعیلؑ میں جائے گی۔ امامت اسماعیلؑ کے خاندان میں جائے گی۔ اسرائیل کے خاندان میں امامت نہیں جائے گی۔

قرآن میں کہاں لکھا ہے۔ تو اب جو لوگ قرآن فہمی کا ذوق رکھتے ہیں۔ انہیں متوجہ کررہا ہوں۔ بھئی آیت کو پھر سننا۔ پھر سننا۔ وَاِذِابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ ط قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ط قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ط۔ ''من ذرّیتی'' میں سے امامت مانگی ہے۔ ''من ذرّیتی'' اسماعیل کی ذرّیت کے لیے امامت مانگی ہے کیونکہ جب ابراہیمؑ نے حاجرہؑ کو اسماعیلؑ کے بچپنے میں خانہ کعبہ کے پاس چھوڑا تو کہنے لگے۔ ''رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ''۔ پروردگار ''وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ'' کو چھوڑ کے جارہا ہوں۔ پہنچ گئی بات۔ ''وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ'' سے ملالو۔

ابراہیمؑ نے امامت مانگی تھی۔ ''وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ'' اور خانہ کعبہ کے قریب ''رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ۔ (سورہ ابراہیم۔۳۷) یہاں بھی ''من ذرّیتی'' آیا ہے۔ تو اب یہ ذرّیتی کون ہیں؟ اسحاقؑ کے لیے امامت مانگی ہے؟ نہیں بلکہ اسماعیلؑ کے لیے امامت مانگی۔ توجہ رہے۔ چھوڑ کے جارہا ہوں۔ چیلنج کررہا ہوں منبر سے کہ ترجمہ غلط ہے۔ ترجمہ کامن (Common) ہے۔ توہین ہے ابراہیمؑ کی اس ترجمہ سے۔

دیکھو! بڑا پڑھا لکھا مجمع میرے سامنے ہے۔ بھئی! دیکھو! کون ہے تم میں ایسا؟ جو اپنی بیوی کو اور بیٹے کو بے آب وگیاہ جنگل میں چھوڑ کے چلا جائے۔ بھئی کون ہے تم میں ایسا؟ خلافِ انسانیت ہے یہ کام یا نہیں؟ بالکل ایسا ہی ہے اسی لئے یہ ترجمہ غلط ہے۔ کہ میں چھوڑ کر جارہا ہوں۔ ''رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ'' میں سکونت دلا کر جارہا ہوں۔ بسا کر جا

رہا ہوں۔ کچھ سمجھ میں آیا۔ رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ" اَسْکَنْتُ "اسکان" کے معنی بسا دینا۔ مالک میں نے اپنی بیوی حاجرہؑ کو۔ اور اپنے چھوٹے بچے اسماعیلؑ کو۔ تیرے گھر کے پاس بسا دیا۔ تیرے گھر کے پاس انہیں سکونت دلا دی۔ ابراہیمؑ بسا کے گئے ہیں جناب حاجرہؑ اور حضرت اسماعیلؑ کو مکہ میں۔

ٹھیک ہے نا۔ بھئی سنو۔ میں کل بھی عرض کر رہا تھا اور آج پھر دہرا رہا ہوں۔ یہ وہ مسائل ہیں جو بڑے نامانوس ہیں اور جو منبر سے ڈسکس (Discuss) نہیں ہوتے۔ لیکن سنتے جاؤ! کہ میں کہنا کیا چاہ رہا ہوں؟۔

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ (سورہ ابراہیم۔۳۷)

پروردگار! یہ جو میری اولاد رہے گی۔ یہاں کعبہ کے پاس۔ اسماعیلؑ اور ان کی نسل۔ جس میں امام آنے والے ہیں۔

توجہ رکھنا۔ نسل اسماعیلؑ سے امام آئیں گے نا۔ اچھا پروردگار تو یہ جو اولاد رہے گی اسماعیلؑ کی۔ تیرے کعبہ کے چاروں طرف۔

اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ (سورہ ابراہیم۔۳۷) پروردگار! لوگوں کے دلوں میں۔ ان کی محبت ڈال دے۔ ابراہیمؑ! یہ آپ اللہ سے دعا کیوں کر رہے ہیں کہ وہ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت ڈال دے۔ لوگوں سے کہہ جاؤ کہ میری اولاد سے محبت کرنا۔ کہا! یہ میری نہیں مانیں گے۔ وہ بھی آخری وقت کی بات۔ بڑھاپے کی بات یہ کبھی نہیں مانیں گے۔

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ (سورہ ابراہیم۔۳۷)

بھئی رکے رہنا! اب جو مرحلہ فکر ہے۔ وہ بہت نازک ہے۔ پرودگار! میں نے بتادیا۔ "اَسْکَنْتُ" بسا دیا اسماعیل کو تیرے گھر کے پاس۔ بہت توجہ رہے۔

اس لیے کہ میں اپنے سننے والوں کو عجیب و غریب مرحلہ فکر میں لے آیا ہوں۔ اچھا

بسا دیا۔ بھئی کیوں بسا دیا؟ دو بیویاں تھیں ابراہیمؑ کی ایک سارہؑ ایک حاجرہؑ۔ ایک مالکہ تھی ایک کنیز تھی۔ اسماعیلؑ ہوئے ہیں حاجرہؑ سے جو کنیز تھیں۔ اسحاقؑ ہوئے ہیں سارہؑ سے جو مالکہ تھیں۔ تو سارہؑ کو پسند نہ آیا۔ جاؤ بائبل میں پوری تفصیل دیکھ لینا۔ اور تھوڑا سا تمہیں قصص الانبیاء میں بھی مل جائے گا۔ سارہؑ کو پسند نہ آیا۔

بھئی بہت توجہ رکھنا۔ اس لیے کہ اگر یہ بات میں نے بتا دی۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ میری پوری محنت سوارت ہو گئی۔ اچھا سارہ تو مالکہ ہیں۔ حاجرہؑ کنیز ہیں۔ سارہؑ کے بیٹے کا نام ہے اسحاقؑ۔ حاجرہؑ کے بیٹے کا نام ہے اسماعیلؑ۔ سارہؑ کو یہ پسند نہ آیا کہ میرے ہوتے ہوئے اور میرے بیٹے کے ہوتے ہوئے۔ ابراہیمؑ میری کنیز کے بیٹے سے محبت کریں۔ تو سارہؑ نے کہا۔ اپنی اس بیوی کو جو کنیز ہے۔ اور بچے کو مجھ سے دور لے جاؤ۔

توجہ رہے! دور لے جاؤ۔ تو ابراہیمؑ نے دور لے جا کے پھینک دیا کہاں؟ دمشق کے قریب ہیں ابراہیمؑ۔ اور خانہ کعبہ ہے ہزاروں کلومیٹر دور۔ ہزاروں کلومیٹر کے فاصلے پر لے جا کے ڈال دیا۔ تو اب میں پوچھوں؟ اپنے سننے والوں سے۔ کہ اگر سارہؑ ہی سے دور کرنا تھا تو۔ ۱۰۰ کلومیٹر کے فاصلے پر کسی چھوٹی سی بستی میں بٹھا دیتے۔ یہ کعبہ کے پاس لانے کی ضرورت کیا تھی؟۔

بھئی! توجہ رہے۔ یہ کعبہ کے پاس لانے کی کیا ضرورت تھی؟۔ اس لیے کہ اسماعیلؑ ہی کی نسل میں ابو طالبؑ آئے گا۔ اسماعیلؑ ہی کی نسل میں فاطمہؑ بنت اسد آئیں گی۔ اور بچے کو پیدا ہونا ہے کعبہ میں تو دمشق سے مکہ میں لا کر اس لئے بسایا۔

پہنچ گئی بات میرے سننے والوں تک اور سمجھ بھی گئے ہوں گے۔

فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ پروردگار! لوگوں کے دلوں کو میری اولاد کی طرف مائل کر دے۔ کہ وہ محبت کرنے لگیں۔ سن لی دعا! ابراہیمؑ کی ایک دعا سن لی۔ لوگوں کے دلوں میں۔ میری اولاد کی محبت ڈال دے ایک دعا۔ ایک دوسری دعا بھی سن لیں:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ

پروردگار! میری نسل میں ایک رسول بھیج۔ جو تزکیہ کرے۔ ''آیت'' کی تلاوت کرے۔ ''تعلیم کتاب'' دے اور ''تعلیمِ حکمت'' دے۔ دو دعائیں ہو گئیں۔

پہلی دعا کیا ہے؟۔ کہ لوگوں کے دلوں میں میری اولاد کی محبت ڈال دے۔ دوسری دعا۔ ایسا رسول بھیج جو آیت کی تلاوت کرے اور نفسوں کا تزکیہ کرے۔ آیت کی تلاوت کرے کتاب کی تعلیم دے اور حکمت کی تعلیم دے۔ تیسری دعا سنیں:

وَّاجْنُبْنِىْ وَ بَنِىَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (سورہ ابراہیم۔۳۵)

پروردگار مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی کی نجاست سے پاک رکھ۔

سن رہے ہو دعائیں۔ اب ایک اور دعا سن لو ابراہیمؑ کی۔

وَاجْعَلْ لِّىْ لِسَانَ صِدْقٍ فِى الْاٰخِرِيْنَ (سورہ الشعرآء۔۸۴)

پروردگار! ابراہیمؑ کہہ رہے ہیں آخری زمانے میں ایسا شخص دے دے کہ جس کی زبان سے میری سچائی ظاہر ہو۔

بہت توجہ رہے۔ اس لیے کہ یہ وہ مرحلۂ فکر ہے جس مرحلۂ فکر پر میں اپنے سننے والوں کو روکنا چاہ رہا تھا۔ اچھا اب ذرا دعاؤں کو ملا لیں اور مجھے اجازت دے دیں۔ اب اس سے زیادہ زحمتِ سماعت نہیں دوں گا۔ یاد ہے ابراہیمؑ کی دعا۔ جو سنا کے گیا ہوں کل پرسوں۔

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ

(سورہ بقرہ۔۱۲۷۔۱۲۹)

پروردگار! میری نسل میں ایک مسلمان امت چلتی رہے۔ ابراہیمؑ کی دعا ہے۔

بھئی! توجہ رہے۔ اس لیے اگر ضائع ہوگیا یہ جملہ۔ تو آگے کی ساری گفتگو ضائع ہوجائے گی۔ "ربّنا واجعلنا مسلمین لک" پروردگار! ہم دونوں کو اپنا مسلمان قرار دے۔ "ومن ذرّیّتنآ امة مسلمة لک" اور ہماری نسل میں امت مسلمہ چلے۔ یعنی نسل ابراہیمؑ سے مسلسل محمدؐ تک جو لوگ آئیں گے۔ ان کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔

توجہ رکھنا۔ دلیل دوں گا۔ سورہ قصص میں آواز آئی۔ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ یُؤْمِنُوْنَ۔ (سورہ قصص ۔۵۲)

جنہیں نزول سے پہلے۔ کتاب دے چکے ہیں۔ وہ اس کتاب پر ایمان رکھتے ہیں۔

وَاِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ (سورہ قصص ۔۵۳)

اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں۔ تو وہ کہتے ہیں یہ حق ہے۔ یہ اللہ کا کلام ہے۔

"اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ". (سورہ قصص ۔۵۳) ہم کوئی نو مسلم تھوڑی ہیں۔ ہم تو بڑے پرانے مسلمان ہیں۔

آواز دی تھی ابراہیمؑ نے کہ پروردگار! میری نسل میں سے امت مسلمہ چلے۔ سورہ قصص میں جواب آیا۔ ہم نے نسل ابراہیمؑ میں ذریت امت مسلمہ رکھی۔ اور اب دوسری دعا ابراہیمؑ کی کہ پروردگار! انہی میں ایک رسول بھیج۔ جو تلاوت کرے آیات کی۔ تزکیہ کرے نفس کا۔ تعلیم دے کتاب کی۔ تعلیم دے حکمت کی۔

سورہ جمعہ میں آواز آئی۔ بھئی سننا۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (سورہ جمعہ ۔۲)

ہم نے اس امت مُسلمہ میں۔ (اُمِّیّٖنَ کے معنی جاہل نہ سمجھ لینا) ہم نے اس امت مُسلمہ میں ایسا رسول ابراہیمؑ کے کہنے سے بھیج دیا۔ یہ آیت کی تلاوت بھی کرے گا۔ یہ نفسوں کا تزکیہ بھی کرے گا۔ یہ کتاب کی بھی تعلیم دے گا۔ یہ حکمت کی بھی تعلیم دے گا۔

سن لیا نا۔ ابراہیمؑ دعا مانگنے جا رہے ہیں اور پروردگار! جواب دیتا جا رہا ہے۔

اب ابراہیمؑ نے تیسری دعا مانگی۔ وَّاجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (سورہ ابراہیم۔۳۵) پروردگار! مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی کی نجاست سے بچالے۔ جواب آیا۔ خدا کی قسم! وہ جواب میرے ہر سننے والے کے ذہن میں ہے۔

وَّاجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ پروردگار! مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی کی نجاست سے بچالے۔

جواب آیا کہ ابراہیمؑ! میں کریم ہوں۔ تم نے ایک نجاست سے بچانے کے لیے کہا۔ کہ میں تمہاری اولاد کو۔ ایک نجاست سے بچاؤں۔ جب تو صحیح کہ ساری دنیا کی نجاستوں سے بچالوں گا؟ انما یُرید اللّٰہ (سورہ احزاب) بس میری تقریر، اس مرحلے پر اختتام پذیر ہونے والی ہے۔

لیکن ابھی سنو۔ جو جملے کہنا چاہ رہا ہوں۔ کل کوٹ(Qoute) کروں گا۔ لیکن ابھی بات آج مکمل ہوجائے۔ بات کو مکمل کرنے جا رہا ہوں۔ ۱۴۰۵ھ میں۔ یعنی چودہ سال قبل اسی منبر سے۔ میں نے کتاب وسنت کے عنوان سے تقریر کرتے ہوئے۔ چوتھی محرم کو ایک جملہ کہا تھا۔ اسی آیت کے ذیل میں۔ اور اس جملہ کو ہدیہ کر رہا ہوں اپنے سننے والوں کی خدمت میں۔ "وَّاجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ" دیکھو اسی جملہ کو ہدیہ کروں گا۔ اور پھر اپنا استدلال قائم کروں گا۔

وَّاجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (سورہ ابراہیم۔۳۵)

پروردگار! ابراہیمؑ کہتے ہیں مجھے اور میرے بیٹوں کو بت پرستی کی نجاست سے بچالے تو اب ابراہیم کا بیٹا وہ ہوگا جو بت پرست نہ ہو۔ تو اب اگر مکہ میں بت پرست نظر آئیں۔ تو ذرا شجرہ چیک کرلینا کہ ہیں کس کی اولاد؟۔ پہنچ رہی ہے نا بات۔ بس میں نے بڑی زحمت دی۔ لیکن اب روک رہا ہوں تقریر کو۔

اب آیت نے کیا کہا؟۔ آیت یہ کہہ رہی ہے کہ ابراہیمؑ کی دعا ہے کہ پروردگار! پروردگار! میرے بیٹوں کو بت پرستی کی نجاست سے بچالے۔ تو اب ابراہیمؑ کی نسل میں

کوئی بت پرست تو نہ ہوگا نا۔ عجیب کمال کی بات ہے۔ کہ جب ابوطالبؑ رسول کا خطبہ نکاح پڑھنے بیٹھے۔ تو کہنے لگے ''الحمد للہ الذی جعلنا من نسل ابراھیم'' اللہ کی حمد ہے کہ اللہ نے ہمیں ابراہیم کا بیٹا بنایا ہے۔ صلوۃ۔

اب میرے پاس دامن وقت میں گنجائش نہیں ہے۔ کہ میں اتنی تفصیلات میں جاؤں۔ اب میں تقریر کو روک رہا ہوں۔ آیت نے کیا کہا کہ ابراہیمؑ کا بیٹا وہ جو بت پرست نہ ہو۔ اور رسول کا نکاح ہو رہا ہے رسولؐ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور ابو طالب کہہ رہے ہیں۔ ''الحمد للہ الذی جعلنا من نسل ابراھیم'' اللہ کی حمد ہے کہ اس نے مجھے ابراہیمؑ کا بیٹا بنایا۔ ابوطالب خطبہ پڑھ رہے ہوں رسولؐ کے نکاح کا اور تعریف کر رہے ہیں اپنی۔ یہ مصلحت کیا ہے؟

کہا! یہی تو بتانا تھا۔ کہ یہ مالکِ شریعت بیٹھا ہے۔ یہ صاحبِ شریعت بیٹھا ہوا ہے۔ اور میں اس کے سامنے کہہ رہا ہوں کہ میں ہوں ابراہیمؑ کا بیٹا۔ اگر میں ابراہیمؑ کا بیٹا ہوں تو مجھ تک بت پرستی کی نجاست نہیں آئی۔ اگر غلط کہہ رہا ہوں تو ٹوک دینا۔ اور اگر میں ابراہیمؑ کا بیٹا ہوں۔ تو مجھ تک بت پرستی کی نجاست نہیں آئی۔ تو ابوطالب ہے ابراہیمؑ کا بیٹا۔ طے ہوگئی نا بات اور مان رہے ہو نا بات۔

اب دیکھو ایک آیت۔ اور ایک تاریخ کا جملہ اور پھر جہاں جہاں سننے والے مجھے سن رہے ہیں۔ ان کو متوجہ کر رہا ہوں۔ ابو طالبؑ ہے ابراہیمؑ کا بیٹا۔ طے ہوگئی بات۔ ابوطالبؑ ہے آلِ ابراہیمؑ میں۔ آل میں ہے ابوطالبؑ اب چلو اس درودِ ابراہیمی کی طرف۔ جو مسلمان پڑھتے ہیں۔ اللّٰھم صل وبارک علیٰ محمّد و علیٰ آل محمّد کما صلّیت وبارکت و ترحمت علیٰ ابراھیم و آل ابراھیم انک حمید مجید۔ پروردگار! درود بھیج آلِ ابراہیمؑ پر۔ اور ابوطالب ہے آلِ ابراہیمؑ میں۔ تو ان پر درود بھی بھیج رہے ہو اور کافر بھی کہہ رہے ہو۔ صلوۃ۔

عجیب دہرا معیار ہے کہ درود بھی بھیج رہے ہو اور کافر بھی سمجھ رہے ہو۔ یعنی عجیب! کمال کی بات ہے! دیکھو کچھ موضوع کے تقاضے ہوتے ہیں نا۔ جنہیں پورا کرنا ہوتا ہے۔

تو اب میں گفتگو کو تمام کر رہا ہوں اور اب سلسلۂ فکر اس مقام سے آگے نہیں جائے گا۔ بس میری تقریر تمام ہوئی۔

توجہ رہے کہ ابراہیمؑ نے کیا کہا؟۔ پروردگار! میری نسل میں میری ذرّیت مسلمان ہو امت مسلمہ رہے۔ جواب کیا آیا؟۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (سورہ جمعہ۔۲) وہاں تھا امت۔ یہاں ہے امّیّین۔مل گیا جواب اور جواب ہو گیا۔ پروردگار! اسی نسل میں رسول بھیج جو آیت کی تلاوت کرے۔ تزکیہ کرے۔ کتاب کی تعلیم دے اور حکمت کی تعلیم دے۔ سورہ جمعہ میں جواب آیا۔ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (سورہ جمعہ۔۲)

آ گیا نا جواب کیونکہ اب ابراہیمؑ کی دعا رد تو نہیں ہو سکتی۔ ابراہیمؑ کی تیسری دعا۔

وَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (سورہ ابراہیم۔۳۵)

پروردگار! بت پرستی سے بچا لے۔ اس نجاست سے بچا لے۔ کہا نہیں! ساری نجاستوں سے بچاؤں گا۔ جواب آ گیا۔ انّما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرّجس اھل البیت و یطھر کم تطھیراً. (الاحزاب)

توجہ رہے۔ ابراہیمؑ! دعا مانگتے جا رہے ہیں۔ادھر سے جواب آتا جا رہا ہے اور قرآن ہی پڑھ رہا ہوں میں۔ اب ابراہیمؑ نے دعا مانگی۔ وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ۔ یہ ”لِسَانَ صِدْقٍ“ ذہن میں رہے۔ ”لِسَانَ صِدْقٍ“ کے معنی جانتے ہو۔ سچائی کا انٹرپریٹر (Interpreter)۔ سچائی کا ترجمان۔ ”لِسَانَ صِدْقٍ“ کا ترجمان۔ اس کو کہتے ہیں ”لِسَانَ صِدْقٍ“۔ وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ پروردگار! آخری زمانے میں مجھے ”لسان صدق“ دے دے۔ اب جواب ڈھونڈو قرآن میں۔ اور اگر نہ ملے تو سورہ مریم دیکھنا۔ وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِیًّا (سورہ مریم۔۵۰) ہم نے علیؑ کو ”لِسَانَ صِدْقٍ“ بنا کے بھیج دیا۔ اب میرے پاس دامن وقت میں گنجائش نہیں ہے۔

دیکھنا! خلیل اللہ! اللہ کا دوست ہے۔ وہ اللہ سے مانگے تو اللہ یہ رد کر دے۔ اللہ

تو دیتا جارہا ہے وہ مانگتا جارہا ہے ابراہیمؑ مانگتے جارہے ہیں اللہ دیتا جارہا ہے۔ تو اب وہ دعا بھول گئے۔ وہ دعا جس دعا کی گفتگو شروع ہوئی۔

فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ (سورہ ابراہیم۔۳۷) پروردگار! لوگوں کے دلوں میں میری اولاد کی محبت تو ڈال دے یہ تھی نا دعا تو کہیں جواب ہے۔ ابراہیم! میں کریم ہوں۔ سوال سے بڑھ کر دیتا ہوں۔ تم نے اتنا کہا ہے کہ میری اولاد کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دے۔ تو جب صحیح کہ تمہاری اولاد کی محبت کو اجر رسالت بنادوں گا۔ محمدؐ کے زمانے میں۔

بس اب میرے پاس دامن وقت میں گنجائش نہیں ہے۔ یہ ہزاروں افراد جو تشریف فرما ہیں تو یہ حق مودّت ادا ہورہا ہے۔ اب اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گا۔ حق مودّت ادا ہورہا ہے کہ جب تک ابوطالب رہے کسی کی مجال نہیں تھی کہ محمدؐ پر ہاتھ اٹھا سکے اور جب ابوطالبؑ چلے گئے تو کیا کسی کی مجال ہوئی کہ محمدؐ پر ہاتھ اٹھائے؟ کیونکہ ابوطالبؑ کا نمائندہ جو موجود تھا۔

ابوطالبؑ کا بیٹا آ گیا۔ ٹھیک ہے نا۔ دین کو بچایا ابوطالبؑ نے اور ابوطالبؑ کے گھرانے نے شریعت کو بچایا ہے۔ آ گیا نا ابوطالبؑ کا بیٹا۔ اب ابوطالبؑ کا بیٹا محمدؐ کی بھی حفاظت کرے گا، دین کی بھی حفاظت کرے گا، شریعت کی بھی حفاظت کرے گا، جان کی بھی کرے گا، ایمان کی بھی کرے گا۔

یہی تھا نا۔ اچھا تو کیا؟ علیؑ کے دنیا سے جانے کے بعد دین بالکل ہی غریب ہوگیا تھا؟ نہیں! جیسے رسولؐ کے لیے علیؑ ویسے حسینؑ کے لیے عباسؑ۔

میرے محترم دوستو! میرے پاس تو پورے چار دقیقہ بھی نہیں ہیں۔ کہ میں اس شہزادے کا تذکرہ کروں۔ پہچانتے ہو نا عباسؑ کو۔ بڑا بہادر تھا۔ بڑا باوفا تھا۔ خدا کی قسم! میرا یہ جملہ یاد رکھنا۔ کہ شجاعت کا اور وفاداری کا تذکرہ اتنا ہوا۔ کہ عباسؑ کے دوسرے فضائل دب گئے۔

کسی کو نہیں معلوم: کہ تیمم کتنا بڑا تھا۔ کسی کو نہیں معلوم؟ کریم کتنا بڑا تھا۔ کسی کو

نہیں معلوم؟ میرا عباسؑ شاعر کتنا بڑا تھا۔ کسی کو نہیں معلوم؟ کہ فصیح و بلیغ کتنا تھا۔ کسی کو نہیں معلوم؟۔ بھئی شمرؒ آیا ہے نا۔ شمرؒ آیا ہے شب عاشور میں۔ اور کہا کہ عباسؑ میں تمہارے لیے امان نامہ لایا ہوں۔ رشتہ دار تھا نا شمرؒ عباسؑ کا۔

اچھا دیکھو! اچھوں کے رشتہ دار بُرے۔ یہ کوئی انوکھا واقعہ نہیں ہے۔ کیا ابولہب رسولؐ کا سگا چچا نہیں تھا۔ تو اگر یہ دور کا ماموں ہو تو فرق کیا پڑتا ہے۔ لیکن خدا کی قسم جس قینچی سے اللہ نے ابولہب اور محمدؐ کا رشتہ کاٹا تھا۔ اسی قینچی سے عباسؑ نے کربلا کے میدان میں اپنا اور شمر کا رشتہ کاٹ دیا تھا۔

"تبت یدآ ابی لھبٍ وَ تبّ"۔ ٹوٹ جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ۔ جب لایا ہے نا امان نامہ شمرؒ۔ جانتے ہو امان نامے کو دیکھنے کے بعد عباسؑ نے کیا کہا؟۔ "تبّت یدآ" تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں تو میرے لیے امان نامہ لے کر آتا ہے۔ اور فرزند رسولؐ "لا امان لہ" رسولؐ کے نواسے کے لیے کوئی امان نہیں ہے۔

بس آج اس شہزادے کا ماتم ہے۔ جو زینبؑ کے دل کی ڈھارس تھا۔ جو سکینہؑ کا چچا تھا۔ میں کیسے بتاؤں؟ یعنی تم عباسؑ کا کردار دیکھو۔ جب بھی کوئی کام ہو۔ اکبرؑ پکارے عباسؑ کو۔ قاسمؑ پکاریں عباسؑ کو۔ عونؑ و محمدؑ پکاریں عباسؑ کو۔ سکینہؑ بلائیں عباسؑ کو۔ زینبؑ بلائیں عباسؑ کو۔ حسینؑ، عباسؑ ادھر آؤ۔ بس اب اس سے زیادہ زحمت نہیں دوں گا۔

کتنی ڈھارس تھی آلِ محمدؐ کو۔ عباسؑ سے۔ اب عباسؑ آئے۔ اور آنے کے بعد عرض کی، مولیٰ! مجھے جنگ کی اجازت ہے۔ فرمایا عباسؑ! میں تمہیں اجازت نہیں دوں گا۔ ہاتھ جوڑے کہا مولیٰ سبب کیا ہے؟۔

فرمایا عباسؑ تم میری فوج کے علمدار ہو۔ "ونظر یمیناً شمالاً" عباسؑ نے داہنے دیکھا۔ عباسؑ نے بائیں دیکھا۔ اور رو کر کہنے لگے کہ مولیٰ اب وہ لشکر کہاں ہے؟ اب وہ لشکر کہاں ہے؟ جس کا میں علمدار ہوں۔ عباسؑ۔ عباسؑ۔

بھئی سننا! یہ کہہ کے حسینؑ کی صورت دیکھنے لگے۔ حسینؑ نے کہا عباسؑ! کچھ بھی ہو تمہیں اجازت نہیں دوں گا۔ نہیں ملی اجازت عباسؑ پلٹے۔ یہ کون ہے؟۔ عباسؑ دیکھو۔

ابھی میں نے مصائب نہیں پڑھے۔ میں تو شہزادے کا تعارف کرا رہا ہوں۔ اچھا! عباسؑ کو پہچانتے ہو۔ بھئی سنو۔ شاید دو چار دقیقوں کی زحمت اور دے دوں۔

بھئی سننا۔ کوئی نبی ایسا نہیں کہ جس نے دعا نہیں مانگی۔ اگر گنوانے بیٹھ جاؤں تو۔ گھنٹہ صرف ہو جائے گا۔ قرآن مجید سے انبیاء کی دعائیں۔ ہر ایک نے اپنے لیے کچھ مانگا ہے۔ سلیمانؑ کی دعا تو یاد ہوگی نا۔ کہ پروردگار حکومت دے دے۔ کوئی نبی ایسا نہیں ہے۔ اور میرے علیؑ کا کردار جانتے ہو۔ پوری زندگی میں کوئی دن ایسا نہیں کہ جب دعا اپنے لیے دعا مانگی ہو۔ سن رہے ہو نا۔ پوری زندگی میں اگر علیؑ نے دعا مانگی تو کل ایک اور وہ بھی نماز شب کے بعد۔

پروردگارا مجھے ایک بہادر بیٹا دے دے جو کربلا میں حسینؑ کے کام آئے تو عباسؑ! دعائے علیؑ کا نتیجہ۔ اب سنو گے عباسؑ تمہیں اجازت نہیں دوں گا۔ دو جملے سن لیں مجھے اجازت دیں۔ عباسؑ تمہیں اجازت نہیں دوں گا۔ کہا کیوں مولیٰ؟۔ کہا تم میری فوج کے علمدار ہو۔ کہا مولیٰ وہ فوج کہاں ہے۔ کہا کچھ بھی ہو تمہیں اجازت نہیں دوں گا۔

پلٹے۔ اور ایک خیمے کے دروازے پر اُکڑوں بیٹھ گئے۔ اور بیٹھنے کے بعد سوچنے لگے۔ کہ میرے مولیٰ نے مجھے اجازت نہیں دی۔ تو اب میں کیا کروں؟ میں تو پیدا ہوا ہوں کربلا کے لیے۔ اب میں کیا کروں؟۔ ابھی عباسؑ خیمے کے دروازے پر بیٹھے ہوئے یہ سوچ رہے تھے۔ کہ خیمے کے اندر سے سکینہؑ کی آواز آئی۔ پھوپھی اماں میں بہت پیاسی ہوں۔ پھوپھی اماں ایک گھونٹ پانی دے دیجیے۔

بس یہ سننا تھا کہ عباسؑ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ آواز دی بیٹی سکینہؑ! میرے پاس آنا۔ بچی قریب آئی تو کہا بیٹا! بہت پیاسی ہو کہا ہاں چچا جان! میں بہت پیاسی ہوں۔ کہا بیٹی! دوڑ کے جاؤ اپنا چھوٹا مشکیزہ لے آؤ۔ "اجرکم علی اللّٰہ"۔ "اجرکم علی اللّٰہ" آپ نے گریہ کیا لیکن اب دامن وقت میں گنجائش نہیں ہے۔

بچی گئی اور اپنا چھوٹا مشکیزہ لے آئی تو عباسؑ نے بچی کو گود میں لیا اور چلے حسینؑ کی طرف۔ اب حسینؑ کی نظر پڑی عباسؑ اور سکینہؑ پر تو فرمایا بڑی سفارش لے کر آئے عباسؑ

اور پھر ایک جملہ عباسؑ سے کہا۔ ایک جملہ سکینہؑ سے کہا۔ عباسؑ سے کہنے لگے کہ عباسؑ میں سمجھ گیا کہ تم سکینہؑ کو کیوں لائے ہو۔ جاؤ میں نے تمہیں پانی لانے کی اجازت دے دی۔

اور اب مڑے سکینہؑ کی طرف۔ کہا بیٹی! اب تو اجازت دلوا رہی ہو مگر جب کوفے کے بازار میں اور شام کے بازار میں جب ظالم تمہیں طمانچے ماریں گے اور ظالم گوشوارے نوچیں گے تو بہت یاد کرو گی عباسؑ کو۔ یہی سبب ہے کہ جب شمرؔ طمانچے مارتا تھا تو بچی نوک نیزہ کی طرف نگاہ کرتی تھی پھر آواز دیتی تھی واہ عماہ، واہ عباسا چچا میری مدد کو آؤ، عباسؑ میری مدد کو آؤ......

maablib.org

مجلس نہم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○

وَالشَّمۡسِ وَضُحٰہَا ۪ۙ﴿۱﴾ وَالۡقَمَرِ اِذَا تَلٰہَا ۪ۙ﴿۲﴾ وَالنَّہَارِ اِذَا جَلّٰہَا ۪ۙ﴿۳﴾ وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰہَا ۪ۙ﴿۴﴾ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰہَا ۪ۙ﴿۵﴾ وَالۡاَرۡضِ وَمَا طَحٰہَا ۪ۙ﴿۶﴾ وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰىہَا ۪ۙ﴿۷﴾ فَاَلۡہَمَہَا فُجُوۡرَہَا وَتَقۡوٰىہَا ۪ۙ﴿۸﴾ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰىہَا ۪ۙ﴿۹﴾ وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰىہَا ﴿۱۰﴾ (سورۃ والشمس)

عزیزان محترم! ہم نے جس سلسلہ گفتگو کا آغاز کیا تھا۔ وہ سلسلہ گفتگو آج کی تقریر پر ختم ہو رہا ہے۔

عزیزان محترم میں یہ کہہ رہا تھا۔ کہ میں اپنی کوتاہ علمی۔ اور اپنی علمی بے بضاعتی کے باوجود یہ کوشش کرتا تھا۔ کہ کچھ مفاہیم ہم آپ کے ذہن و دل دماغ میں منتقل کردوں۔ مجھے نہیں معلوم کہ مجھے اس کوشش میں کامیابی ہوئی۔ یا کامیابی نہیں۔ قبل اس کے کہ میں موضوع کے اختتامی مراحل میں داخل ہو جاؤں۔ یہ مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ اپنے محترم سننے والوں کی خدمت میں عرض کروں۔ کہ ہم اسلامی فرقوں میں اتحاد چاہتے ہیں یہ ایک علمی سوال ہے۔ اتحاد کا مطلب انضمام نہیں ہے۔

میں نے برسوں پہلے اپنے سننے والوں کی خدمت میں ایک جملہ عرض کیا تھا۔ اور پھر اپنی اسی تقریر سے اس جملے کو لے کر آپ کی خدمت میں ہدیہ کر رہا ہوں۔ کہ ہمارے نزدیک انسانوں کی تقسیم عقائد پر نہیں ہے۔ کہ یہ اشعری ہے۔ یہ امامیہ ہے یہ ماتروی ہے۔ نہیں۔ ہمارے نزدیک انسانوں کی تقسیم فقہی نہیں ہے۔ کہ یہ حنفی ہے یہ مالکی ہے۔ یہ حنبلی ہے۔ یہ شافعی ہے۔ یہ جعفری ہے۔ ہم اس تقسیم پر (Belive) نہیں کرتے بلکہ ہمارے پاس فقط ایک تقسیم ہے۔ کہ کون آل محمدؐ کا دوست ہے؟ کون آل محمدؐ کا دشمن

ہے؟۔

آج جو کچھ ہو رہا ہے اس دنیا میں مسلمانوں کے ساتھ اور بیرونی طاقتیں جو کچھ کر رہی ہیں۔ اگر اب بھی مسلمان نہیں سمجھا۔ تو بہت مشکل ہو جائے گی۔ عجیب و غریب مرحلہ فکر ہے۔ تمہارا اللہ ایک ہے۔ تمہاری کتاب ایک ہے۔ تمہارا محمدؐ ایک ہے۔ تمہارا عقیدہ قیامت ایک ہے۔ تو اس پرچم کے سائے تلے آ کیوں نہیں جاتے۔ کب تک بیرونی امداد کو کھاتے رہو گے۔ صلوۃ۔

ہمارا کسی سے اختلاف نہیں ہے اور ہماری قومی پالیسی کے دو اصول ہیں۔ پہلا اصول جیو اور جینے دو۔ دوسرا اصول مثبت غیر جانبداری۔ ہم کسی کے مخالف نہیں ہیں۔ ہم غیر جانبدار ہیں۔ لیکن مثبت ہیں۔ اگر بیرونی طاقتوں نے ہماری اس پالیسی کو اب بھی نہیں سمجھا۔ تو پھر ہم اس موقف پر آ جائیں گے۔ کہ انہیں سمجھانے کی کوشش کریں۔ اگر بیرونی طاقتوں نے اب بھی مسلمانوں کو لڑانے کی کوشش کی۔ تو پھر ہم سمجھانے کی کوشش کریں گے اور ہمیں اگر سمجھنا آتا ہے تو سمجھانا بھی آتا ہے۔

اس سے زیادہ میں رکنا نہیں چاہ رہا۔ اس مرحلہ پر اب ظاہر ہے کہ میں انتظامیہ کا شکریہ ادا نہیں کروں گا۔ اس لیے کہ میرے بزرگ غلام نقی رضوی صاحب۔ یہ کام کر چکے ہیں لیکن مجھے کہنے دیں۔ کہ مجھے نہیں معلوم۔ کہ صوبہ کے اقتدار اعلیٰ کو یہ خبر ہوئی بھی یا نہیں کہ محرم آ گیا۔ مجھے نہیں معلوم کہ صوبے کی دو بڑی کرسیوں پر۔ جو دو چھوٹے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ کہ ان کے علم میں یہ بات آئی یا نہیں آئی۔ کہ محرم آ گیا۔

لیکن میں مجبور ہوں۔ کمشنر کراچی کا شکریہ ادا کرنے پر۔ اور میں مجبور ہوں ڈی آئی جی کراچی کا شکریہ ادا کرنے پر۔ کہ انہوں نے ذاتی توجہات سے جو کام لیا تو میں شکریہ ادا کروں۔

بھئی یہ مجلس میرے باپ دادا کی نہیں ہے۔ جس کی مجلس ہے وہ انہیں جزائے خیر ۔۔۔ کا۔ یہی تو وہ منزل ہے کہ جہاں میں اپنے سننے والوں کو لا رہا تھا کہ اگر ''تہذیب حسینؑ'' کا پروردہ ہوگا۔ میں ایوانوں کے حوالے سے بات کر رہا ہوں میں اگر ''تہذیب

حاضر" کا پروردہ ہوگا تو اپنے ہاؤس میں بیٹھا رہے گا اسے محرم کی خبر نہ ہوگی اور اگر "تہذیب نفس" کا پروردہ ہوگا تو ایک ایک جگہ جا کے دیکھے گا کہ مجلسیں ہر جگہ مطمئن طریقے سے ہو رہی ہیں یا نہیں اور جلوس اٹھ رہے ہیں یا نہیں۔ میں اپنے موضوع سے متصل ہوا۔

"تہذیب نفس اور تہذیب حاضر" بھئی دیکھنا! دنیا کا کوئی انسان ایسا نہیں ہے جو کام بغیر غرض کے کرے۔ جب بھی کوئی کام کرتے ہو تا تو اس سے تمہاری غرض متعلق ہوگی۔ رکے رہنا! رکے رہنا اس لیے کہ موضوع کو ختم کرنا چاہ رہا ہوں۔ اور بہت تیزی کے ساتھ جاؤں گا میرے پاس دامن وقت میں گنجائش نہیں ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ کچھ لوگ کاغذوں کے پنکھوں سے اپنے آپ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ شدید گرمی ہے اور میرے وہ دوست جو دھوپ میں کھڑے ہوئے ہیں۔ ان کا بھی خیال ہے مجھے۔ آج میں تو بہت طویل گفتگو نہیں کروں گا۔ لیکن بات مکمل ہو جائے اتنی ضرور کروں گا۔

کوئی انسان ایسا نہیں ہے جو کام بے غرض کرے۔ اچھا تو جب بھی کوئی کام کرتے ہو غرض ہوتی ہے نا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ ماں باپ جو بچے کی پرورش کرتے ہیں تو کوئی غرض ہے۔ اگر یہ غرض ہو کہ یہ جوان ہو کر کمائی کھلائے گا۔ تو یہ دنیا کی ذلیل ترین غرض ہے۔

لیکن پھر والدین تربیت کیوں کرتے ہیں؟۔ اس لیے کہ یہ بچہ اللہ کی امانت ہے۔ اور اس امانت کی تربیت ایسی کرنی ہے۔ کہ یہ بڑا ہو کر بندگان خدا کے بھی کام آئے۔ اور خدا کے بھی کام آئے۔ بہت توجہ رکھئے گا اس لیے کہ اسی مرحلے سے میں آگے جانا چاہ رہا ہوں۔ تو والدین بچے کی تربیت کسی غرض سے نہیں کرتے بلکہ ان کے ذہن میں نیت یہ ہوتی ہے کہ یہ بچہ بڑا ہو اور جوان ہو "تہذیب نفس" کی منزل پر آ جائے۔

پھر انسانیت کے کام آئے سماج کے کام آئے۔ بندگان خدا کے کام آئے، خدا کے کام آئے۔ اسی کے پیش نظر خداوند عالم جب کوئی کام کرتا ہے۔ تو اس میں غرض تو ہوتی ہے۔ لیکن اس غرض کا تعلق اس کی ذات سے نہیں ہوتا۔ بلکہ آپ کی ذات سے ہوتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ آپ "تہذیب نفس" کی منزل پر آ جائیں۔ اور فائدہ یہ ہے کہ آپ

کی نجات مل جائے گی۔

تو یہ "تہذیبِ نفس" کا مسئلہ ہے اور میرے پاس تمہید کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور میں بہت تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہوں۔ تو پروردگار کی غرض۔ تم "تہذیب نفس" اس لیے حاصل کرو۔ کہ تمہیں آخرت میں فلاح مل جائے۔ اب "تہذیب نفس" کے لیے پروردگار نے ایک طریقہ منتخب کیا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا تَتْرَا ط ہم نے لگاتار رسول بھیجے۔ ہم نے لگاتار ہدایتیں بھیجیں۔ ہم نے لگاتار انبیاً بھیجے۔ اور ان انبیاً کے ذریعے تمہارے نفسوں کا تزکیہ کروایا۔ تمہارے نفسوں کو پاک بنوایا۔ تمہارے نفسوں کی تہذیب کروائی۔ اور جب منزل آخر آئی تو ہم نے اعلان کیا۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (سورہ جمعہ۔۲)

دیکھو ایسا رسول بھیج رہا ہوں جو آیات کی تلاوت کرے گا۔ نفسوں کا تزکیہ کرے گا۔ کتاب کی تعلیم دے گا۔ حکمت کی تعلیم دے گا اور ایسا بے غرض محمدؐ کہ قرآن کو آواز دینی پڑی۔ "وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ" (آل عمران۔۱۴۴) محمدؐ کچھ نہیں ہیں سوائے رسولؐ کے۔ اگر پچھلی تقریریں یاد ہوں تو میں نے "الا" کے حوالے سے کچھ باتیں کی تھیں۔ اللہ فرما رہا ہے محمدؐ کچھ نہیں ہیں، سوائے ایک رسولؐ کے۔

میں جب کہوں آپ کچھ نہیں ہیں۔ آپ فقط آدمی ہیں۔ تو کیا آپ میری بات مان لیں گے؟ کبھی نہیں مانے گے۔ اس لیے نہیں مانگیں گے۔ کہ دنیا کا ہر انسان اپنے والدین کا بیٹا ہے۔ اپنے دادا کا پوتا ہے۔ اپنے نانا کا نواسا ہے اور اپنے بھائی کا بھائی ہے۔

اب ظاہر ہے کہ میرے پاس بہت زیادہ وقت نہیں ہے۔ لیکن یہ آیت آ گئی درمیان میں۔ تو اب میں تین علماء کو گواہ بنا رہا ہوں۔ دو کا تعلق عقیدہ اہل سنت سے ہے۔ اور ایک کا تعلق عقیدہ اہل تشیع سے ہے۔

کیا سورہ آل عمران میں یہ جملہ ہے یا نہیں "وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ" (سورہ آل

عمران۔۱۴۴) محمدؐ کچھ نہیں ہیں صرف ہمارا رسولؐ ہے۔ تو میں پوچھوں کیسے اللہ سے کہ۔ پروردگار! کیسے تو نے کہہ دیا کہ محمدؐ کچھ نہیں ہے؟۔ محمدؐ عبدالمطلب کا پوتا ہے۔ محمدؐ عبداللہ کا بیٹا ہے۔ محمدؐ آمنہ کا بیٹا ہے۔ محمدؐ فاطمہؑ کا باپ ہے، محمدؐ ابو طالب کا بھتیجا ہے، محمدؐ حسنؑ حسینؑ کا نانا ہے، محمدؐ ازواج مطہرات کا شوہر ہے اور تو کہہ رہا ہے کہ محمدؐ کچھ نہیں ہے۔

بھئی سننا۔ اس مرحلے پر رک کر سننا اس لیے کہ میں کچھ کہنا چاہ رہا ہوں کہ یہ جو محمدؐ رسول اللہ کے متعلق یہ رشتہ داریاں بیان کی۔ کیا یہ غلط ہیں؟ عبدالمطلبؓ کے پوتے نہیں ہیں، کیا ابوطالب کے بھتیجے نہیں ہیں۔ کیا عبداللہ کے بیٹے نہیں ہیں؟ کیا محمدؐ آمنہ کے بیٹے نہیں ہیں۔ کیا علیؑ کے بھائی نہیں ہیں؟ کیا فاطمہؑ کے باپ نہیں ہیں؟۔ کیا حسنینؑ کے نانا نہیں ہیں؟۔ کیا ازواج مطہرات کے شوہر نہیں ہیں؟۔ ہیں نا۔

ساری رشتہ داریاں ہیں لیکن اب اسے کیا کرو گے۔ کہ جو رشتہ بنانے والا ہے وہی رشتہ کو توڑ رہا ہے۔ ساری دنیا کے رشتہ توڑ رہا ہے۔ اور اپنے آپ سے رشتہ جوڑ رہا ہے۔ اور یہ کہہ کر جوڑا۔ کہ محمدؐ کسی کا باپ نہیں ہے۔ کسی کا بھائی نہیں ہے۔ کسی کا بیٹا نہیں ہے۔ کسی کا چچا نہیں ہے۔ کسی کا بھتیجا نہیں ہے۔ کسی کا نانا نہیں ہے۔ کسی کا شوہر نہیں ہے۔ بس میرا رسولؐ ہے۔ تو ایسا محمدؐ جو فقط رسول ہے۔ اگر بیٹی کو دیکھ کے کھڑا ہو جائے تو باپ نہیں کھڑا ہوا بلکہ رسالت کھڑی ہوئی۔ صلوٰۃ۔

بھئی! میں تو تمہارے سامنے آیہ مبارکہ کی تشریح کر رہا ہوں اور میرا کوئی کام اس کے علاوہ نہیں ہے۔ کہ آیت میں جو مختصر کہا گیا ہے۔ وہ تمہیں ذرا تفصیل سے دیکھ کے بتلا دوں۔ "وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ" محمدؐ کچھ نہیں ہے بس ہمارا رسول ہے۔ فقط اور فقط "اِلَّا رَسُوْلٌ" کچھ نہیں ہے۔ بس رسولؐ ہے۔

بیٹی کو دیکھ کر کھڑا ہوا لیکن باپ نہیں کھڑا ہوا بلکہ رسالت کھڑی ہوئی۔ بھائی کو کندھے پر بلند کیا۔ بھائی نے نہیں بلند کیا رسالت نے بلند کیا۔ اگر ایسا محمدؐ جو فقط رسول ہو اگر نواسوں کے لیے ناقہ بن جائے۔ تو نانا ناقہ نہیں بنا رسالت ناقہ بنی۔ صلوٰۃ

ایسا محمدؐ جو فقط رسول ہو اگر چچا سے مدد مانگے۔ تو بھتیجے نے مدد نہیں مانگی رسالت

نے مدد مانگی۔ اور اگر کسی زوجہ سے ناراض ہو جائے تو شوہر ناراض نہیں ہوا رسالت ناراض ہوئی۔صلوٰۃ

آیت ہے۔ ''وَمَا مُحَمَّدٌ اِلاَّ رَسُوْلٌ'' بھئی سنتے جاؤ اس آیت کو تو میں ضمنی طور پر کوٹ کر رہا ہوں۔ جانا ذرا سا آگے ہے۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلاَّ رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ۔ (سورہ آل عمران۔۱۴۴) آیت ہے۔ میں نے پوری آیت نہیں پڑھی محمدؐ کچھ نہیں ہیں فقط رسولؐ ہیں۔ اس سے پہلے سارے رسولؑ گزر گئے۔ اگر محمدؐ دنیا سے چلا جائے تو تم کافر ہو جاؤ گے۔ یہ گواہ ہیں۔ یہ تینوں حضرات گواہ ہیں ''اَفَاۡئِنْ مَّاتَ'' اگر وہ مر جائے۔ یا قتل ہو جائے جملہ استفہامیہ ہے۔لیکن مفہوم بیانیہ ہے۔

یہ گواہ ہیں۔ یہ علما گواہ ہیں۔ کہ جملہ استفہامیہ ہے۔لیکن مفہوم بیانیہ ہے۔ کہ میرا محمدؐ کچھ نہیں ہے بس رسول ہے۔ اور اگر یہ دنیا سے چلا جائے تو ہم کہتے ہیں کہ تم کافر ہو۔ جاؤ گے۔ کون کہتا ہے میں کہہ رہا ہوں۔ اللہ کہہ رہا ہے کہ اگر محمدؐ چلا گیا۔ تو تم کافر ہو جاؤ گے۔ تو محمدؐ تو گئے کیا کافر ہو گئے۔ بھئی ہم اگر کافر ہوئے ہوتے۔ تو یہ اتنے سارے کہاں سے جمع ہوتے۔ یہ بھی کمال ہے! کہ میرا رسولؐ آیا تھا کافروں کو مسلمان بنانے کے لیے۔ اور ملا مسلمانوں کو کافر بنانے کا کام انجام دے رہے ہیں۔ صلوٰۃ۔

پہنچ رہی ہے بات۔ میرے سننے والوں تک۔ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ۔ (سورہ آل عمران۔۱۴۴) دیکھو میں نے آیت کا ترجمہ تمہارے سامنے کر دیا۔ کہ محمدؐ اگر مر جائیں یا قتل ہو جائیں۔ تو ہم کہتے ہیں کہ اللہ کہہ رہا ہے۔ تم کافر ہو جاؤ گے۔

اس بھرے ہوئے لاکھوں کے مجمع سے پوچھ رہا ہوں کہ ہوئے کافر یا نہیں ہوئے۔ اچھا تم نہیں ہوئے تو باہر نکل کر پوچھو ہوئے کافر یا نہیں ہوئے، نہیں ہوئے سب مسلمان ہیں لیکن قرآن تو کہہ رہا ہے اگر محمدؐ گئے تو تم کافر ہو جاؤ گے لیکن تم تو آج تک مسلمان ہو۔ اب ایک ہی صورت ہے کہ یا آیت کی صداقت سے انکار کر دو یا پھر مانو کہ محمدؐ نہیں گئے۔ ایک گیا دوسرا آیا، دوسرا گیا، تیسرا آیا اور ایک محمدؐ آج تک موجود ہے۔ صلوٰۃ۔

پہنچ گئی نا بات۔ ایسا ہو۔ تو پروردگار آواز دے پھر سورہ آل عمران۔ عجیب و غریب اتفاق ہے کہ میں نے ۱۴۱۸ھ میں نویں محرم کو اسی آیت کو پڑھا تھا۔ اسی آیت کو پھر دہرا رہا ہوں۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ (آل عمران۔۸۱)

اور میرا محمد تحریک لے کے آیا۔ "تہذیب نفس" کی۔ بھئی سننا۔ میرا نبی "تہذیب نفس" کی تحریک لے کے آیا۔ دنیا میں بڑی تحریکیں آئیں ہیں اور بڑی سیاسی پارٹیاں آئیں ہیں۔ اور دیکھو اب ذرا سیاسی پارٹیوں کا سنتے جانا۔ بھئی دو جملے سننا اس سے زیادہ نہیں۔ اس سے زیادہ سیاسی پارٹیوں پر تبصرہ نہیں کروں گا۔

لیکن جملہ سنتے جاؤ! بھئی انسان کی دو بڑی خواہشیں ہیں۔ جو غریب ہے اس کی خواہش ہے کہ اس کو کھانا مل جائے۔ کپڑا مل جائے اور مکان مل جائے اور جو امیر ہے اس کے پاس کھانا بھی ہے، کپڑا بھی ہے اور مکان بھی ہے لیکن اس کی خواہش ہے کہ اسے اقتدار بھی مل جائے۔ کیا ایسا ہے یا نہیں؟ دیکھو اپنے ملک میں۔ اپنے ملک میں سروے کرلو۔ کراچی سے پشاور تک۔ جو غریب ہے اس کی تمنا کیا ہے؟ روٹی کپڑا اور مکان۔ ٹھیک! اور جو امیر ہے اس کی تمنا کیا ہے؟ جن کے پاس روٹی بھی ہے، کپڑا بھی ہے مکان بھی ہے ان کی تمنا کیا ہے؟ اقتدار......

اب جو سیاسی پارٹی کا رہنما آتا ہے نا۔ وہ کہتا ہے غریبوں سے کہ ہم تمہیں روٹی، کپڑا، مکان دیں گے اور مہنگائی کو پچھلے حساب سے لے آئیں گے۔ ہمیں آنے دو ہم مہنگائی کو کنٹرول کرلیں گے۔ تیل کی قیمتیں کم کروادیں گے۔ ہمیں آنے تو دو تو ہم روپے کی قدر کو فریز (Freeze) کردیں گے۔ ڈالر نہیں بڑھے گا روپے کے مقابلے میں۔ ہمیں آنے تو دو۔ تو کسی نے کہا۔ روٹی، کپڑا اور مکان دیں گے۔ کسی نے کہا مہنگائی کو ختم کردیں گے۔ یہ کہا غریبوں سے۔ اور عوام اتنے احمق ہیں کہ ایمان لے آئے۔ یہ جانتے ہوئے کہ روٹی کپڑا مکان اللہ دیتا ہے۔ یہ احمق نہیں دیتے۔ صلوٰۃ۔

احمق ۔ یہ جو ڈالروں کے بھکاری ہوں یہ دوسروں کو روٹی کپڑا مکان کیا دیں گے۔ ہے نا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ تو خود بھکاری ہیں۔ ان کے اکاؤنٹس دیکھے جا رہے ہیں یہ خود بھکاری ہیں۔ کسی ایک نقطہ نظر کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ میں تو پورے ملک کی بات کر رہا ہوں۔ کون ہے جو سیدھا ہے۔ جو کرسی پر ہے وہ بھی سیدھا نہیں ہے۔ جو کرسی سے اُتر گیا وہ بھی سیدھا نہیں تھا۔ صلوٰۃ۔

بھئی سن رہے ہو نا۔ ہلتی ہوئی چولوں والی کرسی (Revolving Chair) پہ ناچ کیسا۔ کرسی تو کل ایک ہے "وسع کرسیه السمٰوت والارض" کیسا ناز ہلتی ہوئی کرسیوں کے اوپر۔ اچھا بھائی سننا۔ سنتا ہم روٹی کپڑا مکان دیں گے۔ غریبوں سے کہتا ہے۔

اور امیروں سے کہتا ہے ہم تمہیں اقتدار دیں گے۔ تمہیں ایم۔ این۔ اے (M.N.A) بنا دیں گے۔ تمہیں سینیٹر (Senator) بنا دیں گے۔ یہی ہوتا ہے نا۔ تمہیں وزارت دے دیں گے۔ اگر یہ نہ کہتا تو روز وزارتیں نہ بدلتیں۔ ہر ایک کو توقع ہے کہ روز وزارتیں نہ بدلتیں۔ استعفٰی نہ لیے جاتے وزیروں سے۔ سن رہے ہو نا تو اب کنکلوژن (Conclusion) پیش کروں۔

بھئی دنیا کا سب سے بڑا جھوٹا۔ سب سے بڑا لیڈر اور جو سب سے بڑا جھوٹا ہو وہ سب سے بڑا لیڈر ہے۔ اور اب دیکھنا میرے محمدؐ کو یہیں تو لانا تھا آپ کو مجھے کیا لینا ہے ان دُنیاوی کتوں سے۔ چیلنج ہے مجھے کیا لینا ہے۔ تو جو سب سے بڑا لیڈر وہ ہوتا ہے جو سب سے بڑا جھوٹا ہوتا ہے۔

اور اب میرے محمدؐ کا کردار دیکھیں پہلے نبوت کا اعلان نہیں کیا بلکہ پہلے اپنی سچائی منوائی۔ کس سے؟ مُشرک سے۔ ووٹ دینے والوں سے نہیں منوائی۔ مُشرک سے۔ مخالف سے۔ جس کے خلاف میرے رسول کو بولنا تھا اسی سے اپنی سچائی منوائی۔ اور سچائی منوانے کے بعد ذرا دیکھنا میرے رسولؐ کو۔

خدا کی قسم دیکھنا میرے رسولؐ کو کیسے سچائی منوائی مُشرک و مخالف سے۔ اور پورا

مکہ بول اٹھا کہ یہ صادق ہے بلکہ نہیں پورا عرب بول اٹھا۔ کہ کائنات میں اس سے بڑا سچا کوئی نہیں ہے۔ جب طے ہوگیا کہ یہ سچا ہے۔ تو ایک دن وہ سچا کوہ صفا کی چوٹی پہ آیا۔ اور آنے کے بعد مُشرکوں کو جمع کیا۔ اور مُشرکوں کو جمع کرنے کے بعد کہنے لگا! اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کی چوٹی کے پیچھے ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو یقین کرو گے یا نہیں۔

مُشرک کہہ رہا ہے کہ محمدؐ آج تک ہم نے تمہاری صداقتوں پر کوئی شبہ نہیں کیا۔ اگر ہم پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہو کر بھی دیکھیں۔ کہ کوئی نہیں ہے۔ تو اپنی آنکھ کو جھٹلا دیں گے۔ لیکن تمہیں سچا مانیں گے۔ تمہاری صداقت پر شک نہیں کریں گے تو یہ مُشرک تھے لیکن محمدؐ کی صداقت پہ شک نہیں تھا۔ پہنچ گئی بات۔

ایسا محمدؐ ہمارے تزکیہ نفس کے لیے بھیجا گیا اور پروردگار نے آواز دی۔ اب میں پھر واپس جا رہا ہوں سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۸۱ کی طرف۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ۔

میں نے عرض کیا تھا نا کہ گزشتہ سال محرم کو اس آیت کو دھرا چکا ہوں۔ استدلال سنو۔ اگر وہ استدلال ذہن میں ہے تو سنو۔ "وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ" ہمارے کان بھی پک گئے ہیں یہ جملے سنتے سنتے کہ نبی ہم جیسا چالیس برس تک ہم جیسا۔ ایک دن جبرائیل آگئے۔ کہنے لگے۔ یا رسول اللہ! آج سے آپ نبی ہوگئے تو حل ہوگیا۔ اس سے پہلے ہم جیسا۔ تو نبی پیدائشی نبی نہیں ہوتا بلکہ نبی چالیس برس کے بعد نبی ہوتا ہے۔ میرے کان بھی پک گئے ہیں۔ میں بھی تنگ آگیا ہوں سن کے۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ دونوں بزرگ بھی تنگ آئے ہوں گے یا نہیں صلوٰۃ۔

دیکھئے مولانا یہ تو ہے نا کہ مسلمان علماء نے اپنی عقیدوں کی کتابوں میں یہ لکھا ہے اور بہت سے مسلمان۔ میں سب کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ بہت سے مسلمان علماء نے

ہے۔ نمم کلام کی کتابوں میں یہ لکھا ہے یا نہیں۔ کہ نبی چالیس برس تک ہم جیسا تھا بالکل نبی نہیں تھا اور جب وحی آ گئی۔ اس دن سے وہ نبی ہو گیا۔ ٹھیک لکھا ہے نا۔ تائید مولانا کی کر رہا ہوں بو علی شاہ صاحب وہ بھی تائید فرما رہے ہیں۔

اب سنا۔ اب سنا۔ "وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّنَ" اللہ نے سارے انبیا کو جمع کیا۔ اور جمع کرنے کے بعد ان سے عہد لیا۔ مجھے بس خدا کے لیے اتنا بتلا دو کہ سارے انبیاء ایک وقت میں کہاں جمع ہوئے ہیں۔ بھئی! دنیا میں تو جمع نہیں ہوئے۔ معلوم ہوا کہ یہ عہد لیا اللہ نے سارے انبیاء سے عالم ارواح میں۔ تو طے ہو گیا کہ نبی چالیس برس کے بعد نبی نہیں ہوتا۔ بہت بہت توجہ رہے! اس لیے کہ اتنے نازک مرحلہ پر اپنے سننے والوں کو لے کے آ گیا۔ جس نازک مرحلے پر بات کو کہنے کے لیے الفاظ کو تلاش کرنا پڑتا ہے۔

تو سارے نبیوں سے عہد لیا۔ کہ میرے اس نبی پر ایمان لاؤ گے۔ اور اس نبیؐ نے آنے کے بعد جو پہلی بات کہی۔ قولو. قولوا لا الہ الا اللّٰہ تفلحوا دیکھو لا الہ کہہ دو۔ فلاح اسی میں ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰهَا پہنچ گئی بات۔ یہ جو پوری تہذیب نفس ہے نا۔ یہ جو پورا تزکیہ نفس ہے نا پورا تزکیہ نفس یہ فقط توحید ہے۔ اب رک جانا ہے۔ اب رک جانا۔

گواہ کرتا ہوں ان علماء کو قولوا. قولو لا الہ الا اللّٰہ تفلحوا۔ دیکھو اللہ کو ایک مان لو۔ فلاح اسی میں ہے۔ ٹھیک ہے نا۔ رسولؐ کچھ کہتا ہے۔ رسولؐ کچھ کرتا ہے۔ رسولؐ نے کہا اللہ کو مانو۔ تم نے انکار کر دیا نہیں مانیں گے۔ مسلمانوں کافر ہو۔ میں بڑے نازک مرحلے پر لے آیا ہوں۔ اور اگر یہ بات پہنچ گئی تو آج کی میری محنت سوارت ہو جائے گی۔

قول رسولؐ اور عمل رسولؐ کی اہمیت بتانا چاہ رہا ہوں۔ رسولؐ نے کہا۔ اللہ کو ایک مانو۔ کسی نے کہا ہم نہیں مانتے۔ مسلمان ہے کافر۔ کافر ہے۔ ٹھیک۔ رسولؐ نے کہا۔ مجھے رسولؐ۔ مانو۔ کہا نہیں مانتے۔ نہیں مانتے۔ مسلمان نہیں ہے۔ کافر ہے۔ رسولؐ نے کہا۔ قیامت آئے گی۔ اسے مانو۔ اس نے کہا ہم نہیں مانتے۔ قیامت کو۔ کافر ہے۔ تو رسولؐ

جو کہہ دے۔ اس کا انکار کفر ہے۔ اچھا اب رسولؐ نماز پڑھ رہا ہے۔ کسی نے کہا کہ ایک آدمی نہیں پڑھتا۔ کافر ہے۔ فاسق ہے۔ کافر ہے۔ رسولؐ روزہ رکھتا ہے۔ ایک آدمی روزہ نہیں رکھتا۔ کافر ہے۔ نہیں فاسق ہے۔ فاسق کے معنی گناہ گار۔ توجہ رہے۔ توجہ رہے اس لیے کہ کچھ کہنا چاہ رہا ہوں اور اگر یہ بات پہنچ گئی تو میری محنت آج کی سوارت ہوگئی۔

تو قول رسولؐ اور عمل رسول کا فرق سمجھ میں آیا۔ اگر قول رسول کی نفی کرو تو کافر ہو جاؤ۔ اگر عمل کی نفی کرو تو فاسق ہو جاؤ۔ توجہ رہے۔ رسول کہہ دے اللہ ایک ہے۔ تم کہو نہیں ہے اللہ ایک۔ تو کافر ہو جاؤ گے۔ رسولؐ اگر نماز پڑھے۔ اور آپ مسلمان ہو کر نماز نہ پڑھیں تو فاسق ہوں گے۔ تو معلوم ہوا کہ قول رسولؐ کی نفی کفر ہے۔ اور عمل رسولؐ کی نفی فسق ہے۔ جو قول رسول کو نہ مانے وہ کافر ہے اور جو عمل رسول کو نہ مانے وہ فاسق ہے۔

اس لیے رسول نے غدیر خم میں دونوں کام کیے۔ پہلا عمل یہ کیا کہ ہاتھ سے اٹھایا۔ اور منہ سے کہا۔ "من کنت مولا فھذا علی مولا" اچھا بھئی کافر ہونے سے بچنا چاہتے ہو۔ تو علیؑ کو مولی مان لو۔ ورنہ کافر ہو جاؤ گے۔ میرے دوست مولانا فیروز الدین رحمانی انہوں نے بھی تائید میں گردن ہلائی۔ اور یہ بھی علیؑ کو مولی مانتے ہیں۔ یہ میرے دوست شیخ المشائخ یہ بھی علیؑ کو مولی مانتے ہیں۔ اس لیے کہ جھگڑا مولائیت پر نہیں ہے۔ جھگڑا! جھگڑا کیسا؟ یہ صرف علمی اختلاف پر ہے۔ توجہ رہے یہ تو علمی اختلاف ہے۔

میں نے کبھی علیؑ کی خلافت پر بات نہیں کی۔ اور کبھی نہیں کروں گا۔ اور نہ ہی آج تک میں نے کی ہے۔ تمہیں تمہارا عقیدہ مبارک ہو اور ہمیں ہمارا عقیدہ مبارک ہو۔ بھئی سنو۔ اللہ کو خلیفہ مانو گے۔ کتنا بڑا کفر ہے۔ اچھا رسولؐ کو خلیفہ مانو گے۔ بہت بڑا کفر ہے۔

علیؑ کو خلیفہ مان لیں گے۔ ٹھیک۔ بھئی بہت توجہ رہے۔ اللہ کو خلیفہ کوئی نہیں مانے گا۔ رسولؐ کو خلیفہ کوئی نہیں مانے گا۔ علیؑ کو خلیفہ سب مان لیں گے۔ تو میں ایسا عہدہ علیؑ کے لیے کیوں منتخب کروں۔ جو فقط علیؑ میں ہو۔ اللہ اور رسول میں نہ ہو۔ میں علی کو خلیفہ نہیں مانوں گا کیونکہ میرا اللہ مولا، میرا محمدؐ مولی اور میرا علیؑ مولی۔ صلوۃ۔

میں آپ کے سامنے سیدھی باتیں کر رہا ہوں۔ دیکھو! دیکھو وہ قوم جو کافر ہوئی۔ ثمود کی قوم وہ عمل رسول کے انکار سے نہیں۔ قولِ رسولؐ کے انکار سے ہوئی۔ کیا بھول گئے؟
سورہ الشمس کی آگے کی دو آیتیں بھی پڑھ رہا ہوں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝ وَالْقَمَرِ إِذَا تَلٰهَا ۝ وَالنَّهَارِ
إِذَا جَلّٰهَا ۝ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰهَا ۝ وَالسَّمَآءِ وَمَا
بَنٰهَا ۝ وَالْأَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝
فَأَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝ قَدْ أَفْلَحَ
مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝ كَذَّبَتْ
ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَا ۝ إِذِ انْبَعَثَ أَشْقٰهَا ۝ فَقَالَ
لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ۝

صالح نے کہا قوم ثمود سے "نَاقَةَ اللّٰه" اونٹنی! صالح کی یا ہے نا تمہیں۔ "نَاقَةَ اللّٰهِ" یہ اللہ کا اونٹ ہے کمال ہوگیا۔ جو لامکان ہے کہیں نہ رہے۔ اللہ کا اونٹ ہے جو کبھی سواری نہ کرے۔ "نَاقَةَ اللّٰهِ"۔ "فقال لهم رسول اللّٰه" ان کے رسول نے ان سے کہا نَاقَةَ اللّٰهِ یہ اللہ کا ناقہ ہے۔ یہ اللہ کا اونٹ ہے اور اللہ کے اونٹ کی عزت کرو۔ اللہ کے اونٹ کا احترام کرو اور اس کے گھاٹ کو ایک دن اس کے لیے مخصوص کر دو۔ اور ایک دن اس گھاٹ سے تم پانی لیا کرو۔

"نَاقَةَ اللّٰهِ" اللہ کا اونٹ ہے۔ بھئی یہ اللہ کا اونٹ کہاں سے آ گیا۔ کبھی سواری اس اونٹ پر کی اللہ نے نہیں کی نا تو پھر یہ اللہ کا اونٹ کیسے۔ اونٹ سے میری جو مراد ہے ناقہ اونٹنی تو یہ اللہ کی اونٹنی کیسے ہوگئی۔ بھئی اگر اونٹنی پانچ سیر دودھ دے۔ تو یہ اس کی استطاعت ہے۔ اور اگر پچاس کلو دودھ دے تو یہ اللہ کی قدرت ہے۔ بھئی یہی تو میں کہنا چاہ رہا تھا۔ "نَاقَةَ اللّٰهِ" کا مطلب سمجھ میں آ گیا۔ جو اپنی استطاعت سے بڑھ کر دودھ دے۔ وہ اللہ کی اونٹنی ہے نا۔ اگر ایک دروازہ اپنے ہاتھ سے کھول لو۔ تو یہ تمہارا کام ہے۔ اور اگر وہ دروازہ توڑ دو جو چالیس آدمی کھولتے تھے۔ تو یہ اللہ کی صلاحیت ہے یا

نہیں؟ تو "ناقۃُ اللہ" سب کی سمجھ میں آ گیا۔ یداللہ کسی کی سمجھ میں نہیں آیا۔ صلوٰۃ۔

سمجھ گئے نا۔ اللہ کا گھر اللہ کی اونٹنی اور اللہ کا ناقہ۔ بھئی جس میں صلاحیتیں غیر معمولی ہوں تو وہ منسوب ہو اللہ کی طرف۔ اللہ کا رسولؐ کی صلاحیتیں غیر معمولی ہیں۔ اچھا رسولؐ آتا ہے ہدایت کے لیے۔ اور اب میں کیا کروں؟۔ میں اپنے سننے والوں کی خدمت میں کچھ معروضات پیش کرنا چاہ رہا ہوں۔ اور خدا کی قسم دامن وقت میں گنجائش نہیں رہی۔ لیکن میں اذان کا خیال رکھنا چاہ رہا ہوں۔ اس لیے بات مکمل ہو جائے جو زبان پر آ گئی ہے۔

بھئی سنا رسولؐ آتا ہے۔ ہادی آتا ہے۔ ہدایت کے لیے۔ اچھا ہدایت کے معنی جانتے ہو راستہ دکھانا۔ تو ہادی کیوں آتا ہے؟ راستہ دکھانے کے لیے۔ کبھی تم جو راستہ چلتے ہو۔ تو تم نے اپنے کان سے راستہ دیکھا۔ اچھا نہیں دیکھا تو چلو ناک سے دیکھ لو۔ کہا بھئی ناک سے بھی راستہ نہیں دیکھ سکتے۔ اچھا پھر کھوپڑی سے دیکھ لو۔ دیکھو بھئی راستہ کھوپڑی سے بھی نظر نہیں آئے گا۔ بھئی کس چیز سے نظر آئے گا۔ کہا آنکھ سے۔ اچھا پھر ناک سے کیوں نہیں نظر آئے گا راستہ۔ یہ آنکھ سے کیوں نظر آئے گا۔ کہا کہ ناک میں نور نہیں ہے آنکھ میں نور ہے۔ تو جو ہدایت کرے وہ نور ہو۔

اور اب میرے نبی نے کہا پھر گواہ کر رہا ہوں۔ انا و علی من نور واحد۔ ہم اور علیؑ ایک نور ہیں۔ ایک چہرے کی دو آنکھیں ہیں۔ بھئی رکے رہو۔ میری دو آنکھیں ہیں۔ آپ کی دو آنکھیں ہیں دیکھو یہ شامیانہ پہ قنات۔ یہ قنات لگی ہوئی ہے نا۔ ایک آنکھ علیؑ کی ایک آنکھ محمدؐ کی۔ رکے رہو۔ رکے رہو۔ انا و علی من نور واحد۔ ایک چہرے کی دو آنکھیں ہیں۔ ایک محمدؐ ہے دوسرا علیؑ۔

میں اس قنات کے پیچھے جاتا ہوں۔ اور پیچھے جانے کے بعد ایک چھوٹا سا سوراخ کرتا ہوں قنات میں۔ اور اپنی آنکھ لگا دیتا ہوں۔ مجھے پہچان کر بتلاؤ کہ میں نے دائیں آنکھ لگائی۔ یا بائیں آنکھ لگائی۔ بڑے صاحب ہوش ہو۔ بڑے صاحب عقل ہو۔ بڑے صاحب تمیز ہو۔

تو جب تک حجاب میں رہے یہ پتہ نہ چلا کہ محمدؐ ہیں یا علیؑ۔ جب سامنے آئے تو پتا چلا یہ نبی ہیں یا ولی ہیں۔ بس میرے دوستو! میں نے بڑی زحمت دی "تہذیب نفس" پر۔ گفتگو تمام ہونے والی ہے۔ دیکھو میں بہت کنفیوژن (Confusion) کا شکار ہوں۔ میں مجھ جیسا حقیر جاہل انسان بہت جاہل۔ کنفیوژن کا شکار ہے کہ "تہذیب نفس" کے عنوان سے کیا بیان کروں کیا بیان نہ کروں؟ لیکن اب گفتگو اپنے آخری مرحلے کے اندر داخل ہونے والی ہے۔

دیکھو نو دنوں کی گفتگو کا خلاصہ "تہذیب نفس" اپنے نفسوں کو پاکیزہ کرو۔ اور نفسوں کو پاکیزہ کرنے کی سب سے بڑی مشق نماز۔ اور نماز کا سب سے افضل رکوع سجدہ۔ پہچان رہے ہو سجدے کو۔ نہیں سنو۔ سنو۔ خدا کی قسم سجدے سے بڑی کوئی چیز دنیا میں نہیں۔ سجدہ کیا ہے؟ سن لو۔ فضائل تو تم نے سن لیے۔ اب یہ جملہ بھی سنتے جاؤ۔ سجدہ کیا ہے؟ سر کو زمین پر رکھ دینا۔ اور ذکر کرنا۔

سبحان ربی الاعلی و بحمدہ سر کو زمین پر رکھ دینا اللہ کے لیے۔ یہی ہے سجدہ نا۔ مطلب کیا ہے آنکھ دیکھنے کی طاقت سر میں۔ سننے کی طاقت سر میں، چکھنے کی طاقت سر میں۔ سونگھنے کی طاقت سر میں۔ بولنے کی قوت سر میں۔ عقل کی قوت سر میں۔ پروردگار میں نے ان ساری طاقتوں کو تیری بارگاہ میں نظر کر دیا۔ دیکھو بس میری تقریر تمام ہوگئی۔

بصارت دیکھنا! سر میں۔ سامعت سر میں۔ شامہ سونگھنا سر میں۔ ناطقہ سر میں۔ سر کے اندر ہے نا۔ چکھنا کھانا سر میں۔ زبان سر میں سمجھ گئے نا۔ جتنی قوتیں انسان کو انسان بناتی ہیں وہ ساری کی ساری سر میں ہیں۔ اس جملہ کو پوری طرح محفوظ کرو۔ تو بس ایک جملہ کہوں اور تقریر تمام ہو جائے۔ وہ ساری طاقتیں جو انسان کو انسان بناتی ہیں وہ ساری طاقتیں سر میں ہیں۔

اس لیے میرے نبیؐ نے کہا "یا علیؑ انت منّی بمنزلۃ رأسٍ من الجسد"۔ علیؑ تیری مثال میری نسبت سے ایسی ہے کہ تو سر ہے میں دھڑ ہوں بس تقریر تمام ہوگئی۔ میں نے متفق بین الفریقین روایات پڑھی ہے۔ یا علیؑ انت منّی بمنزلۃ راسٍ من

الجسد۔ علیؑ تیری مثال تجھے معلوم ہے کہ تو کیا ہے؟۔ میں دھڑ ہوں تو میرا سر ہے۔ تو رسولؐ کے سننے کی قوت علیؑ۔ رسول کے دیکھنے کی قوت علیؑ۔ رسولؐ کے سونگھنے کی قوت علیؑ رسولؐ کے کھانے کی قوت علیؑ۔ رسولؐ کے بولنے کی قوت علیؑ۔ تو اگر جنت میں جانا چاہتے ہو تو علیؑ سے پروانہ لے لو۔ صلوٰۃ۔

بس۔ میری تقریر تمام ہوئی۔ اب اس سے زیادہ زحمت سماعت نہیں دوں گا۔ جملہ سنو اور مجھے اجازت دے دو۔ یہ جو ہم مجلس میں ذکر علیؑ کرتے ہیں۔ تو ابھی عرض کروں گا کہ کیوں کرتے ہیں۔ میرا عقیدہ بھی سنتے جاؤ۔ وہ مجلس منحوس ہے جس میں ذکر علیؑ نہ ہو۔ وہ مجلس منحوس ہے جس میں ذکر علیؑ نہ ہو۔

زینو مجالسکم بذکر علی ابن ابی طالب میرے نبی نے کہا کہ زینت دو اپنی مجلسوں کو۔ علیؑ کے ذکر سے لِاَنّ ذِکرہ ذِکری و ذِکری ذِکر اللّٰہ. وذِکر اللّٰہ عِبادہ۔ علیؑ کے ذکر سے اپنی مجلسوں کو زینت دو۔ اس لیے کہ علیؑ کا ذکر میرا ذکر ہے۔ میرا ذکر اللہ کا ذکر ہے اور اللہ کا ذکر عبادت ہے۔ اب میں ایک آیت پڑھوں ذکر کے سلسلے میں اور گفتگو کو تمام کردوں۔ جاؤ سورہ منافقون ۶۳ واں سورہ ہے۔ جا کے دیکھ لینا اس سورہ میں نویں آیت ہے۔

یآ ایھا الذین امنو الا تلھکم اموالکم ولآ اولادکم عن ذکر اللّٰہ ۔ دیکھو مسلمان جب ہو کہ تمہارا مال، اور تمہاری اولاد ذکر خدا سے تمہیں غافل نہ کردے۔ تم کب مسلمان ہو۔ کہ تمہارا مال تمہیں ذکر خدا سے غافل نہ کردے۔ تمہاری اولاد تمہیں ذکر خدا سے غافل نہ کردے۔ تقریر تمام کررہا ہوں۔ اور تقریر کو تمام کرتے کرتے ایک جملہ ہدیہ کرنا چاہ رہا ہوں پھر سنتا۔

یآ ایھا الذین امنو الا تلھکم اموالکم ولآ اولادکم عن ذکر اللّٰہ ۔ تمہارا مال تمہیں ذکر اللہ سے غافل نہ کردے۔ تماری اولاد ذکر خدا سے غافل نہ کردے۔ اور اگر تم نے اپنے مال یا اپنی اولاد کی سبب سے ذکر خدا کو چھوڑ دیا تو تم خاسرین میں سے ہو گے۔ بھئی توجہ رہے اگر ذکر خدا کے مقابلے میں اپنی اولاد کو ترجیح دے دی تو تم خسارا

اٹھانے والوں میں ہو۔

میں کیا کروں کہ رسولؐ سجدہ میں ذکر خدا کر رہا ہے۔ اور اولاد آ کے پیٹھ پر بیٹھ گئی۔ بس میں کیا عرض کروں اپنے سننے والوں کی خدمت میں۔ بھئی واقعہ۔ یاد آ گیا نا۔ کہ حسینؑ آ کے رسولؐ کی پُشت پر بیٹھ گئے اور کب بیٹھے جب رسولؐ سجدے میں ہیں۔

رسولؐ سجدے میں کیا کر رہے تھے۔ ذکر اللہ کر رہے تھے اور حسینؑ ہیں کون۔ رسولؐ کی اولاد۔ ہے نا اور آیت میں کیا کہا تھا۔ کہ اگر تم نے اولاد کی وجہ سے ذکر میں غفلت کی۔ تو تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو۔ کوئی مسلمان ایسا ہے جو کہہ دے۔ نعوذ باللہ رسولؐ خسارہ اٹھانے والا ہے تو پھر اب حسینؑ کو پہچانو کہ اگر حسینؑ خود ذکر الٰہی نہ ہوتا۔

بس میری تقریر تمام ہوگئی۔ اب اپنے محترم سننے والوں کو زحمت نہیں دوں گا۔ سجدے میں پشت پر حسینؑ کو اسی لیے بیٹھنے کی اجازت دے دی رسولؐ نے۔ کہ یہ سوار دوشِ رسولؐ ہے۔ ایک دن اسے گھوڑے سے گرا نہ دینا۔ میں نے کچھ کہا۔ میں نے تو صرف ایک جملہ کہا۔ دیکھو آج محرم کی نویں تاریخ ہے۔

یہ مجمع گواہ ہے لاکھوں افراد پر مشتمل مجمع گواہ ہے۔ یہ علم گواہ ہیں یہ ضریحیں گواہ ہیں۔ یہ ذوالجناح گواہ ہیں۔ کہ ہم ایک پیاسے کا غم منا رہے ہیں اور ہم ایک مظلوم کا غم منا رہے ہیں۔ اب فقط مجلس نہیں ہوگی بلکہ مجلس کے بعد جلوس نکلے گا، جلوس چلے گا اور جلوس جائے گا۔ تمہارے لیے میں کیا دعا کروں؟ میں کوئی دعا نہیں کروں گا۔ اس لیے کہ محسوس کرنا ہے۔ دیکھنے والی بات نہیں ہے۔ محسوس کرنے والی بات ہے۔

جب تم جا رہے ہو گے نا جلوس میں۔ تو کوئی بی بی جلوس کے پیچھے دعا دے رہی ہوگی۔ کہ خدا میرے بچے کے ماتم کرنے والوں کو محفوظ رکھے۔ بس میرے دوستو میرے عزیزو گفتگو اس مرحلے پر ختم ہو رہی ہے۔

کل تین یا چار جملوں کی زحمت ہے جب میرا مولیٰ اکیلا ہوا۔ دیکھو سننا۔ گریہ کو روک کے جملہ سنو۔ جب حبیب ابن مظاہرؓ اور مسلم ابن عوسجہ اسدیؓ کا تذکرہ ہوتا ہے۔ تو بزرگ مخاطب ہوتے ہیں۔ جب کڑیل جوانوں کا تذکرہ ہوتا ہے یعنی عباسؑ اور اکبرؑ کا تو

جوان مخاطب ہوتے ہیں اور جب قاسم کا تذکرہ ہوتا ہے تو بچے مخاطب ہوتے ہیں۔

اور آج ان بیبیوں کو مخاطب کر رہا ہوں کہ جن کی گودیوں میں چھ مہینے کے بچے ہیں۔بس دو جملے سنو۔ مجھے زیادہ طویل مصائب نہیں پڑھنے میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم انتہائی تھکے ہوئے مقرر کو سننے کے لیے اکٹھا ہوئے ہو۔لیکن میرے یہ جملے سن لو۔ میرا مولائی اکیلا ہوا۔ اور اکیلا ہونے کے بعد میرے مولا نے میدان میں آ کے آواز دی۔

تین آوازیں ھل من ناصر ینصرنا ہے کوئی ہماری مدد کو آنے والا۔ ھل من مغیث یغیثینا ہے کوئی میرے استغاثے پر لبیک کہنے والا۔ ھل من ذاب یذب من حرم رسول اللہ ہے کوئی حرم رسول کی حفاظت کرنے والا۔ حسینؑ کی آواز بلند ہوئی اور دو خیموں سے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ حسینؑ استغاثہ کر کے جب پلٹے تو دیکھا۔ کہ ایک خیمہ سے بیمار بیٹا ایک ٹوٹا ہوا نیزہ ہاتھ میں لیا ہوا ہے۔ لڑکھڑاتا ہوا مقتل کی طرف جا رہا ہے۔

اُمِ کلثوم سے کہا۔ حزیمہ۔ بہن اُمِ کلثوم سجادؑ کو تھامو۔ اُمِ کلثوم قریب گئیں بیٹے سجادؑ واپس جاؤ خیمہ کی طرف۔ تو رو کے کہنے لگے کہ پھوپھی اماں۔ آپ نے دیکھا نہیں میرا بابا کتنا مظلوم ہے۔ کتنی مظلومی سے پکار رہا ہے۔

ھل من ناصر ینصرنا ھل من مغیث یغیثینا جب سید سجادؑ واپس نہ گئے۔ تو حسینؑ دوڑتے ہوئے آئے بیمار بیٹے کو اپنی گود میں اٹھایا اور کہا سجادؑ۔ خیمہ میں جاؤ۔ اس لیے کہ اگر تم نہ رہے تو امامت محفوظ نہ رہے گی۔ اور سلسلہ امامت ٹوٹ جائے گا۔

یہ ایک خیمہ ہے ھل من ناصر ینصرنا کی آواز پر ایک خیمہ سے لبیک کی آواز بلند ہوئی۔ اور اب دوسرا خیمہ۔ ایک مرتبہ ایک خیمہ سے رونے کی آواز آئی۔ حسینؑ خیمے کے دروازے پر پہنچے۔ دیکھا کہ شہزادی زینب دروازے پر کھڑی ہیں۔ کہا بہن بات کیا ہے؟ کہا بھیا کیا بتاؤں جیسے ہی آپ کی آواز بلند ہوئی چھ مہینے کے بچے نے اپنے آپ کو جھولے سے نیچے گرا لیا۔ اَجرکُم علی اللہ۔ اَجرکُم علی اللہ۔

کہا لاؤ۔ لاؤ اصغرؑ کو میری گود میں دے دو۔ کہا بھیا کیا کریں اصغرؑ مچل رہا ہے اصغرؑ

کسی کی گود میں نہیں آتا۔ ایک مرتبہ حسینؑ قریب گئے۔ اور قریب جانے کے بعد اصغرؑ کے کان میں کچھ کہا۔ بچہ ہمک کے حسینؑ کی گودی میں آ گیا۔ بس دو جملوں کی زحمت ہے اس سے زیادہ زحمت نہیں دوں گا۔ بچہ ہمک کر حسینؑ کی گودی میں آ گیا۔

حسینؑ اصغرؑ کو لے کر چلے۔ میدان میں آئے۔ آنے کے بعد کہا۔ اس کی ماں کا دودھ خشک ہوگیا ہے۔ تین دن سے اسے نہ دودھ ملا ہے نہ پانی ملا ہے۔ اور اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اس کے بہانے سے میں پانی پی لوں گا۔ تو میں اسے جلتی ریتی پر لٹا دیتا ہوں تم آؤ اسے پانی پلا کے جاؤ۔ نہیں پلایا پانی۔

ایک مرتبہ پھر حسینؑ نے بچے کو ہاتھوں میں لیا۔ کہنے لگے بیٹے اصغرؑ! بیٹے اصغرؑ! ان لوگوں کو تیری پیاس پر یقین نہیں آیا۔ بیٹا ذرا اپنی پیاس جتلا دے۔ ایک مرتبہ چھ مہینے کے بچے نے اپنی سوکھی زبان باہر نکالی اور یہ وہ وقت تھا جب پسر سعد نے پکار کر کہا! حرملا حسینؑ کی بات کو قطع کردے اس کا تیر چلا اور بچہ حسینؑ کے ہاتھوں میں منقلب ہوگیا۔
اَجرمُکم علی اللّٰہ۔ اَجرکُم علی اللّٰہ۔

دو جملے اور سنتا۔ تیر چلا بچہ حسینؑ کے ہاتھوں میں منقلب ہوگیا۔ بچے پر عبا کا دامن ڈالا۔ اور عبا کا دامن ڈالنے کے بعد حسینؑ لے کے چلے۔ ماں کے خیمے کی طرف۔ باپ بھی ہے۔ رکے رہو۔ دو دقیقوں کی زحمت ہے۔ باپ بھی ہیں۔ حسینؑ امام بھی ہیں۔ باپ بھی ہیں نا۔ امام بھی ہیں۔

حسینؑ کو لاشِ اصغرؑ لے کر رباب کے سامنے جانا ہے۔ سات مرتبہ آگے بڑھے سات مرتبہ پیچھے ہٹے۔ رضا بقضائی و تسلیماً لا امرہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ کہہ کر حسینؑ نے دل کو مضبوط کیا اور خیمے کے دروازے پر آئے کہا رباب سنو۔ رباب آئی کہا رباب میں کون ہوں؟۔ کہا آپ امامِ وقت ہیں، آپ میرے شوہر ہیں اور آپ میرے والی ہیں۔ کہا اگر میں کچھ کہوں گا تو مانو گی۔ کہا مولیٰ کیوں نہیں مانوں گی۔ ایک مرتبہ عبا کا دامن اٹھا کہ پانی تو نہ پلا سکا بچہ ذبح ہوگیا...... رباب نے کہا ہائے میرے لال۔

شام غریباں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

هَلۡ اَتٰی عَلَی الۡاِنۡسَانِ حِیۡنٌ مِّنَ الدَّهۡرِ لَمۡ یَکُنۡ شَیۡـًٔا مَّذۡکُوۡرًا ① اِنَّا خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ نُّطۡفَۃٍ اَمۡشَاجٍ ٭ۖ نَّبۡتَلِیۡهِ فَجَعَلۡنٰهُ سَمِیۡعًۢا بَصِیۡرًا ② اِنَّا هَدَیۡنٰهُ السَّبِیۡلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّ اِمَّا کَفُوۡرًا ③

عزیزان محترم اس متبرک اور مقدس اجتماع کے لیے میں نے سرنامہ کلام میں سورہ دہر کی ابتدائی تین آیتوں کی تلاوت کا شرف حاصل کیا۔ یہ سورہ جس کی تین آیتیں آپ کی خدمت میں پیش کی گئیں یہ سورہ انسان بھی کہلاتا ہے۔ سورہ ہل اتی بھی کہلاتا ہے۔ اور سورہ دہر بھی کہلاتا ہے۔ اور یہ تینوں نام اس سورۂ مبارکہ کی پہلی آیت سے اخذ کیے گئے ہیں۔

هل اتی علی الانسان حین من الدهر۔ کیا! انسان پر کوئی ایسا زمانہ نہیں گزرا۔ کہ لم یکن شیئاً مذکورًا وہ کوئی قابل ذکر شے نہیں تھا۔ کیا! ذہن انسانی میں قرآن مجید ذہن انسانی میں سوال پیدا کر رہا ہے۔ کیا! انسانوں پر کوئی ایسا زمانہ نہیں گزرا۔ کہ جب یہ انسان قابل ذکر نہیں تھے۔

انا خلقنا الانسان من نطفۃٍ امشاج پھر ہم نے ان انسانوں کو خلق کیا۔ آب مخلوط سے۔ مادۂ حیات سے۔ نبتلیہ ان کی خلقت کا مقصد یہ تھا۔ کہ ہم انسانوں کا امتحان لینا چاہتے تھے۔ فجعلنٰہ سمیعاً بصیراً تو ہم نے انسان کو قوت سماعت بھی عطا کی اور ہم نے انسان کو قوت بصارت بھی عطا کی۔ جب یہ دونوں طاقتیں ہم نے دے دیں۔

اما هدینٰہ السّبیل اپنے راستے کی طرف خود ہم نے ہدایت کی۔ اپنے اپنے راستے کی طرف ہم نے ہدایت کی۔ اما شاکراً وّاما کفورًا۔ ہدایت ہمارا فرض ہے۔ قبول کرنا یا رد کرنا تمہاری مرضی ہے۔

عربی زبان میں زمانے کے لیے بہت سے الفاظ ہیں۔ دہر بھی، عصر بھی ہے۔ وقت بھی ہے۔ زمان بھی ہے۔ اور بہت سے الفاظ ہیں۔ وقت کے لیے اور قرآن نے اتنی اہمیت دی ہے وقت کو۔ کہ جب گواہ بنایا ہے نقصان اور نفع کا۔ تو کسی اور کو نہیں بنایا زمانے کو بنایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝
وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

قسم ہے گزرتے ہوئے زمانے کی۔ زمانہ گواہ ہے۔ کہ کون نفع میں ہے کون نقصان میں ہے۔ جب تمہاری عمر کی کشتی فنا کے گھاٹ پر جا کے لگ جائے۔ تو اس وقت سوچنا کہ کیا کھویا؟ کیا پایا؟۔ بہت بڑا بین الاقوامی فلسفیانہ مسئلہ ہے۔ زمانے کا مسئلہ تو نفع نقصان پر۔ زمانے کو گواہ بنایا اور اب اللہ نے اپنے وجود پر گفتگو کی۔

ھل اتی علی الانسان حین مّن الدّھر لم یکن شیئاً مّذکوراً۔ کیا؟ تمہیں یہ نہیں معلوم کہ ایک زمانہ گزر گیا۔ ایسا زمانہ کہ جب تم قابلِ ذکر نہیں تھے۔ تو اب خدا ہے یا نہیں؟ چھوڑو اپنی بات کرو۔

خدا کی قسم! دنیا کی کسی آسمانی کتاب میں کامن سینس (Common Sence) کو اپیل نہیں کیا اس طریقے سے کہ جیسا قرآن مجید نے کیا ہے۔ چھوڑو خدا کو۔ ابھی کچھ دیر کے لیے۔ مسئلہ وجود خدا کو رکھ دو۔ اپنی بات کرو تم ہمیشہ سے ہو۔ یا ہمیشہ سے نہیں ہو۔ اگر ہمیشہ سے ہو تو پیدا کیسے ہوئے۔ اور ہمیشہ سے نہیں ہو تو خالق کو مانتے کیوں نہیں۔

آپ نے دیکھا! کہ قرآن مجید نے انسانی فطرت کی گہرائیوں میں ڈوب کر سوال کیا۔ کہا کہ دنیا کا بڑے سے بڑا دانشور۔ اور بڑے سے بڑا فلسفی بھی سوچنے پر مجبور ہو جائے۔ کہ ہم ہمیشہ سے نہیں ہیں۔ جب نہیں ہیں۔ تو آئے ہیں۔ جب آئے ہیں تو ضرور کوئی لانے والا ہے اور ایسا لانے والا۔ جو مادہ حیات سے بنا رہا ہے۔

بھئی سننا۔ انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج نبتلیہ ہم نے مادہ حیات سے تمہیں خلق کیا ہم نے انسانوں کو آبی خطرے سے خلق کیا۔ نبتلیہ ہم یہ چاہتے تھے کہ ان کا امتحان لیں۔ ہے نا اور امتحان کا رزلٹ کہاں ہوگا؟۔ قیامت میں۔ فجعلنٰہ سمیعاً بصیراً ہم نے انسان کو سننے والا بھی بنایا ہے۔ ہم نے انسان کو دیکھنے والا بھی بنایا ہے۔

میرے محترم دوستو! میرے محترم عزیزو! بھئی اس بات کو سننا یہ جو سماعت ہے نا سننے کی طاقت۔ کیا کمال کا مجبور بنایا ہے تمہیں۔ بتاؤ۔ آنکھ کی طاقت۔ کان کی طاقت۔ چکھنے کی طاقت۔ بولنے کی طاقت۔ بھئی سنو۔ اور اس بات کو ذہن میں اپنے رکھنا کیا مجبور بنایا۔ آنکھ! آنکھ کالے کو کالا دیکھے گی۔ نیلے کو نیلا دیکھے گی۔ ہرے کو ہرا دیکھے گی۔ پیلے کو پیلا دیکھے گی۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ آنکھ کالے کو نیلا دیکھے یا نیلے کو پیلا دیکھ لے۔ کتنا مجبور بنادیا۔ ٹھیک۔ تمہاری آنکھ کو کتنا مجبور بنادیا۔ اب تمہارا کان۔ شیریں آواز کو شیریں سنے گا۔ کرخت آواز کو کرخت ہی سنے گا۔ کتنا مجبور ہے تمہارا کان۔ تمہاری زبان۔ تمہاری زبان میٹھے کو میٹھا ہی محسوس کرے گی۔ کڑوے کو کڑوا ہی محسوس کرے گی۔ کڑوے کو میٹھا محسوس نہیں کرسکتی۔ میٹھے کو کڑوا محسوس نہیں کرسکتی۔

تو دو کردار دیئے اس خالق نے۔ تمہارے اعضاء جوارح کو مجبور بنایا۔ کہ ہاں کالے کو کالے دیکھو۔ نیلے کو نیلا دیکھو۔ پیلے کو پیلا دیکھو۔ ٹھیک۔ زبان میٹھے کو میٹھا محسوس کرے۔ کڑوے کو کڑوا محسوس کرے۔ کان شیریں آواز کو سنے۔ اور کرخت آواز کو کرخت آواز ہی سنے۔ کتنا مجبور بنادیا۔ لیکن اب اختیار دیکھنا۔ کہ آنکھ کو اختیار دیا کہ حلال دیکھے یا حرام دیکھے۔

بھئی دیکھنا۔ دیکھو۔ دیکھو خالق کو پہچانو۔ اور پھر وہیں سے تو مجھے آگے جانا ہے۔ بڑا عجیب مرحلہ ہے۔ یعنی آنکھ کو مجبور کیا تھا کہ نیلے کو نیلا دیکھے۔ کالے کو کالا دیکھے۔ پیلے کو پیلا دیکھے۔ اور اسی آنکھ کو آزاد کردیا۔ حلال دیکھے! تیری مرضی۔ حرام دیکھے! تیری مرضی۔ زبان میٹھے کو میٹھا محسوس کرے گی۔ کڑوے کو کڑوا محسوس کرے۔ لیکن اسی زبان کو آزاد کردیا چاہے۔ سچ کہے چاہے جھوٹ کہے۔ کان کو مجبور کیا تھا کہ سب کچھ سنے۔

توجہ رہے! یہ عجیب مرحلہ فکر ہے۔ کہ شیریں کو شیریں سن۔ کرخت کو کرخت سن۔ لیکن اسی کان کو پھر آزاد کردیا۔ آزاد کردیا۔ چاہے اچھی بات سن۔ چاہے غیبت سن۔ تیری مرضی۔ تو جہاں جبر اختیار کے ساتھ آجائے اسی کا نام انسانیت ہے۔ تو دیکھو! انسان نہ مکمل مختار۔ نہ مکمل مجبور ہوگا۔ فلسفہ کی کتابوں میں ہوگا کہ انسان مجبور ہے۔

لیکن خدا کی قسم میں کیا کروں؟۔ اس لیے کہ میرے سامنے تاریخ و قرآن کے دو جملے۔ جب وہ سجدہ آدم سے انکار کرنے والا چلا ہے تو سورہ اعراف ساتواں سورہ قرآن کا۔ سولہویں اور سترہویں آیت۔

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾

پروردگار تو نے مجھے گمراہ کردیا۔ "فبمآ اغویتنی" اب میں جارہا ہوں۔ دنیا میں تیری صراط مستقیم پر بیٹھ جاؤں گا۔ اور بیٹھنے کے بعد پوری انسانیت کو گمراہ کروں گا۔ سامنے سے بھی حملہ کروں گا اور پیچھے سے بھی حملہ کروں گا۔ داہنے سے بھی حملہ کروں گا اور بائیں سے بھی حملہ کروں گا۔ اور میرے مالک تو اکثریت کو شکر گزار نہیں پائے گا۔

بھئی سننا۔ سننا۔ اب میں پیغام دینا چاہ رہا ہوں۔ آپ کے واسطے سے پوری انسانیت کو کہ شیطان۔ انسان پر حملہ کرے گا سامنے سے۔ پس پشت سے۔ دائیں سے بائیں سے۔ چار جہتوں سے حملہ کرے گا نا۔ تمہارا سامنا محفوظ نہیں ہے۔ تمہاری پشت محفوظ نہیں ہے۔ تمہاری دائیں طرف محفوظ نہیں ہے۔ تمہاری بائیں طرف محفوظ نہیں ہے۔ شیطان حملہ کرے گا۔ کرے گا نا حملہ۔

بھئی عجیب بات ہے چار جہتیں مشرق مغرب شمال جنوب۔ حملہ۔ حملہ کرے گا۔ لیکن جہتیں چار نہیں ہیں۔ جہتیں چھ ہیں۔ سامنے، پیچھے، دائیں، بائیں، اوپر، نیچے تو دائیں سے حملہ کرے گا۔ بائیں سے حملہ کرے گا۔ پیچھے سے حملہ کرے گا سامنے سے حملہ کرے گا۔ اوپر سے حملہ نہیں کرے گا نیچے سے حملہ نہیں کرے گا۔ کیوں اس لیے کہ یہ دو

جنتیں اللہ کی ہیں۔ بندہ اگر ہاتھ اٹھادے۔ تو جب شیطان کے حملے سے بچے گا۔ جب سجدہ میں سر رکھ دے۔

بھئی اپنے اپنے سجدہ کی قیمت پہچانو۔ اگر سجدہ میں سر رکھ دیا تو شیطان کے حملے سے بچ جاؤ گے۔ سجدہ قعود! پھر سجدہ بھئی کمال ہے۔ ہر رکعت میں دو سجدے۔ اٹھ کے بیٹھے پھر سجدہ کیا۔ یعنی سجدہ ہے۔ قعود ہے۔ پھر سجدہ ہے۔ بتلانا یہ تھا کہ مٹی سے آئے ہو۔ کچھ دیر دنیا میں رہو گے۔ پھر اسی مٹی میں واپس جاؤ گے۔

ولقد کرمنا سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۷۰۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝

ہم نے آدمؑ کے بیٹوں کو عزت عطا کی۔ ہم نے آدمؑ کے بیٹوں کو برتری عطا کی۔ ہم نے انسانوں کو۔ فضیلت عطا کی۔ خشکی اور تری میں چلنا سکھایا۔ طیب وطاہر۔ رزق عطا کیا۔ اور انسانوں کو مخلوقات کی اکثریت پر آدمؑ کے بیٹے کو کرامت عطا کی۔ فضیلت عطا کر دی۔ درجات! درجات تم۔ نہ معین کرتا کیونکہ درجات اللہ معین کرتا ہے۔

تم کون ہو؟ اپنی حیثیت کو معین کرنے والے۔ تم کون ہو؟ اپنی فضیلت کو بڑھانے والے۔ وہ جہاں رکھے وہیں خوش رہو۔ بھئی نکلے دونوں۔ دیکھو اپنی حیثیت کو پہچانو اگر حیثیت نہ پہچانی۔ تو حشر بتاؤں؟ نکلے دونوں۔ آدمؑ بھی نکلے جنت سے اور ابلیس بھی نکلا جنت سے۔ لیکن حیثیتیں بدل گئیں۔ ایک کو رجیم بنا کے نکالا ایک کو خلیفہ بنا کے نکالا۔

دیکھ رہے ہو نا۔ درجات معین کرنے والا اللہ ہے۔ سورۂ مومن نے آواز دی۔ چالیسواں سورہ ہے۔ اور اسے قرآن میں سورہ غافر کے نام سے بھی یاد کیا گیا ہے۔ دو نام ہیں سورہ کے۔ سورہ مومن سورہ غافر۔ پندرہویں آیت۔

رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ۝

رفیعُ الدّرجات۔ درجوں کو بلند کرنے والا۔ درجے بانٹنے والا فقط وہ ہے کیوں؟ اس لیے کہ عرش کا مالک بھی وہی ہے۔ کمال! کمال کی بات ہے۔ پروردگار نے اپنے دو نام لیے اس آیہ مبارکہ میں۔ میں رفیعُ الدّرجات ہوں۔ میں عرش کا مالک ہوں۔ کمال کی بات ہے۔ اچھا! بھئی۔ رکے رہنا میں رفیعُ الدّرجات کے بعد میں بات کروں گا۔

یہ عرش! تو سمجھ میں آجائے۔ عرش! کائنات کی سب سے بڑی اونچائی کا نام ہے۔ کیا نام ہے۔ عرش! اونچائی کا نام ہے۔ اور اس کا ترجمہ اردو میں تخت ہے۔ تخت کے معنی کیا ہوئے۔ بیٹھنے کی وہ جگہ جو سرکاری ہو۔ تو اس کا نام عرش اور وہ جگہ جو ذاتی ہو پرائیوٹ کاموں کے لیے ہو اور شخصی کاموں کے لیے ہو تو اس کا نام ہے گھر۔ اور کمال یہ ہے! کہ۔

پروردگار نے آسمان و زمین میں۔ دو جگہیں منتخب کیں۔ آسمانوں میں عرش۔ سرکاری جگہ زمین پر۔ بہت ذاتی جگہ۔ کمال کی بات ہے۔ آسمانوں میں اس نے اپنے لیے ایک سرکاری مقام معین کیا۔ اس کا نام ہے عرش! کبھی بیٹھا۔ کبھی نہیں بیٹھا۔ جہاں نہ بیٹھے اس کا نام ہے عرش۔ اور زمین پر اس نے اپنے لیے ذاتی جگہ معین کی۔ اس کا نام ہے بیت اللہ۔ اللہ کا گھر۔ کیا کبھی اس گھر میں آکے رہا؟ کبھی نہیں رہا۔

میرے جتنے محترم سننے والے ہیں وہ جہاں جہاں بھی سن رہے ہیں۔ دنیا کا کوئی انسان ایسا نہیں ہے جس کی دو جگہیں نہ ہوں۔ ایک ذاتی اور ایک سرکاری۔ سوئے گا اپنے گھر میں، جاگے گا اپنے گھر میں، ناشتہ کرے گا اپنے گھر میں، کھانا کھائے گا اپنے گھر میں، اس کے بچے پیدا ہوں گے اس کے گھر میں۔ اور کام کرے گا آکے کرسی پر اپنے گھر میں۔ اچھا تو وہ کام کرے گا کرسی پر ٹھیک ہے۔ فی الحال اس کا نام تخت رکھ لیں کام کرے گا اپنی سرکاری جگہ پر اور ذاتی باتیں ہوں گی اپنے گھر پر۔ اچھا تو اب اللہ جو کبھی نہیں بیٹھتا وہ اپنے لیے آسمانوں میں عرش معین کرے سرکاری جگہ جو کبھی نہ سوئے۔ وہ زمین پر اپنے لیے گھر معین کرے ذاتی جگہ۔ کہا بھئی تم سے کیا مطلب؟ یہ دونوں میری جگہیں ہیں۔ ایک سرکاری۔ جو عرش ہے۔ ایک ذاتی جو گھر ہے۔ جب سرکاری کام ہوگا۔

تو کسی کو عرش پر بلاؤں گا۔ جب ذاتی کام ہوگا تو کسی کو زمین پر بلاؤں گا۔

رفیعُ الدّرجات! رفیعُ الدّرجات! درجے وہ بناتا ہے اور درجے وہ بلند کرتا ہے۔ اب اس نے جمادات بنائے، نباتات بنائے۔ حیوانات بنائے۔ انسان کو بنایا ان تینوں پر۔ انسان کو فضیلت دے دی۔ عجیب کمال کی بات ہے۔ سارے انسان۔ جانوروں سے افضل ہے نا۔ لیکن ذرا اس کا منصوبہ تو دیکھو۔ یعنی جانور کا بچہ پیدا ہوتے ہی اپنے پیروں پر کھڑا ہو جائے۔

یہ سوال ہے؟۔ پیدا ہوتے ہی۔ اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا۔ پرندے کے بچے! انڈے سے نکلتے ہیں اور اپنے دانے کی تلاش میں لگ جاتے ہیں۔ مچھلی کا بچہ! پیدا ہوتے ہی تیرنے لگا۔ کتنے مضبوط ہیں یہ بچے پیدائش کے پہلے دن سے کتنے مضبوط ہیں اور وہ جو اشرف المخلوقات ہے۔ اس کا بچہ کتنا کمزور کہ روئے تو غذا ملے۔ اتنا کمزور کہ اگر چھوٹی سی چیونٹی۔ چھوٹے بچے کو کاٹ لے تو وہ چیونٹی کو ہٹا نہیں سکتا۔

تو پروردگار! جانوروں کے بچے۔ مضبوط اور جسے تو نے اشرف المخلوقات بنایا۔ اس کے بچے اتنے کمزور؟ کہا کہ ہاں اس کی مصلحت تھی! کمزور بنانے کی اور مصلحت یہ تھی۔ کہ بچہ کمزور ہے اس کی محبت میں اس کی ماں کی ممتا رک جائے۔ اور ممتا کو دیکھ کر باپ رک جائے۔ وہ گھر بنے۔ پھر گھر بنے اور گھر سے محلّہ بنے۔ تمہیں کمزور اس لیے بنایا۔ کہ معاشرہ مضبوط ہو۔

بھئی توجہ رہے! اس مرحلے کے لیے۔ یہ ساری گفتگو تھی کہ کمزور بنایا۔ اتنا کمزور کہ چھوٹا ہے۔ تو چیونٹی کو نہیں ہٹا سکتا۔ اور اتنا مضبوط بنایا کہ خدا کی قسم! اس کائنات میں جو کچھ ہے۔ وہ اس کے لیے ہے۔

ذرا۔ ذرا سنتے جاؤ۔ کائنات میں جو کچھ ہے وہ اس کے لیے ہے جتنی بھی ''لکم'' والی آیتیں ہیں۔ انہیں جا کے دیکھ لینا۔ هُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌ بِاَمْرِہٖ (سورہ نحل۔۱۲)۔ اللہ! وہ ہے جس نے سورج کو مسخر کیا۔ تمہارے لیے۔ چاند کو مسخر کیا۔ تمہارے لیے، دن کو مسخر کیا۔ تمہارے لیے اور

رات کو مسخر کیا۔ تمہارے لیے۔

وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ یہ جتنے بیل بوٹے اگائے ہیں اور یہ جتنے درخت اگائے ہیں۔ "لَكُمْ" تمہارے لیے "اَلَمْ تَرَوْا" مختلف مقامات سے اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ۔ (سورہ رحمٰن آیت ۲۰) کیا تم نے نہیں دیکھا؟ کہ اللہ نے آسمان و زمین کی ساری چیزوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے۔

کیا کمال کی بات ہے۔ کتنے کمزور تھے۔ اب کتنے عظیم بن گئے۔ اب مقصد تخلیق کائنات تم ہو۔ بھئی ٹھیک ہے نا۔ اب بات کو سنا تم نے۔ تم نے بھی کمال کر کے دکھلا دیا۔ تم نے اپنے پانی کے جہازوں سے سمندروں کے سینے چاک کر دیے۔ تم نے زمان و مکان کی طنابیں کھینچ لیں۔ تم نے شمسی توانائی کو اسیر کر لیا۔ تم نے اپنی چاند گاڑی چاند پر اتار دی۔ تمہارے پاؤں چاند کی زمین پر نقش قدم چھوڑ کے واپس آ گئے۔

بھئی کیا کچھ؟ تم نے نہیں کیا۔ تم مہینوں کے فاصلے کو منٹوں میں طے کرتے ہو۔ لمحوں میں طے کرتے ہو۔ تو بہت بڑا تیر مارا ہے تم نے۔ خلائی جہاز بنائے۔ سفینے بنائے۔ تمہارا خلائی جہاز مریخ کی طرف جا رہا ہے۔ یہ سب تسخیر صحیح لیکن ذرا ایک مکھی تو بنا کے دکھاؤ۔ اچھا چھوڑو۔ مکھی کیا بناؤ گے۔ مکھی۔ جو تمہارے خوان نعمت سے ایک ریزہ وہ جو لے جاتی ہے۔ اسے واپس لا کے دکھلا دو۔ چیلنج ہے قرآن مجید کا۔ تم بہت خوش ہو جاتے ہو۔ اگر صاحب منصب بن جاؤ۔

بھئی اللہ! اس وقت خوش ہوگا۔ جب تم انسان بن کے دکھاؤ گے۔ اچھا! جب انسان بن کے دکھاؤ گے۔ جب تمہارا خدا خوش ہوگا۔ تو ساری کائنات کو بنایا اس نے تمہارے لیے۔ اور تمہیں بنایا اپنے لیے۔ بس یہیں لانا تھا۔ اپنے سارے سننے والوں کو۔ کہ پوری کائنات بنائی انسانیت کے لیے۔ انسانیت کو بنایا اپنے لیے۔ جب اپنے لیے بنایا تو پھر یہ طے ہے۔ کہ میں بتلاؤں گا۔ کہ میں نے کیوں بنایا۔

مقصد کیا ہے۔ "ان هدینه السبیل" ہدایت میری ذمہ داری ہے اور قبول کرنا

تمہاری ذمہ داری ہے۔ دیکھو "اشرف المخلوق" ہونا۔ تو اللہ نے ہدایت درختوں کی نہیں لی۔ یہ فطری ہدایت ہے۔ پتھروں کو کوئی ہدایت نہیں کی ان میں کوئی نبی نہیں آیا نہ پتھروں پر کوئی کتاب آئی۔ یہ فطری ہدایت ہے کہ جیسا بنا دیا ویسے بن گئے۔ ٹھیک ہے نا۔

جانوروں پر کوئی کتاب نہیں آئی اور کوئی ہدایت نہیں آئی یہ فطری ہدایت ان کی بھی ہے۔ یہ صرف ہم ہیں اشرف المخلوقات۔ ہم بڑے صاحب عزت ہیں۔ جبر و اختیار کا ٹکراؤ ہے نا ان کے اور ہمارے درمیان۔ ہدایت ہماری ہے۔ وہ چیز جو انہیں نہیں دی۔ اور وہ تمہیں دی۔ اس کا نام ہے۔ عقل۔

توجہ رہے۔ تو ہدایت ہے عقل کی۔ اب ہدایت سمجھ گئے عقل کے بگڑے ہوئے گھوڑوں کو لگام دے دینے کا نام ہدایت ہے۔ سمجھ رہے ہو ہدایت کیا ہے؟۔ ہدایت عقل کی ہے۔ تو نہیں تو لانا تھا۔ جہاں جبر و اختیار ٹکرائیں گے۔ وہاں عقل کا کردار آئے گا۔ ہدایت عقل کی ہے۔ اچھا تو آدم آئے! عقلوں کی ہدایت کے لیے۔ نوح آئے! عقلوں کی ہدایت کے لیے۔ ابراہیم علیہ السلام آئے! عقلوں کی ہدایت کے لیے۔ سارے نبی آئے! عقلوں کی ہدایت کے لیے۔ ٹھیک ہے نا۔

اگر آدمؑ! عقل کی ہدایت کریں گے۔ تو اپنے زمانے کے سب سے بڑے عاقل ہوں گے یا نہیں؟ نوحؑ! نوحؑ! اپنے زمانے کی عقلوں کی ہدایت کریں گے۔ نوحؑ! اپنے زمانے کے عاقل ہوں گے یا نہیں۔ ابراہیمؑ! اپنے زمانے کے عقلوں کی ہدایت کریں گے۔ ابراہیمؑ! اپنے زمانے کی عقلوں کے سب سے نمایاں اور سب سے بڑے عاقل ہوں گے یا نہیں۔ تو ہادی وہ ہوگا۔

بھئی توجہ رکھنا۔ جو اپنے زمانے کی ساری عقلوں سے بلند ہو اور پھر میرا محمدؐ جو آدمؑ کا بھی ہادی ہے۔ نوحؑ کا بھی ہادی ہے۔ یہ جملہ جو میں اپنے سننے والوں کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ غلو نہیں ہے۔ جاؤ دیکھنا سورہ آل عمران۔ قرآن مجید کا تیسرا سورہ اور آیت کا نشان ۸۱ بہت طویل آیت ہے اور ایک ایک لفظ کے لیے اپنے سننے والوں کو زحمت دے رہا ہوں۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ

(آل عمران۔۸۱)

ہم نے سارے نبیوں سے عہد کیا۔ کہ ہم تمہیں کتاب دیں گے۔ حکمت دیں گے۔ اور آخر میں ایک رسول آئے گا۔ تو نبیو! تم پر واجب ہے کہ اس پر ایمان لاؤ۔ ٹھیک ہے نا پوری آیت نہیں پڑھ رہا ہوں میں۔ نبیو تم پر واجب ہے کہ اس پر ایمان لاؤ۔ تو سارے نبیؑ میرے نبیؐ کے مومن ہیں۔ اور میرا نبیؐ ان سب کا ہادی ہے۔ تو وہ جو پوری کائنات کا ہادی ہو۔ وہ کتنا بڑا عقل مند ہوگا۔ بھئی یہیں لانا تھا۔

وہ محمد رسول اللہ۔ جو آدم کا بھی ہادی ہو۔ نوحؑ کا بھی ہادی ہو۔ ابراہیم کا بھی ہادی ہو اور مسیح وکلیم کا بھی ہادی ہو تو کتنا بڑا عقلمند ہوگا۔ تو جو اتنا بڑا عقلمند ہو تو اس کے دماغ میں نہ غفلت جاسکتی ہے اور نہ نسیان جاسکتی ہے۔

اس لیے پروردگار نے ہادی کو ہدایت کی۔ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ سورہ بقرہ کی آیت ۳۳۔ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ میری طرف سے تمہاری طرف ہدایتیں آتی رہیں گی یہ نہیں کہا کہ ہادی آئے گا نہیں بلکہ ہدایت آئے گی۔ جو بھی آئے ہماری طرف سے ہوگا تمہارے لئے وہ مجسمہ ہدایت ہوگا۔

ایسا نہیں ہوسکتا کہ اس کی آدھی زندگی ہدایت میں گزارے اور آدھی زندگی ہدایت میں نہ گزرے نہیں بلکہ اس کا ہر عمل ہدایت۔ اگر جاگے تو جب ہدایت اور جگادے جب ہدایت۔ اگر سوئے جب ہدایت اور اگر سلا دے جب ہدایت۔ تو وہ عین ہدایت ہے۔ اس کی ہدایت کا وقت معین نہیں ہے۔ کہ مسجد میں ہو تو ہدایت کرے گا اور میدان جنگ میں ہو تو ہدایت نہیں کرے گا؟ ایسا نہیں ہے اس لئے کہ ہادی کسی مرحلے پر سپر انداختہ نہیں ہوتا۔ عرض کروں۔ بھئی دو۔ دو جملے سننا۔ بھئی سننا۔

ہادی کسی مرحلے پر سپر انداختہ نہیں ہوتا۔ تو جنگ تھی اور میرا نبیؐ اس جنگ میں موجود ہے۔ ادھر سے طبلِ جنگ بجا۔ نوبتیں بجیں اور جب جنگ کا آغاز ہوا تو پیغمبرِ اکرمؐ

کا ناقہ آگے بڑھنے والا تھا۔ دیکھو! تاریخوں میں اس واقعہ کو لکھا ہے کہ ناقہ بڑھنے والا تھا کہ راستے میں ایک بدو عرب نے آ کے میان ناقہ تھام لیا۔ اور کہنے لگا۔

یا رسولؐ اللہ! اخبرنی عن الدین کلّہٗ۔ اللہ کے رسولؐ پورا دین بتائیں۔ اب تم بتاؤ۔ تم بتاؤ۔ جنگ ہونے والی ہے۔ اور ناقہ بڑھ چکا ہے اور پوچھنے والا ناقہ تھام کے کہہ رہا ہے۔ کہ یا رسولؐ اللہ اخبرنی عن الدین کلّہٗ۔ اللہ کے رسولؐ پورا دین بتلائیں۔ اب اس پورے دین کا مطلب سمجھایئے اس کی وسعت سمجھا دیجئے۔ دین میں عقائد بھی ہیں۔ دین میں اعمال بھی ہیں۔ دین میں خانوادگی زندگی بھی ہے۔ دین میں نجی زندگی بھی ہے۔ دین میں بین الاقوامی مسائل بھی ہیں۔ دین میں دستور بھی ہے۔ دین میں قانون بھی ہے۔ دین میں عدلیہ بھی ہے۔ اور وہ کہہ رہا ہے۔ کہ یا رسولؐ اللہ پورا دین بتلائیں۔

دیکھو! کیا! نازک مرحلہ ہے۔ اگر بتلانے کے لیے رک جائیں۔ تو جنگ ہاتھ سے جاتی ہے۔ میرا محمدؐ وہ نہیں ہے کہ جسے حالات زیر کر لیں۔ ایک مرتبہ جیسے ہی اس نے کہا! یا رسول اللہ اخبرنی عن دین کلہ اللہ کے رسول مجھے پورا دین بتلائیں تو جیسے ہی اس نے کہا نا۔ ایک مرتبہ اسے دیکھا اور کہا اطاعت للّٰہ و الشفقة للمغلوب هو دین کلیہ پورا دین یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت کرو تا کہ وہ تم سے شفقت کرے۔ یہی پورا دین ہے۔ ہادی حالات سے سپر انداختہ نہیں ہوتا اور حالات کی زد میں نہیں آتا یہ تھا میرا نبیؐ اور اب یہ میرا علیؑ ہے کہ!

بھئی سننا۔ کیا! کیا! کمال کا چھوٹا سا واقعہ ہے کہ علیؑ آئے میدان جنگ میں اور تلوار نکالی بھئی سنو گے۔ ادھر سے کافر نے تلوار نکالی۔ تو جیسے ہی کافر نے تلوار نکالی اس کی تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ مورخوں نے لکھا ہے واقعہ کو۔ تاریخوں میں جا کے دیکھ لیجئے اور کافر نہتا ہو گیا۔ علیؑ خاموش کھڑے ہیں۔ نہتے کو کیا ماریں۔

بھئی تم! تو مجھ سے بہتر جانتے ہو۔ کہ علیؑ کی تلوار۔ نہ نہتے کافر پر اور نہ نہتے بزدل پر اٹھتی ہے کیونکہ علیؑ! کا یہ طریقہ ہی نہیں ہے۔ کافر گھبرا گیا نہتا ہے نا تو وہ سوچ رہا ہے کہ اب علیؑ آئیں گے اور تلوار سے میری گردن کاٹ لیں گے۔ جب کچھ لمحے گزر گئے اور

اس کی گردن پر تلوار نہیں آئی تو اس نے سر اٹھایا۔ اس نے دیکھا کہ علیؑ تو اپنی جگہ تلوار لیے کھڑے ہیں۔ اب تو اس کی کچھ ہمت بڑھی تو کہنے لگا علیؑ تم تو بڑے کریم ہو نا۔ خاندانی کریم۔ ایک شعر مجھے یاد ہے۔

کافر ہو تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا
مومن ہو تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

یہ ہے سلسلۂ ہدایت۔ بھئی! توجہ رہے فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی میری طرف سے تمہاری طرف ہدایتیں آتی رہیں گی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ جو بھی اتبع کرے ہماری ہدایت کا۔ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ اسے اتبع کرنے والوں کو نہ خوف ہوگا نہ حزن ہوگا۔

تو اسی لیے سورہ اعراف نے آواز دی۔ ساتواں سورہ ہے قرآن کا اور ۱۵۷ آیت ہے۔ اگر مجھے اجازت دو تو پوری آیت ہدیہ کروں۔ دیکھو اتباع کے حوالے سے۔ جو ہماری ہدایت کا اتباع کرے تو اسے خوف اور حزن نہیں ہوگا تو یہ کون ہے اور کون کس کا اتباع کرے؟ ساتواں سورہ ایک سو ستاونویں ۱۵۷ آیت۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ
یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ٘ یَاْمُرُهُمْ
بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ
عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىِٕثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ
عَلَیْهِمْ١ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ
اُنْزِلَ مَعَهٗۤ١ۙ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۠

بھئی کیا کمال کی آیت ہے۔ پوری پالیسی عیاں کر رہی ہے پروردگار کی۔ پہلے جز کا ترجمہ بعد میں کروں گا اور آخری جز کا ترجمہ پہلے کروں گا۔ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ۔ سنو نجات پانے والے کون ہیں؟ وہ ہیں جو محمدؐ پر ایمان لائے۔ اٰمَنُوْا بِهٖ وہ ہیں جو محمدؐ پر ایمان لائے۔ پہلی شرط پوری کر دی۔ وَعَزَّرُوْهُ اور وہ ہیں جو ایمان لانے کے بعد محمدؐ کی عزت

کرتے رہے۔ اگر ایمان لانے کے بعد۔ محمدؐ کی عزت نہ کریں تو انہیں ہٹا لینا۔ جو ایمان لانے کے بعد عزت نہ کرے۔ تو انہیں ہٹا لینا اگر نجات پانی ہے تو پہلی شرط کہ میرے نبیؐ پر ایمان لاؤ۔ دوسری شرط نبیؐ کی عزت کرو۔ تیسری شرط یہ ہے کہ تنہا عزت کر لینا بھی کافی نہیں ہے۔ اس کی مدد کرو۔

اچھا تو اب طے کر دوں۔ ایمان لے آئے۔ عزت بھی کی مدد بھی کی تو اس کے بعد کہنے لگے کہ اب دے دے جنت۔ تو اب آخری شرط بھی سنیں وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَہٗٓ اس وقت تک نجات نہیں دوں گا کہ جب تک اس نور کی پیروی نہ کرو گے جو محمد کے ساتھ دنیا میں آیا ہے۔

یہ ہے میرا نبی۔ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ. بھئی! بہت توجہ رہے! نبیؐ ہے، رسولؐ ہے اور امی ہے۔ اب چھوٹے سے ٹکڑے کا ترجمہ عرض کروں۔ الَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰۃِ وَالْاِنْجِیْلِ یہ وہ ہے۔ یہ میرا نبیؐ وہ ہے کہ جس کا تذکرہ دنیا والے۔ توریت اور انجیل میں قیامت تک پاتے رہیں گے۔

توریت موسیٰ علیہ السلام پر اترنے والی کتاب اور انجیل عیسیٰ علیہ السلام پر اترنے والی کتاب۔ اور قرآن کا چیلنج ہے۔ کہ قیامت تک میرے محمدؐ کا تذکرہ ان دونوں کتابوں میں ملے گا یعنی توریت میں بھی انجیل میں بھی ہے اب اگر اس آیت کو توڑنے کے لیے وہ اپنی زور لگا دیں۔ اور تذکرے کو مٹا دیں۔ تو اب کتنے خطرے میں آ جائے گی یہ آیت۔ اگر توریت و انجیل سے وہ قومیں ذکر محمدؐ مٹا دیں تو کیا نہیں مٹا سکتے۔ ان نحن نزلنا الذکر و انالہ لحافظون ذکر بھی ہم نے بھیجا اور حفاظت بھی ہم کریں گے۔

میرے نبیؐ کے تذکرے کو کیسے مٹاؤ گے؟ کیسے مٹاؤ گے؟ میرے نبی کے تذکرے کو۔ توریت اور انجیل سے۔ اور کیسے مٹاؤ گے؟ میرے نبی کے ساتھیوں کے تذکرے کو۔ وہ سورہ اعراف اور اب قرآن میں سورہ فتح کی یہ آیت طویل ترین آیت ہے۔ میں پوری آیت نہیں پڑھوں گا۔ سنیں!

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِى التَّوْرٰىةِ ۛۚ وَمَثَلُهُمْ فِى الْاِنْجِيْلِ ۛۚ (سورہ فتح۔ ۲۹)

ابھی اس سے پہلے میں نے آپ کے سامنے سورۂ اعراف کی آیت پڑھی تھی وہ یاد ہے نا۔ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ میرے نبی کا تذکرہ قیامت تک توریت اور انجیل میں رہے گا۔ کیا کمال کی آیت ہے۔

محمد اللہ کے رسول ہیں "وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ" وہ ان کے ساتھی ہیں۔ رسول کے ساتھی ہیں "اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ" کافروں پر سخت ہیں۔ "رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ" آپس میں مہربان ہیں۔

"تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا" تم انہیں کبھی! رکوع میں دیکھو گے اور کبھی! سجدے میں دیکھو گے۔ کیا! خاص رکوع ہے۔ کیا! خاص سجدہ ہے۔ خدا معلوم! یہ کس رکوع کی طرف اشارہ ہے۔ اس لیے کہ رکوع تو سب کرتے ہیں نماز میں اور سجدہ بھی کرتے ہیں۔

لیکن جو ساتھی ہیں "تَرٰىهُمْ رُكَّعًا" تم انہیں رکوع میں دیکھو گے۔ "سُجَّدًا" سجدے میں دیکھو گے "یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا" اور یہ وہ ساتھی ہیں جو تلاش میں رہتے ہیں کہ اللہ کی مرضی مل جائے۔

سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ۔ اب پہچان بتلاؤں قرآن کہہ رہا ہے کہ یہ ہیں کون؟ کثرت سجدہ سے ان کے چہروں پر خاص نور ہوتا ہے۔ اب تو آپ نے پہچان لیا ہوگا۔ کیونکہ کثرت سجدہ سے ان کے چہروں پر ایک خاص نور ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ان سارے چہروں سے یہ چہرے الگ ہیں۔

یہ ایسے چہرے ہیں کہ جب مباہلے میں عیسائی آئے۔ تو ان چہروں کو دیکھ کر یہ کہہ کر ہٹ گئے کہ ہم ایسے چہرے دیکھ رہے ہیں کہ اگر یہ پہاڑوں سے ہٹنے کی دعا مانگیں۔ تو پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں۔

سمجھ میں آ گیا! محمد رسول اللہ کے ساتھی۔ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِى التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ

فِي الْاِنْجِيْلِ ہم نے ان ساتھیوں کا تذکرہ توریت وانجیل میں لکھ دیا ہے۔ اگر لکھا ہوا نہ ہوتا۔ تو آنے والے عیسائی پہچانتے کیسے کہ یہ کون ہیں؟ میرے نبی کا تذکرہ قیامت تک توریت وانجیل میں رہے گا۔ اور میرے نبیؐ کے ساتھیوں کا بھی۔

ذلک مثلھم فی التوراۃ و مثلھم فی الانجیل ہم نے ان کی مثالیں توریت میں بھی لکھیں ہیں اور ان کی مثالیں انجیل میں بھی لکھ دی ہیں۔ اور اب سنا سورہ توبہ۔ نواں سورہ قرآن کا آیت کا نشان ۱۱۱

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ
أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ
وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ

بھی بہت توجہ رہے۔ اللہ نے کچھ مومنوں کی جان۔ اوران کے مال کے بدلے میں انہیں جنت دے دی۔ اللہ نے ان کی جان خریدی ان کا مال خریدا اور جنت دے دی۔ "بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ" یہ مومنین ہیں کون "يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ جنگ کرتے ہیں۔

بھی سننا۔ "فَيَقْتُلُوْنَ" قتل کرتے ہیں "يُقْتَلُوْنَ" قتل ہوجاتے ہیں تو مجاہد کی کل دو کیفیتیں ہیں۔ یا قتل کردیں یا قتل ہوجائیں۔ "وَعدًا علیہ حَقًّا" یہ ہمارا سچا وعدہ ہے اسے ہم نے توریت میں بھی لکھا اور انجیل میں بھی لکھا اور قرآن میں بھی لکھا۔ کیا بھول گئے۔ صحیفہ یرمیہؑ کو آج کی بائبل میں دیکھنا۔ آج کی جو تمہارے شہر کی بائبل سوسائٹی نے چھاپی ہے اس میں دیکھنا۔

صحیفہ یرمیہؑ آج سے ڈھائی ہزار سال پرانا صحیفہ۔ خداوند رب الافواج نے۔ عجیب وغریب جملہ ادا کیا ہے اور اس جملہ کو اپنے ذہن میں رکھئے گا صحیفہ یرمیہؑ میں اس کی دسویں آیت ہے کہ خداوند رب الافواج نے شمالی علاقے میں فرات کے کنارے اپنے لیے ایک ذبیحہ معین کیا ہے۔ تو آگئی نا بات اب فرات کے کنارے کا ذبیحہ تو تمہارے

ذہن میں فرات کا کنارا آ گیا نا۔

اب اس سے زیادہ زحمت سماعت نہیں دوں گا یہ بڑی پرانی بات ہے۔ ٹھیک! کتنی پرانی بات ہے ڈھائی ہزار سال پہلے کی۔ جو صحیفہ اترا تو اس صحیفہ میں بھی کربلا کا تذکرہ موجود ہے۔ جان رہے تھے حسینؑ۔ حسینؑ جان رہے تھے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ سلطنت کے لیے خروج کیا۔ یہ تو تقدیر ازلی تھی۔ یہ مقدر تھا اور حسینؑ کو معلوم تھا کہ ہونا کیا ہے؟

یاد ہے نا۔ وہ جملہ۔ جو حسینؑ ابن علیؑ نے۔ ۲۸ رجب ۶۰ ھ کی شب میں قبر مطہر رسولؐ پر ہاتھ رکھا اور کہنے لگے۔ اللهم قد حضرنی من الامر ما قدعلمت۔ پروردگار! وہ وقت آ گیا جو تیرے علم میں ہے۔ اللهم ان هذا قبرنبیک محمد وانا ابن بنت نبیک میرے پروردگار! یہ تیرے نبی کی قبر ہے اور میں تیرے نبی کی بیٹی کا بیٹا ہوں۔ واخترت لی ما هولک رضیً ولرسولک رضی۔ پروردگار! پروردگار! اس پورے اقدام میں۔ میرے لیے وہ معین کر کہ جس میں تیری مرضی بھی ہو اور تیرے رسولؐ کی بھی مرضی ہو۔ پروردگار! پرودگار! ''ارید ان امر بالمعروف'' حسینؑ نے اپنے منشور کا اعلان کیا۔ میرے مالک میں اس لیے خروج کر رہا ہوں اور اس لیے مدینہ سے نکل رہا ہوں کہ میں ''امر بالمعروف'' کرنا چاہتا ہوں۔ بس اس سے زیادہ زحمت نہیں دینا چاہتا۔

یہ پورے واقعہ کربلا کا منشور ہے حسینؑ نکلے ''امر بالمعروف'' کے لیے اور حسینؑ نے خروج کیا ''نهی عن المنکر'' کے لیے۔ کہا توسیع پسندی اسی کو کہتے ہیں؟ ۲۸ رجب کو چلے۔ ۳ شعبان کو یا چار شعبان کو مکہ معظمہ میں وارد ہوئے۔ شعبان، رمضان، شوال، ذیقعدہ، ذی الحجہ کے آخر میں یہ عرصہ حسینؑ نے مکہ میں گزارا۔ کوئی تاریخ بتاوے۔ دنیا کا کوئی دشمن ترین مورخ بتاوے۔ کہ حسینؑ نے اس عرصے میں لشکر جمع کیا ہو۔ یا اسلحہ جمع کیا ہو تو انکار میں جواب ملے گا۔ جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے اپنی گردنیں کٹانے جا رہا ہے۔ اسے لشکروں سے کیا لینا ہے۔ اسے اسلحوں سے کیا لینا ہے۔

۹ ذی الحجہ کو زوال کے فوراً بعد جب مجمع اپنے پورے عروج پر تھا۔ حسینؑ نے خطبہ دیا ہے۔ اور کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ حاجیوں کے بھیس میں کچھ لوگ آ گئے ہیں کہ جنہیں میرے قتل پر معین کیا گیا ہے۔ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میرے قتل سے خانہ خدا کی بے حرمتی ہو۔ حسینؑ نے قاتل کو پہچنوا دیا۔ اور یہ کہہ کر حج کو عمرہ سے بدلا اور سفر اختیار کیا۔ چلے اپنے معین منزل کی طرف اور چلتے ہوئے دوسری محرم کو حسینؑ کے ذوالجناح نے چلنے سے انکار کر دیا تو حسینؑ نے سواریاں بدلیں۔ کئی گھوڑے بدلے۔ حسینؑ ایک سواری سے دوسری سواری پر۔ دوسری سواری سے تیسری سواری پر۔ حسینؑ سوار ہوئے۔ جب کوئی سواری نہ چلی تو آقا کہنے لگے۔

کہا بھیا عباسؑ یہ جو دور بستی ہے نا۔ ہم بزرگوں سے سنتے آئے ہیں کہ یہ زمین کسی نبی کو یا وصی نبی کو راس نہیں آئی۔ ذرا اس بستی کا۔ اس بستی کا نام تو پوچھو کہ اس بستی کا نام کیا ہے؟

کسی نے کہا۔ "وبقال لھا ماریہ"۔ فرزند رسولؐ اس کا نام "ماریہ" ہے۔ کہا کوئی اور نام بھی ہے۔ کسی نے "بقال لھا نینوا" کہا فرزند رسولؐ اس کا ایک نام "نینوا" بھی ہے۔ کہا کوئی اور نام ہے۔ "بقال لھا عابریہ" مولیٰ! اس کا ایک نام "عابریہ" بھی ہے۔ لوگ نام بتاتے جا رہے ہیں۔ حسینؑ پوچھتے جا رہے ہیں۔ کہا کوئی اور نام۔ ایک بوڑھا بولا "بقال لھا کربلا"۔ مولیٰ! مولیٰ! اس کا نام "کربلا" ہے۔

بس! بس! یہ سننا تھا۔ کہ حسینؑ ابن علیؑ نے آواز دی۔ "واللہ ھذہ ارض کرب و بلا"۔ خدا کی قسم یہ کربلا کا مقام ہے۔ "ھھنا مناکۂ ریحالنا" یہاں ہماری سواریاں ٹھہر جائیں گیں "ھھنا لذبیح اطفالنا" یہاں ہمارے بچے ذبح کر دیئے جائیں گے۔ "ھھنا لذبیح حریمنا" یہاں ہمارے اہل حرام اسیر کر دیئے جائیں گے۔ بھیا عباسؑ! اس زمین پر خیمہ لگا دو۔ دو محرم کو خیمے لگ گئے۔ تیسری محرم سے فوجیں آنے لگیں۔ چوتھی محرم کو پسر سعدؑ کا لشکر آیا۔ بڑا لشکر۔ بڑی فوج اور گھوڑوں کے ٹاپوں کی وہ دہشت تھی۔ کہ چھوٹے چھوٹے بچے سیدانیوں کی گود میں چھپے ہوئے تھے۔ چھٹی محرم کو نہر کے کنارے

سے خیمے اٹھوائے گئے۔ ساتویں محرم کو پانی بند کیا گیا۔

دیکھو یہ تاریخ ہے کربلا کی۔ یہ اس آٹھ دن کی بستی کی پوری تاریخ ہے۔ ساتویں محرم کو حسینؑ کے بچوں پر پانی بند کیا گیا۔ نویں محرم کو تاریخ اٹھا کے دیکھئے گا۔"اما انا سوعا فقط حصر علیہ السلام" نویں محرم کو حسینؑ کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا۔ اور یہ طے ہوا کہ محرم کی ۹ تاریخ کو جنگ ہو جائے۔

حسینؑ نے عباسؑ کو بھیجا اور ایک رات کی مہلت لی۔ ایک رات کی مہلت لی نہیں بلکہ مہلت دی کہ کوئی حُرؑ ہو تو سوچ کر آجائے۔ پوری رات۔ پوری رات تسبیح و تقدیس الٰہی میں بسر ہوئی۔ "لَهُم ذِبیح لد رِبیع النّحل" حسینؑ کے اور اصحاب حسینؑ کے خیموں سے ایسی تسبیح کی آواز آرہی تھی۔ جیسے شہد کی مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں۔ اصحاب حسینؑ نافع ابن ہلال کی سربراہی میں پوری رات زینبؑ کے خیمے کا پہرہ دیتے رہے۔

اب میں ہاتھ جوڑ کے کہوں حسینؑ کے ساتھیوں سے خیال رکھنا کہ جب شام غریباں میں خیمے جلنے لگے۔ اجر کم علی اللّٰہ! اجر کم علی اللّٰہ۔ آ گئی نا بات۔ میرا مولیٰ اکیلا ہوا۔

میرا مولیٰ! اکیلا ہوا میدان میں آیا۔ اور میدان میں آنے کے بعد کہا! اب بھوکے کی جنگ دیکھو، اب پیاسے کی جنگ دیکھو اور یہ کہہ! کر حملہ کیا۔ تم نے میرے اکبرؑ کو بھی نہیں چھوڑا۔ ارے تم نے میرے عباسؑ کو بھی شہید کر دیا...... تم نے چھ ماہ کے بچے کو بھی نہیں چھوڑا! یہ کہہ کر حملہ کیا! حسینؑ لڑے اپنی قدرت دکھائی۔

عصر کا وقت آ گیا۔ فوجیں دور دور تک بھاگ گئیں۔ اور حسینؑ انہیں بلا رہے ہیں کہ۔ آؤ۔ آؤ۔ اگر مقابلے کی ہمت ہے۔ تو اس اکیلے کے سامنے آؤ۔ ایک مرتبہ فضا میں آواز گونجی "یاایھا النفس المطمئنہ" حسینؑ! حسینؑ! واپس آ جاؤ۔ یہ سنا تھا۔ کہ تلوار نیام میں رکھی۔ سر کو جھکا کے گھوڑے پر بیٹھ گئے "رضاً بقضائہ و تسلیماً لا امرہ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون" اب پتھر آئے۔ تلواریں آئیں۔ تیر آئے۔ نیزے آئے اور میرا مولیٰ! میرا مولیٰ! زخمی ہوتا گیا۔

ایک منزل پر آ کر حسینؑ! ذوالجناح سے زمین پر آئے۔ جیسے ہی حسینؑ ذوالجناح سے زمین پر آئے ہیں ویسے ہی لشکر میں خوشی کے نقارے بجنے لگے تو وہ شہزادی! عاشور کے دن تین ہی مرتبہ تو نکلی ہے نا یا اکبرؑ کے لاشے پر آئی ہے۔ یا اس وقت آئی جب نقارے بج رہے تھے۔

دیکھا! کہ حسینؑ سجدہ میں ہیں۔ اور پسر سعدؓ دیکھ رہا ہے۔ ایک مرتبہ آواز دی۔ اے پسر سعدؓ! اے پسر سعدؓ! رسول کا نواسہ قتل کیا جائے۔ اور تو دیکھتا رہے۔ جیسے ہی حسینؑ کے کانوں میں زینب کی آواز آئی تو حسینؑ نے آنکھیں کھول دیں۔ حسینؑ نے آنکھوں سے اشارہ کیا کہ بہن ابھی میں زندہ ہوں خیمہ میں واپس جاؤ۔ یہ دوسری مرتبہ شہزادی خیمہ سے نکلی ہے۔

ادھر بی بی خیمہ میں واپس گئی تو ادھر فرات کا پانی نہر سے اچھلا اور فضا میں آواز آئی...... الا قتل الحسین بکربلا. الا ذبح الحسین بکربلا بس سنیئے، سن لیں میرے دوستو! میرے عزیزو! تم نے گریہ کرلیا۔ یہ گریہ شعار انسانیت ہے اور یہ گریہ تہذیب انسانیت ہے۔

لیکن یہ جملے سنتے جاؤ۔ جیسے ہی بی بی خیمے میں گئی ہے نا۔ آواز بلند ہوئی۔ الا قتل الحسین بکربلا. الا ذبح الحسین بکربلا بیمار بھتیجے کا شانہ ہلا کر کہا سید سجادؑ باہر کچھ شور ہو رہا ہے ذرا اٹھ کر تو دیکھو۔ بیمار امام نے خیمہ کا پردہ اٹھایا تو نظر سر حسینؑ پر پڑی جو نوک نیزہ پر تھا سلام کیا...... بیمار امام نے سلام کیا پھر غش میں چلا گیا۔

بھئی جملے سن لیں اور ادھر لشکر یزیدؓ کے نیزے والے نیزے اچھال اچھال کر خوشی کا اظہار کر رہے ہیں۔ ایک طرف نقارے بج رہے ہیں اور کئی لوگ تلواریں لڑا رہے ہیں۔ ایک مرتبہ علیؑ کی بڑی بیٹی خیمے کا پردہ اٹھا کر باہر نکلی۔

نیزے برداروں کو ہٹایا۔ یہ کہہ کے علیؑ کی بیٹی آ رہی ہے راستہ دو۔ نقارے بجانے والوں سے کہا علیؑ کی بیٹی آ رہی ہے راستہ دو...... لوگ ہٹتے گئے اور شہزادی مقتل میں پہنچی ایک مرتبہ زانوؤں کے بل پر بیٹھ گئی۔ دونوں ہاتھوں سے حسینؑ کا لاشہ اٹھایا۔

الھم تقبل منا ھذا قربان میرے مالک! اس قربانی کو قبول کرنا۔ آلِ محمد کی قربانی قبول ہوئی اور کربلا کے میدان میں شام آ گئی۔

اجرکم علی اللہ۔ اجرکم علی اللہ۔ کربلا کے میدان میں شام آ گئی۔ جلے ہوئے خیمے میں۔ بیبیاں ہیں۔

میرے دوستو! میرے عزیزو! فقط آپ کو دو جملے کی زحمت دوں گا۔ اس شام کا نام غریبوں کی شام ہے۔ بڑا چھوٹا نام ہے۔ جلے ہوئے خیموں کی شام ہے، کٹے ہوئے سروں کی شام ہے۔ چھنی ہوئی چادروں کی شام ہے۔ نچے ہوئے گوشواروں کی شام ہے۔ چھ مہینے کے بچے کی شام ہے۔ جو جلتی ریت پر دفنا دیا گیا۔ اس بچی کی شام ہے۔ جس بچی کے گوشوارے نوچ کر نکالے گئے۔

بس! بس! میرے عزیزو! میرے دوستو! غریبوں کی شام آ گئی۔ غریبوں کی شام آ گئی۔ شہزادی زینب نے فاطمہؑ کی بڑی بیٹی۔ شہزادی اُم کلثومؑ نے فاطمہؑ کی چھوٹی بیٹی نے۔ بچے گنے۔ بچوں کو جلے ہوئے خیمے کے درمیان لا کے لٹا دیا۔

جملہ سنو گے۔ بیبیاں جب بچے تلاش کر رہی تھیں نا۔ تو ساحل کے کنارے دو بچے سوئے ہوئے تھے تو ایک بہن نے دوسری بہن سے کہا کہ انہیں سونے دو کہ تھکے ہوئے ہیں۔ شاید پانی پی کے سو گئے ہوں۔ لیکن جب دوسری بہن قریب گئی نا۔ تو سینوں پر گھوڑوں کی ٹاپوں کے نشان تھے۔ یہ کچلے ہوئے لاشوں کی شام۔ سارے بچے موجود ہیں اور کچھ بچوں کے لاشے مل چکے ہیں۔

لیکن سکینہؑ موجود نہیں ہے۔ کون سکینہؑ؟ وہ جو اپنے باپ کے سینے پر سونے کی دعا کرتی تھی۔ جس کے لیے حسینؑ کہا کرتے تھے۔ وہ گھر بیکار ہے کہ جس گھر میں میری بیٹی سکینہؑ نہ ہو۔ پہچان گئے! نا سکینہؑ موجود نہیں ہے۔

بس آخری جملے! آخری جملے! شہزادی زینبؑ نے آواز دی۔ بہن اُم کلثومؑ تم ادھر تلاش کرو میں مقتل کی طرف جا رہی ہوں۔ چلیں اور یہ کہتے ہوئے چلیں اور آواز دی سکینہؑ! سکینہؑ! اگر میری آواز سنو۔ تو لبیک کہنا۔

مقتل میں شہزادی۔ زینبؑ پکارتی جارہی تھیں۔ کہ ایک کٹے ہوئے گلے سے آواز آئی۔ بہن ذرا آہستہ بولو۔ سکینہؑ میرے پاس سو رہی ہے۔ قریب گئیں اور بچی کو گود میں اٹھایا خیمہ میں لائیں۔ اب پانی کہیں سے بھی آیا ہو۔ کوزے میں بھر کے سکینہؑ کو دیا۔ کہ بیٹی پانی پی لے۔

خاندانِ آلِ محمدؐ کی تہذیب دیکھیں بس یہ آخری جملہ ہے تقریر کا کہا پھوپھی اماں۔ آپ پی لیں یا کسی اور کو پلا دیں۔ کہا بیٹی طریقہ یہ ہے کہ جو سب سے چھوٹا ہو۔ پہلے پانی وہ پئے۔ پھوپھی اماں مجھے دے دیں تو کوزہ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور چلی مقتل کی طرف۔ کہا بیٹی کہاں جارہی ہو۔ کہا پھوپھی اماں میں کیا کروں...... میرا اصغرؑ مجھ سے بھی چھوٹا ہے...... وہ پی لے تو میں پیوں گی۔

مجلس چہلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۝ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝ (سورۃ والشمس)

عزیزان محترم! "تہذیبِ نفس اور تہذیبِ حاضر" کے عنوان سے ہم نے جس سلسلہ گفتگو کا آغاز کیا تھا وہ سلسلہ گفتگو اپنے اختتامی مرحلوں میں داخل ہو رہی ہے۔ میری پچھلی ساری تقریریوں کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان میں نیکی بھی ہے اور بدی بھی ہے، انسان میں سچائی بھی ہے اور جھوٹ بھی ہے، انسان میں خیر بھی ہے اور شر بھی ہے، انسان میں فجور بھی ہے اور تقویٰ بھی ہے۔ جیسا کہ پروردگار عالم نے ارشاد فرمایا:

فالهمها فجورها و تقوٰها۔ ہم نے نفس کو بہترین بنایا۔ اور بہترین بنانے کے بعد اس میں دونوں صلاحیتیں ودیعت کر دیں۔ فسق و فجور کی صلاحیت بھی۔ اور خیر و تقویٰ کی صلاحیت بھی۔ اب ہمارا اپنا کردار ہے کہ ہم خیر کو شر سے کیسے الگ کریں؟۔ تقویٰ کو فجور سے کیسے الگ کریں؟۔ اچھائی کو برائی سے کیسے جدا کریں؟۔ تو ایک ہی طریقہ ہے خیر کو شر سے جدا کرنے کا۔ اور فجور سے تقویٰ کو جدا کرنے کا۔

اس کا صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ طریقہ یہ ہے کہ اس کی بارگاہ میں مقرب بن جاؤ۔ جس نے تمہیں سانس لینے کا موقع اس دنیا میں فراہم کیا۔ سمجھ رہے ہیں نا تو اس کی بارگاہ میں مقرب بن جاؤ کہ جس نے تمہیں دنیا میں بھیجا۔ جس نے تمہیں خلق کیا۔ اس مرحلے پر رو کنے کے بعد اپنے سننے والوں کی خدمت میں دو جملے عرض کرنا چاہ رہا

ہوں۔

قربت کا فلسفہ دیکھیں! دنیا کی ساری عبادتیں قُربَۃً اِلَی اللّٰہِ ہیں یا نہیں؟ دنیا کی ساری عبادتیں قُربَۃً اِلَی اللّٰہ ہیں۔ قربت کا سارا فلسفہ دنیا کے ہر مذہب میں ہے۔ کوئی مذہب ایسا نہیں ہے۔ جو قربت کا فلسفہ نہ رکھتا ہو۔ اگر اپنے نفس کو بلند کرنا چاہتے ہو تو اللہ سے قریب ہو جاؤ۔

اللہ! جو دیکھا نہ جائے۔ جو سنا نہ جائے۔ جو چکھا نہ جائے۔ جو سونگھا نہ جائے جو مشاہدے کے رینج (Range) میں نہ آئے۔ بھئی اس سے کیسے قریب ہوا جائے؟ یا تو پھر کوئی ایسی شخصیت ہو کہ جس سے قریب ہونا۔ اللہ سے قریب ہونا بن جائے۔ بھئی اب آپ بہت توجہ رہے اس لیے کہ اب موضوع کو ختم ہو جاتا ہے۔

قربت کا فلسفہ ہر مذہب میں ہے۔ لیکن اللہ سے قریب ہونا ممکن نہیں ہے۔ جب تک کوئی ایسی ذات نہ ہو۔ جس سے قربت اللہ سے قربت ہو۔ تو اب ''تہذیب نفس'' ہے قُربَۃً اِلَی اللّٰہِ بھئی توجہ رہے۔ کچھ کہنا چاہ رہا ہوں میں! ''تہذیبِ نفس'' ہے قُربَۃً اِلَی اللّٰہِ اور ''تہذیبِ حاضر'' ایک مثلث ہے۔

''تہذیبِ نفس اور تہذیب حاضر'' جتنا اللہ سے قریب ہوتے جائیں گے تو اتنی ہی نفس میں تہذیب پیدا ہوتی جائے گی۔ بہت توجہ رہے تو اب ''تہذیبِ حاضر'' کیا ہے؟ ''تہذیبِ حاضر'' تین نظریوں کا مثلث ہے۔ آزادی، دولت اور طاقت۔ یہ تہذیبِ حاضر ہے نا۔

آج کی گلوبل سوسائٹی اور آج کا کُرۂ ارض کا معاشرہ یہ تین بنیادوں پر استوار ہے۔ آزادی، دولت اور طاقت۔ بھئی میں آزاد ہوں۔ توجہ رکھنا۔ میں آزاد ہوں تمہیں حق کیا ہے کہ تم مجھے پابند کردو؟ میں ذرا اور آگے بڑھ جاؤں کہ میں آزاد ہوں اور مذہب کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ مجھے پابند کرے۔

دیکھو! یورپ کے وہ فلسفی جنہوں نے وجودیت کا فلسفہ دیا۔ سارتر۔ ہائیڈگر اور ایسے دوسرے فلسفی کہ جنہوں نے کہا کہ انسان آزاد رہنے پر مجبور ہے۔ خدا کی قسم سننا۔

انسان آزاد رہنے پر مجبور ہے۔اس لیے کہ انسان آزاد پیدا ہوا ہے اور کسی کو حق نہیں ہے کہ اس کی آزادی میں مداخلت کرنے کا۔

اب میں اس مرحلے پر اپنے سننے والوں سے ایک سوال کروں گا کہ بھئی یورپ کے فسلفی نے کہا! انسان آزاد پیدا ہوا اور میں نے کہا انسان آزاد پیدا نہیں ہوا۔ انسان آزاد پیدا کیا گیا۔فرق سمجھ رہے ہو۔ بھئی فرق اس جملے کا سمجھ رہے ہو۔ اگر انسان آزاد پیدا ہوا ہو تو انسان کو آزادی کا پورا حق ہے۔ لیکن اگر انسان آزاد پیدا نہ ہوا ہو بلکہ پیدا کیا گیا ہو تو وہ جس نے پیدا کیا ہے تو اس کا حق تسلیم کرتے ہو یا نہیں۔ سمجھ رہے ہو نا۔

آج! آزادی کا نعرہ لگانے والے متمدن ممالک کیا طاقتوں کے غلام نہیں ہیں۔ بھئی بہت احتیاط سے باتیں کر رہا ہوں۔ آج دھماکہ کرنے والے ممالک کیا۔ آئی ایم ایف (I.M.F) کے محتاج نہیں ہیں؟۔ بات کو سمجھ رہے ہو نا تو میں آزادی کو بتلانا چاہ رہا ہوں اسی لیے کہ ان کا فلسفہ ہے۔ کہ انسان آزاد پیدا ہوا۔

اور علیؑ کا فلسفہ ہے ''لا تکن '' بھئی سنتا! علیؑ کے فلسفے کو۔ **لا تکن عبداً لغیری فقط خلقک اللّٰہُ حُرّاً** دیکھو خبردار، خبردار غیر خدا کے غلام بن کے نہ رہو۔ اس لیے کہ اللہ نے تمہیں آزاد پیدا کیا ہے بھئی یہی تو میں کہنا چاہ رہا ہوں۔

یہ جملہ میرے علیؑ کے علاوہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ خدا کے علاوہ کسی کی غلامی نہ کرنا۔ اگر خدا کی غلامی میں چلے جاؤ۔ توجہ رہے اگر خدا کی غلامی میں چلے جاؤ۔ تو پڑوسی ملک کے دھماکوں سے بھی نجات مل جائے گی اور ڈالر کی قیمت سے بھی نجات مل جائے گی۔ جا کے تو دیکھو۔ صلوٰۃ۔

عجیب مرحلۂ فکر ہے۔ جس مرحلۂ فکر پر اپنے سننے والوں کو لے کے آ گیا ہوں۔ تو تین اساس ہیں نا۔ تین بنیادیں ہیں تہذیبِ حاضر کی پہلی بنیاد آزادی۔ دوسری بنیاد دولت جیسے ملے کھینچتے جاؤ۔ جیسے ملے لوٹتے جاؤ اور تیسری بنیاد ہے طاقت جس کے پاس ہے دباتے چلے جاؤ۔

یورپ کے بڑے بڑے ماہرین معاشیات نے کہا۔ کہ بھئی اصل میں بات یہ ہے

کہ پیداوار کم ہے۔ بھئی سنا خدا کی قسم پیداوار کم ہے اور آدمی زیادہ ہیں تو ہر آدمی کو اس کی ضرورت کے مطابق رزق نہیں مل پاتا۔ اس لیے وبائیں پھیلتی ہیں جنگیں ہوتی ہیں قحط آتے ہیں اور زلزلے آتے ہیں انسان مرجاتا ہے تو پھر پیداوار اور انسان برابر ہوجاتے ہیں۔ میں نے پوری تھیوری کی (Theory) تلخیص تین جملوں میں کی ہے۔

یہ نظریہ! بھئی توجہ رہے۔ نظریۂ اضافۂ آزادی۔ مالتھیس (Malthusain Theory of Population) کا دیا ہوا نظریہ۔ آبادی زیادہ ہے اور زمین کے وسائل پیداوار کم ہیں۔ توجہ رکھنا۔ آبادی زیادہ ہے۔ اور زمین میں رزق کم ہے۔ تو جب آبادی زیادہ ہوگی رزق کم ہوگا۔ تو جھگڑے ہوں گے، فسادات ہوں گے۔ انتشار ہوگا، تصادم ہوگا اور جنگیں ہوں گی تو پھر لوگ کم ہوجائیں گے اور پھر رزق انسان کی آبادی کے برابر آجائے گا۔ یہ اس نے کہا جو زمین سے پیدا ہوا ہے۔

اور اب اس کی سنو جس نے زمین کو پیدا کیا۔ اب ذرا اس کی بھی سنتے جاؤ۔ جس نے زمین کو پیدا کیا۔ سورہ حم سجدہ، اکتالیسواں سورہ قرآن مجید کا۔ اور اس سورہ کی دسویں آیت اور اس کی پوری آیت میں اپنے سننے والوں کی خدمت میں عرض نہیں کروں گا۔

"وَقَدَّرَ" بھئی سنا خدا کی قسم۔ وَقَدَّرَ فِيهَآ أَقْوَاتَهَا. فِيٓ أَرْبَعَةِ أَيَّامٍؕ مولانا فیروزالدین رحمانی تشریف فرما ہیں۔ مولانا قاری محمد شمس الدین صدیقی صاحب تشریف فرما ہیں اب ان دونوں صاحبان کو اس حوالے کی طرف متوجہ کررہا ہوں۔

"وقدر فیھآ اقواتھا" اللہ نے چار دنوں کے اندر پوری انسانیت کا رزق اس زمین میں رکھ دیا۔ سوال سائلین اور تم ختم ہوجاؤ گے لیکن میرا دیا ہوا رزق ختم نہیں ہوگا۔ مجھے روکنا نہیں ہے۔ اچھا تو رزق سب کے لیے ہے تو یہ تو فلسفہ تھا اسلام کا تو یہ فلسفہ تھا قرآن کا۔ لیکن رزق تقسیم کیسے ہو؟ تو میں نے اس سال کے ایام عزا میں سورہ نحل کی ایک آیت بار بار اپنے سننے والوں کے لیے ہدیہ کی ہے اور میں چاہ رہا ہوں کہ میں وہ آیت پھر دہرا دوں۔

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى
بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ
عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ
يَجْحَدُوْنَ ﴿۷۱﴾ (سورہ نحل ۔ ۷۱)

سنا! بھئی ہم نے کچھ کو رزق زیادہ دیا ہے اور ہم نے کچھ کو رزق کم دیا ہے۔ تو جنہیں زیادہ مل گیا ہے تو وہ غریبوں تک پلٹاتے کیوں نہیں۔ خدا کی قسم دیکھنا! اس آیہ مبارکہ کو اپنے ذہن میں محفوظ رکھ لینا۔ یہ قرآن کی معاشی پالیسی ہے۔ معاشیات کی پوری پالیسی ہے۔ قرآن کی اس ایک آیت میں۔

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى
بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ
عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ
يَجْحَدُوْنَ ﴿۷۱﴾ (سورہ نحل ۔ ۷۱)

کسی کے پاس دولت زیادہ ہے اور کسی کے پاس دولت نہیں ہے۔ تو جن کے پاس زیادہ ہے۔ وہ پلٹاتے کیوں نہیں۔ "فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ" اس لیے کہ رزق کے استعمال میں۔ دونوں برابر ہیں کسب معاش میں کسی کے پاس زیادہ ہے اور کسی کے پاس کم ہے لیکن استعمال معاش میں یا استعمال رزق میں دونوں برابر ہیں۔ اب ایک لفظ کی طرف اس محترم اور معزز مجمع کو مخاطب کر رہا ہوں۔

"فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ" دولت والے، سرمائے والے۔ اُس رزق کو غریبوں تک پلٹاتے کیوں نہیں؟۔ یہ نہیں کہا کہ دیتے کیوں نہیں؟۔ یہ نہیں ہے آیت میں۔ کہ دیتے کیوں نہیں۔ آیت میں جملہ ہے پلٹاتے کیوں نہیں۔ اب میں ایک مثال سے نوجوان دوستوں پر اس لفظ کو واضح کر دوں تم مجلس میں آئے ہو۔ ٹھیک۔ گھر جاؤ گے پلٹ کے۔ تو پلٹنا ہوتا ہے۔ مرکز کی طرف۔ پلٹنا ہوتا ہے۔

سرمایہ داروں سے کہا! کہ فالتو رزق تم پلٹاتے کیوں نہیں؟۔ یعنی حق تو ان کا بھی

اتفاق سے تمہارے پاس آ گیا۔ تو اب حق یہ ہے کہ انہیں واپس کردو۔ سمجھ رہے ہیں بات کو۔ اب آپ کی سمجھ میں آ گئی۔

انسان آزاد نہیں پیدا ہوا بلکہ آزاد پیدا کیا گیا ہے۔ ٹھیک ہے نا اور یہ انسان اپنی معاشیات میں آزاد نہیں ہے۔ جتنا تم نے کمایا ہے۔ جب خرچ کرلو۔ جائز خرچ۔ تو غریبوں تک پلٹا دو اسی لیے آواز دی۔

"وَفِيٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ"۔ (سورہ ذاریات۔۱۹) ہم نے انسانوں کے مال میں مانگنے والوں کا حق رکھ دیا ہے۔ بھئی یہ سائل تو دیکھو۔ دنیا کے ہر معاشرے میں ذلیل ترین انسان ہے سائل۔ ہاتھ پھیلانے والا۔ لیکن کیا کمال ہے قرآن کا۔

"وفی اموالهم حق للسآئل والمحروم"۔ ہم نے سائل کے لیے۔ تمہارے مالوں میں حق رکھ دیا ہے اور سورہ الضحیٰ میں کہا "وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ" (آیت۔۱۰) دیکھو! دیکھو! ہاتھ پھیلانے والے کو جھڑک کر منع نہیں کرنا۔ خدا کی قسم شرافتِ اسلام دیکھو۔ ہاتھ پھیلانے والا۔ سنو گے جاؤ مسلمان فقہوں میں دیکھو۔ ہاتھ پھیلانے والا اگر کسی کے سامنے ہاتھ پھیلا دے۔ تو یہ ہاتھ پھیلانا اتنا بڑا گناہ ہے۔ کہ اس کی گواہی کسی اسلامی عدالت میں قبول نہیں ہے کیونکہ عادل نہیں ہے ہاتھ پھیلانے والا۔

سن لیا تم نے علماء کرام تشریف فرما ہیں۔ انہیں گواہ کر رہا ہوں کہ اگر کوئی ہاتھ پھیلادے کہ اگر کوئی مانگنے کے لیے ہاتھ پھیلا دے۔ تو وہ اتنا بڑا فاسق ہے کہ اس کی کسی اسلامی عدالت میں گواہی قبول نہیں ہے اس سائل کے لیے قرآن نے کہا۔ "و اَمّا السّآئل فلا تنھر" دیکھو خبردار! پھیلانے والے کو جھڑک نہ دینا۔ یعنی جتلانا یہ تھا کہ وہ ہاتھ پھیلا کر انسانیت کی توہین تو کر چکا لیکن اب تم جھڑک کر دوبارہ اس کی توہین نہ کرو۔ پہنچ رہی ہے نا بات۔

اچھا تو ہم نے حق رکھا ہے۔ سائل کے لئے اور محروم کے لیے۔ تمہارے مالوں میں یہ وہ منزل ہے جو تمہارے لیے ہے۔ بھئی سننا۔ اب اس سے زیادہ میں معاشیات

میں نہیں رکوں گا۔ مجھے جانا ہے طاقت کے توازن کی طرف اور بہت آہستگی کے ساتھ میں آگے جا رہا ہوں۔

میں اپنے محترم سننے والوں میں سے ہزاروں افراد کو مصنوعی ہوا لیتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ ٹھیک ہے نا۔ واقعاً۔ واقعاً شدید گرمی ہے۔ بھئی! یہ منزل ہے تمہاری۔ کہ اپنے مال سے حق دے دو۔ سائل کا بھی۔ محروم کا بھی۔ اور اب ایک منزل اس سے بلند ہے۔ سنو گے عجیب وغریب منزل ہے۔

علیؑ کچھ اولیاء اللہ کے پاس سے گزرے۔ بھئی لوگوں کے اولیاء اللہ اور ہیں اور خدا کا ولی اور ہے ہیں نا۔ بھئی مولانا فیروز الدین رحمانی اور مولانا قاری صدیقی کو گواہ کر کے کہہ رہا ہوں۔ کہ کیا ہر گلی میں کسی ولی کا مزار نہیں ہے۔ ہے نا؟ کچھ تو ہیں جنہیں لوگوں نے ولی بنا دیا۔ ایک وہ ہے جسے اللہ نے ولی بنایا۔ اور دونوں آمنے سامنے آگئے۔ علیؑ۔ علیؑ۔ اُن اللہ والوں کے سامنے سے گزرے۔ کہا بھئی تمہارا فلسفہ شکر کیا ہے؟۔ تمہارا "فلسفہ تقرب الی اللہ" کیا ہے؟۔ "قربتہ اِلی اللہ" کیا ہے؟۔ تمہارا قربتہ الی اللہ کا فلسفہ کیا ہے؟۔

سنو گے انہوں نے کیا کہا؟ کہنے لگے۔ بھئی بہت توجہ رہے اس لیے کہ عجیب و غریب مرحلہ ہے۔ تصوف سنو۔ اور پھر علیؑ کو سنو۔ "تقرب الی اللہ" کا فلسفہ کیا ہے؟ کہنے لگے بھئی بہت توجہ "اذا فقدنا صبرنا و اذا وجدنا اکلنا"۔ اولیا اللہ کہنے لگے ہمارا "قربتہ الی اللہ" کا فلسفہ یہ ہے کہ جب ہمیں کھانا نہیں ملتا تو ہم صبر کرتے ہیں اگر مل جاتا ہے تو کھا لیتے ہیں۔ مانگتے نہیں ہیں۔

علیؑ کے سامنے جملہ کہہ کر نکل جانا آسان نہیں ہے اور علیؑ کے سامنے اپنا فلسفہ بیان کر کے آسانی سے نکل جانا مذاق نہیں ہے۔ کیا کہا؟ جب نہیں ملتا تو صبر کرتے ہیں اور جب مل جاتا ہے تو کھا لیتے ہیں۔ علیؑ مسکرا کر کہنے لگے! یہ کام تو وہ جانور بھی کرتا ہے جو گلیوں میں گھوم رہا ہے۔ بھئی بہت توجہ۔ نہ ملے صبر کرلے اور مل جائے تو کھالے۔

یہ عمل تو وہ جانور بھی کرتا ہے۔ جو گلیوں میں گھومتا پھرتا ہے کہا کہ یا علیؑ پھر آپ کا

فلسفہ کیا ہے؟ بے اختیار آواز دی "اذا فقدنا شکرنا و اذا وجدنا عصرنا"۔ ہمارا فلسفہ یہ ہے کہ نہ ملے تو شکر کرے اور ملے تو دوسرے کو دے دے خود پیٹ پر پتھر باندھ لے۔

زیادہ زحمت ساعت نہیں دوں گا۔ تو وہ آزادی کی بنیاد، یہ معاشیات کی بنیاد۔ اور اب تیسری بنیاد جس پر کہ "تہذیبِ حاضر" کی بنیاد استوار ہے۔ تو یہ دولت کی بنیاد۔ آزادی کی بنیاد۔ اور اب طاقت کی بنیاد۔ بھئی سننا! اور اب میرے اس جملے کو ذہن میں محفوظ کر لینا۔

طاقت اگر نفس کے کنٹرول سے باہر ہو تو وہ طاقت نمرود ہے، طاقت فرعون ہے، طاقت ابولہب ہے اور طاقت اگر کنٹرول میں ہو تو یہی طاقت ابراہیمؑ ہے، یہی طاقت موسیٰؑ ہے، یہی طاقت محمدؐ رسول اللہ ہے۔ صلوٰۃ۔

بھئی۔ دیکھو یہ ساری دنیا میں جو خلفشار ہے، یہ جو دھماکے ہو رہے ہیں، یہ جو راتوں کی نیندیں اڑی ہوئی ہیں اور یہ جو طیارے فضاؤں میں گھوم رہے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ طاقت کنٹرول میں نہیں ہے کہ کون کس پر بم مار دے کچھ پتا نہیں۔

بھئی سمجھ رہے ہو۔ تو طاقت ہو اور کنٹرول نہ ہو تو وہ فرعونیت ہے۔ طاقت ہو اور کنٹرول کے ساتھ ہو تو محمدیت ہے۔ ایسی طاقت! ایسی طاقت! کہ سورج پلٹا دے اور کنٹرول ایسا کہ سینے سے اُٹھ جائے۔ صلوٰۃ۔

بہت توجہ رہے۔ اس لیے کہ وہ نازک مرحلۂ فکر ہے۔ جس نازک مرحلۂ فکر پر رک کر اپنے سارے سننے والوں کو سوچنے کی دعوت دوں گا۔ بھئی طاقت ایسی ایسی طاقت کہ سورج پلٹا دے۔ ٹھیک ہے ناں اور ایسا کنٹرول کہ جب عمرا ابن عبدو جنگِ خندق کے میدان میں لعاب دہن پھینکے۔ تو سینے سے اتر آئے۔ بھئی سن رہے ہو! اسے کہتے ہیں نفس کا کنٹرول بھئی میں کیسے اپنے سننے والوں کی خدمت میں عرض کروں۔

دیکھو انسان کی نفسیات بتلاؤں۔ "تہذیب نفس اور تہذیب حاضر"۔ ذرا انسان کی نفسیات پر دو جملے سنتے جاؤ۔ انسان اپنی برائی میں ایک بچ برداشت نہیں کرتا۔ لیکن اپنی

اچھائی میں سینکڑوں جھوٹ برداشت کرتا ہے۔ ایسا ہے یا نہیں؟ بھئی ایسا ہے یا نہیں۔ یہ اگر نعوذ باللہ جسے غیبت کہتے ہیں۔ سچی برائی کسی انسان کی سچی برائی اگر بیان کی جائے۔ تو اس کا نام غیبت ہے۔ اور یہ بہت بڑا گناہ کبیرہ ہے ٹھیک ہے نا۔ تو انسان اپنی سچائی برائی میں جھوٹ برداشت نہیں کرتا۔ سچ تو سچ ہے تو جھوٹ برداشت نہیں کرتا۔ اور اگر انسان کی تعریف میں ایک جھوٹ بول دیا جائے تو خوش ہو جائے گا۔

تو یہ تم ہو...... یہ تم ہو کہ اپنی تعریف میں جھوٹ سن کر پھولے نہیں سماتے۔ اور اپنی برائی میں جھوٹ سن کر ناراض ہو جاتے ہو۔ اور وہ میرا علیؑ ہے کہ دو جھوٹے سامنے آئے۔ ایک جھوٹے خارجی نے کہا علیؑ کافر ہے۔ دوسرے جھوٹے نصیری نے کہا علیؑ خدا ہے۔ ایک نے برائی کی۔ ایک نے تعریف کی۔ بھئی پہنچ گئی بات کہ نہیں۔

بھئی جملہ سنو۔ تم اپنی تعریف میں جھوٹ برداشت کرتے ہو۔ بہت خوش ہوتے ہو۔ فلاں صاحب اتنے بڑے خطیب ہیں۔ فلاں صاحب اتنے بڑے دولت مند ہیں اور اتنے اچھے آدمی ہیں یہ جھوٹی تعریفیں ہو رہی ہیں اور وہ آدمی خوش ہو رہا ہے۔ اور اگر ایک سچ برائی میں بیان کر دیا جائے۔ تو بڑی طبعیت کو تنفر پیدا ہوگا اور طبعیت میں ایک نفرت کی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ میرے علیؑ کو دیکھو کہ ایک جھوٹا آیا برائی بیان کرنے کے لیے دوسرا جھوٹا آیا اچھائی بیان کرنے کے لیے۔

خارجی اسلام میں ایک فرقہ ہے۔ توجہ رہے اس لیے کہ کچھ کہنا چاہ رہا ہوں۔ اور اس فرقہ کا عقیدہ یہ ہے کہ علیؑ کافر۔ اور انسانوں میں ایک فرقہ ہے نصیری جس کا عقیدہ یہ ہے کہ علیؑ خدا۔ دیکھیں کہ کیا اینٹی کلائمکس (Anti Climax) فرقے ہیں۔ یعنی ایک اِس کنارے پر کافر ہیں۔ ایک اُس کنارے پر خدا ہیں۔ جب اتنی متضاد شخصیت ہو تو اس کا نام علیؑ ہوتا ہے۔ توجہ رہے توجہ رہے۔ اب یہیں سے میں کہیں لے جاؤں گا۔

خارجی علیؑ کو کافر کہتا ہے۔ ٹھیک ہے نا۔ اچھا تو خارجی نماز پڑھتا ہے۔ خارجی روزہ رکھتا ہے۔ خارجی حج کرتا ہے اور خارجیوں کی عبادتیں مشہور ہیں اور ان کے ماتھوں پر سجدوں کے نشانات ہوتے ہیں۔ بھئی اللہ سے بڑے قریب ہیں اور علیؑ کے دشمن ہیں۔

ہے نا مولانا۔ بھئی بڑا عجیب مرحلہ ہے۔ اگر میں اس مرحلے سے آسانی سے گزر گیا تو اب زیادہ زحمت سماعت نہیں دوں گا۔

یہ خارجی اللہ کے دوست ہیں اور علیؑ کے دشمن ہیں۔ توجہ رہے...... اللہ کے دوست ہیں علیؑ کے دشمن۔ اور نصیری علیؑ کا دوست ہے اور اللہ کا دشمن ہے۔ بھئی عجیب بات ہے! عجیب بات ہے! اس جملہ کو ذہن میں رکھئے گا۔ خارجی! اللہ کے دوست ہیں اور علیؑ کے دشمن ہیں۔ اور نصیری اللہ کے دشمن ہیں۔ اور علیؑ کے دوست ہیں۔ اب میں کیا کروں کہ تاریخ قرآن میں دو سورے بڑے عجیب و غریب ہیں۔ بھئی توجہ رہے۔ توجہ رہے ذرا میں اوپر جا رہا ہوں محمدؐ کے دشمن خدا کے دشمن۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝
تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ
وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَّامْرَاَتُهٗ
حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝

ٹوٹ جائے ابولہب کے دونوں ہاتھ۔ اور ابولہب ہلاک ہو جائے اس کا مال اس کے کام نہ آئے۔ اس کی کمائی اس کے کام نہ آئے۔ عنقریب ابولہب جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینک دیا جائے گا۔

بھئی علماء کرام میں مولانا بو علی شاہ صاحب زیدی، تشریف فرما ہیں اب سارے علماء کرام کو متوجہ کر رہا ہوں۔

سن لیا تم نے ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں۔ بھئی! پروردگار کو اگر سزا ہی دینا تھی۔ تو کہہ دیتا کہ ابولہب کی دونوں آنکھیں پھوٹ جائیں۔ ابولہب کے دونوں پاؤں ٹوٹ جائیں۔ ابولہب کے دونوں کان بہرے ہو جائیں۔ ابولہب کے دونوں ہونٹ کٹ جائیں تو یہ ہاتھوں نے کیا کیا ہے کہ سارا جلال ہاتھوں پر اتر آیا ہے۔ بھئی! خدا کی قسم سننا۔ میں پھر واپس جاؤں گا۔ خارجی اور نصیری کی طرف اور وہیں بات کو میں مکمل کر دوں گا۔

"تبّت یدآ ابی لهب وّتبّ" ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں۔ تو سارے تفسیر لکھنے والوں نے یہ لکھا ہے۔ کہ نزلہ ابولہب کے ہاتھوں پر اس لیے گرا۔ کہ جب پیغمبر مکہ کی گلیوں میں تبلیغ کے لیے جاتے تھے۔ تو ابولہب اپنے ہاتھوں سے پتھر اٹھا کر پیغمبر اکرم کی پنڈلیوں پر مارتا تھا۔ اور پیغمبر اکرم کی پنڈلیاں زخمی ہو جاتی تھیں۔ تو چونکہ ابولہب کے ہاتھوں نے جسم محمد کو نقصان پہنچایا۔ اب اس سے زیادہ واضح تو میں بھی نہیں کر سکتا۔

چونکہ ابولہب کے ہاتھوں نے جسم محمد کو اذیت دی۔ تو قرآن کو یہ برداشت نہیں ہوا۔ قیامت تک کے لیے ابولہب کو ذلیل کر کے رکھ دیا۔ تو جو جسم محمد کو اذیت پہنچائے۔ وہ تو قیامت تک کے لیے ذلیل ہو جائے۔ اور جو اولاد محمد کو اذیت پہنچائے۔ صلوٰۃ۔

دیکھو اگر بات پہنچ رہی ہے تو اس مرحلہ پر رک کر دو جملے سنتے جاؤ۔ میں دیکھ رہا ہوں گرمی کی شدت کو۔ اور زیادہ زحمت نہیں دوں گا۔ لیکن یہ جملہ تمہیں ہدیہ کر رہا ہوں۔

لیکن کمال ہے پروردگار کا۔ کیا اصول ہے پروردگار کا؟ بھئی کیا توازن ہے طاقت میں؟ کہ سگا چچا ہے اور خونی رشتہ والا ہے۔ بھئی کون ہے۔ بھئی پھر سنتا! اس لیے کہ پیغام دینا چاہ رہا ہوں۔ ابولہب کون ہے؟ رسول اللہ کا سگا چچا، عبداللہ کا سگا بھائی، ابوطالب کا سگا بھائی۔ ایک ماں اور ایک باپ سے ابوطالبؑ اور عبداللہ اور ابولہب پیدا ہوئے۔ اور چونکہ ابولہب نے محمدؐ سے دشمنی کی۔

تو پروردگار نے قیامت تک کے لیے اسے ذلیل کر دیا۔ اور کہا ابولہب جہنمی ہے۔ تو جب محمدؐ سے دشمنی کر کے خونی رشتے والا نہ بچ سکا۔ تو محمدؐ سے دشمنی کر کے رشتہ جوڑنے والے کیسے بچ جائیں گے۔ صلوٰۃ۔ ہے نا۔ پہنچ رہی ہے نا بات میرے محترم سننے والوں تک میری بات تو اب زیادہ نہیں روکوں گا۔ دیکھو! اللہ کو کتنا غصہ؟ کتنا جلال ہے؟۔

تبّت یدآ ابی لهب وّتبّ ہ مآ اغنے' عنه ماله وما کسب ہ سیصلے' نارًا ذات لهب ہ اور عنقریب ہم ابولہب کو جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینک دیں گے۔ وّامراته حمّا لة الحطب۔ اس کی بیوی عیب جو ہے۔ عیب تلاش کرنے والی ہے۔ ایک کو دوسرے سے لڑا دیتی ہے۔

"فی جیدھا حبل من مسد" ہم اس کے گلے میں رسی کا پھندا ڈال کر ماردیں گے۔ پروردگار کا جلال اور غصہ تھا تو ابولہب پر لیکن یہ ابولہب کی بیوی نے کیا بگاڑا ہے؟۔ تو بتانا یہ تھا کہ ہماری نگاہ میں عورت مرد کی تقسیم نہیں ہے۔کوئی عورت کسی زمانے کی ہو اگر محمدؐ کی دشمن ہے تو "حمالۃ الحطب" ہے۔صلوۃ

میں نے اپنے سننے والوں کو زحمت دی۔ واقعاً میں زیادہ زحمت نہیں دوں گا۔لیکن جملہ تو سنتے جاؤ۔بھئی! مجھے خدا کے لیے اتنا تو بتلادو یہ جوابولہب ہے۔ یہ کیا خدا کا دشمن تھا؟ جواب ہے کہ نہیں دشمنی محمدؐ سے تھی۔ بس یہیں لانا ہے۔بس دو جملے سننا اور مجھے اجازت دینا۔ دشمنی محمدؐ سے تھی ابولہب بنی ہاشم سے تھا۔اور بنی ہاشم توحید پرست تھے۔ بت پرست نہیں تھے۔اوراس پر یہ جملہ سنتے جاؤ اور یہ جملہ انشاءاللہ تمہارے کام آئے گا۔

آج ما-تھا لوجسٹ(Mythologist) علم الاصنام۔ ایک مخصوص علم۔یعنی کس قبیلہ میں کون سا بت پوجا جاتا تھا۔ اس بت کا نام کیا تھا؟ اس بت کی کیفیات کیا تھیں؟۔سینکڑوں جلدیں لکھ دی گئیں ہیں اس موضوع کے اوپر کہ بتوں کے کوائف کیا تھے؟۔بتوں کی خصوصیات کیا تھیں؟ کون سا قبیلہ کس بت کی پوجا کیا کرتا تھا میں چیلنج کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ ہر قبیلہ کا بت تمہیں تاریخ میں مل جائے گا۔

لیکن بنی ہاشم کا کوئی بت نہیں ملے گا۔اگر بت پرست ہوتے تو ان کا بھی تو کوئی بت ہوتا نا۔تو بنی ہاشم کا کوئی بت تاریخ عرب میں نہیں ملتا۔تو بنی ہاشم ہیں خدا پرست تو ابولہب ہے خدا پرست ٹھیک تو ابولہب خدا کا دشمن نہیں ہے بلکہ خدا پرست محمدؐ کا دشمن ہے۔ سن لیا نا! بس یہیں لانا تھا اپنے سارے دوستوں کو کہ ابولہب خدا کا دوست ہے۔اور محمدؐ کا دشمن ہے۔

پروردگار نے محمدؐ سے کہا! ہٹ جاؤ تمہارے دشمن سے میں بات کروں گا۔توجہ رہے یہیں روک رہا ہوں۔ سارے سننے والوں۔کو اور اب بھئی! ابولہب خدا کا دوست اور محمدؐ کا دشمن جھگڑا کس نے کیا؟ خدا نے کیا۔

تبت یدا ابی لھب وتب۔ اوراب سورہ سننا ہر ایک کے ذہن میں ہوگا۔ میں

فقط ایک آیت پڑھوں گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ (سورہ کافرون۔۱)۔ حبیب کافروں سے تو بات کر۔ کافر خدا کا دشمن محمدؐ کا دوست۔ بھئی بتاؤ۔ مشرکوں کا یا کافروں کا۔ محمدؐ رسول اللہ سے کیا جھگڑا تھا۔ کوئی جھگڑا نہیں تھا۔ جھگڑا تو بتوں سے تھا نا۔ تو کافر محمدؐ کے خدا کو ماننے کے لیے تیار نہیں تھے۔ توجہ رہے۔ توجہ۔

کافر خدا کے دشمن ہیں تو جھگڑا کیا محمدؐ نے۔ اور ابولہب محمدؐ کا دشمن ہے۔ جھگڑا کیا؟ بھئی عجیب و غریب مرحلۂ فکر ہے۔ یہاں سننے والوں کو روک رہا ہوں۔ ایک مرتبہ پھر سننا! ابولہب محمدؐ کا دشمن ہے۔ جھگڑا کیا خدا نے۔ کافر خدا کا دشمن ہے۔ جھگڑا کیا محمدؐ نے۔ تو ایسا لگتا ہے کہ خدا اور رسولؐ میں معاہدہ ہے کہ حبیب میرے دشمن سے تو لڑے گا۔ اور تیرے دشمن سے میں لڑوں گا۔ صلوٰۃ۔

بھئی توجہ رہے! خدا کی قسم! وہ جو آیا تھا غدیر میں۔ علیؑ کی مولائیت کے اعلان کے بعد تو وہ یہی کہہ رہا تھا۔ کہ یارسولؐ اللہ۔ یارسولؐ اللہ۔ آپ نے کہا کہ نماز پڑھو۔ ہم نے نماز پڑھی۔ آپ نے کہا روزہ رکھو۔ ہم نے روزہ رکھا۔ آپ نے کہا حج کرو۔ ہم نے حج کیا۔ یارسول اللہ آپ جو کہتے گئے۔ ہم کرتے گئے۔ تو یارسولؐ اللہ یہ علیؑ کو جو مولیٰ بنایا۔ تو اپنی مرضی سے یا اللہ کے حکم سے۔ صلوٰۃ۔

بس اب زیادہ زحمت سماعت نہیں دوں گا۔ یاد ہے۔ واقعات اگر میں کوٹ (Quote) کروں۔ تو سنانا مقصود نہیں ہے۔ واقعہ سے نتیجہ دینا مقصود ہے۔ آدمی تو یاد ہے نا کہ علیؑ کی مولایت کے اعلان کے بعد ایک شخص کھڑا ہوا تھا۔ اور کہنے لگا یارسولؐ اللہ! یہ جو آپ نے علیؑ کو مولیٰ بنایا۔ اپنی مرضی سے یا اللہ کے حکم سے۔ اب میں کیا کروں؟ ابھی کچھ دیر پہلے آیت اتری تھی۔

يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ (سورہ مائدہ۔ ۶۷) حبیب! پہنچا دو جو تمہارے رب کی طرف سے آیا ہے۔ آیت کہہ چکی تھی۔ کہ علیؑ کی مولائیت رب کی طرف سے آئی ہے۔ اور پھر بھی پوچھ رہا ہے؟ کہ آپ کی مرضی سے ہے یا رب کی

طرف سے۔ جب زمانہ رسولؐ میں قرآن فہمی کا یہ عالم ہے۔ تو بعد رسولؐ یہ کتاب خاک کافی ہو جائے گی۔ صلوۃ۔

بس میرے دوستو! میرے عزیزو! اب میں اس مرحلے پر تمہیں زیادہ زحمت نہیں دینا چاہ رہا ہوں۔ لیکن جو بات میں نے چھیڑی ہے تو وہ مکمل ہو جائے غدیر میں آنے والے نے کہا سب کو معلوم ہے جب رسول سے اس نے پوچھا کہ یہ آپ کی مرضی تھی۔ یا اللہ کا حکم تھا۔

تو میرے رحمت اللعالمین نبی نے۔ جلال کے عالم میں کہا! میں نے زندگی میں کوئی کام اپنی مرضی سے نہیں کیا۔ جو کیا ہے وہ حکم الٰہی سے تو وہ یہ کہتا ہوا چلا کہ پروردگار! اگر محمدؐ رسول اللہ نے علیؑ کو مولیٰ تیرے حکم سے بنایا ہے۔ تو پروردگار مجھ پر عذاب نازل کر دے۔ یعنی میں مولیٰ نہیں مانوں گا۔ نہیں مانوں کا مولیٰ علی کو عذاب قبول کر لوں گا۔ ہر دور میں ایسے ہوتے ہیں۔ بھئی پہنچ گئی بات۔ بات پہنچ گئی۔

مولیٰ نہیں مانوں گا۔ نہیں مانوں گا مولا علی کو عذاب قبول کر لوں گا۔ تو اب کتنوں کو آپ سمجھانے جائیں گے یہ تو تاریخ اسلام کی ایک مستقل ذہنیت ہے۔ بھئی رکے رہنا اس لیے کہ کچھ کہنا چاہ رہا ہوں تو غدیر میں اس آدمی پر عذاب آیا یا نہیں۔ آیا نا۔ مولانا فرما رہے ہیں کہ آیا۔

اور میں نے بھی اسی منبر سے ایک جملہ کہا تھا۔ اور وہ جملہ کہہ کہ چلا جاؤں کیا عذاب آیا تھا؟ زمین پھٹی وہ دھنس گیا؟ نہیں فضا میں تلوار آئی اور گردن کاٹ کے نکل گئی؟ ایسا بھی نہیں ہوا۔ آسمان سے بجلی گری۔ ایسا بھی نہیں ہوا۔ ہوا کیا پتھر چلا۔ اور سر کو توڑتا ہوا نکل گیا۔ مالک بجلی سے مار دیتا۔ آگ آتی جلا دیتی۔ تلوار غیر مرئی فضاؤں سے آتی۔ اسے کاٹ کے اور قتل کر کے چلی جاتی۔ زمین پھٹ جاتی وہ دھنس جاتا۔ مالک یہ پتھر کا عذاب کیوں؟ کہا بھئی! ہم نے طے کیا۔ کہ ہم اپنے عدل کو برقرار رکھیں گے۔ جو عذاب دشمن کعبہ پر آیا تھا۔ وہی عذاب دشمن مولود کعبہ پر آئے گا۔ صلوۃ۔

ٹھیک ہے نا اب زیادہ زحمت نہیں دوں گا میرے دوستو! میرے عزیزو! میں انتہائی

تکلیف کے عالم میں تم سے مخاطب ہوں۔ اور اب اس سے زیادہ زحمت نہیں دوں گا۔ اچھا تو اب یہ بات طے ہوگئی کہ بھئی عذاب کون نازل کرتا ہے؟۔ اللہ وہ غدیر والا کیا اللہ کا دشمن ہے۔نہیں اللہ کا دشمن نہیں ہے توحید کو مانتا ہے۔ رسول کو مانتا ہے۔نماز پڑھتا ہے روزہ رکھتا ہے۔ حج کرتا ہے۔ اللہ کا دشمن نہیں ہے۔ٹھیک ہے نا۔ اللہ نے اس پر عذاب نازل کیا۔ اور وہ خیبر والے سارے بہادر ''فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ'' (سورہ الانفال۔۱۶) سارے یہودی خدا کے دشمن۔ ان یہودیوں کو کس نے قتل کیا؟ علیؑ نے۔ تو علیؑ کے دشمن کو خدا نے قتل کیا اور خدا کے دشمن کو علیؑ نے قتل کیا۔ صلوٰۃ۔

بس اب زیادہ زحمت ساعت نہیں دوں گا۔ نتیجہ دینا چاہ رہا ہوں اور اس نتیجے کے لیے ساری تمہید ہے۔ یاد آ گیا کہ خدا اور محمدؐ کے درمیان معاہدہ تھا۔ کہ حبیبؐ میرے دشمن سے تو لڑے گا اور تیرے دشمن سے میں لڑوں گا۔ یہی معاہدہ علیؑ کے ساتھ ہے۔ کہ علیؑ خیبر میں میرے دشمن سے تو لڑے گا اور غدیر میں تیرے دشمن سے میں لڑوں گا۔ تو اب علیؑ کے ساتھ معاہدہ ہے۔ کہ خدا کے دشمن سے علیؑ لڑے اور علیؑ کے دشمن سے خدا لڑے۔

تاریخ میں دو فرقے ایک خارجی جو علیؑ کا دشمن خدا کا دوست۔ دوسرا نصیری جو علیؑ کا دوست خدا کا دشمن۔ جاؤ اگر تاریخ میں نہ ملے۔ تو میرے گریبان میں ہاتھ ڈال دینا۔ نصیری علیؑ کا دوست اور خدا کا دشمن ۔ خارجی خدا کا دوست اور علیؑ کا دشمن۔ میں بڑی ذمہ داری سے یہ جملہ عرض کر رہا ہوں کہ علیؑ نے خارجیوں کو چھوڑ دیا اور نصیریوں کو جلوا دیا۔ توجہ رہے۔ جو علیؑ کے دشمن تھے تو انہیں علیؑ نے چھوڑ دیا اور جو خدا کے دشمن تھے نصیری تو انہیں جلوا دیا۔ تو اب اصول مل گیا۔ کہ علیؑ نے خدا کے دشمن کو جلایا تھا۔ اب عدل الٰہی یہ ہے کہ خدا قیامت کے دن علیؑ کے دشمن کو جلا دے۔ صلوٰۃ۔

بس میرے دوستو! میرے عزیزو! گفتگو کو اس مرحلے پر روک رہا ہوں۔ ورنہ گنجائے گفتنی میرے پاس بہت ہے۔ لیکن اس وقت طبیعت ساتھ نہیں دے رہی ہے۔ بھئی یاد رکھو اس جملے کو۔ کہ اگر ''تہذیبِ نفس'' کرو گے۔ تو ''تقرب الی اللہ'' ہو جائے گا۔ بھئی! کیا کمال کی بات ہے اور یہیں سے میں اپنے سننے والوں کو آگے لے جاؤں گا۔

جہاں ''تہذیب نفس'' ہوگی وہاں ''تقرب الی اللہ'' ہوگا۔ اور جہاں ''تقرب الی اللہ'' ہوگا۔ وہاں مرضیٔ خدا ہوگی۔ بس یہی سب ہے۔ کہ علیؑ محمدؐ کی پیروی کرے۔ محمدؐ خدا کی پیروی کرے۔ میرا ایک جملہ سننا۔ اور مجھے اس جملے کے بعد اجازت دے دینا۔ دیکھو اس جملے کو ہدیہ کر رہا ہوں۔

دیکھو محمدؐ کے بعد محمدؐ ہی مل جائے تو ہم محمدؐ کے غیر کے پاس کیوں جائیں۔ بس میری تقریر تمام ہوگئی۔ بھئی دیکھو اگر محمدؐ رسول اللہ کے بعد محمدؐ ہی مل جائے۔ تو ہم کسی اور کے دروازے پر کیوں جائیں۔ تو دیکھنا یہ ہے کہ محمدؐ کے بعد محمدؐ ملا یا نہیں؟ اور میری تقریر یہیں ختم ہو جائے گی۔

کمال نفس کی منزل دیکھنا۔ علیؑ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگے۔ یا علیؑ لحمک لحمی. یا علیؑ دمک دمی. یا علیؑ عزمک عزمی. یا علیؑ نفسک نفسی. یا علیؑ روحک روحی. یا علیؑ مثلک مثلی یا علیؑ انت منی و انا منه. بھئی بہت توجہ رہے۔

اے علیؑ تیرا گوشت میرا گوشت ہے۔ اے علیؑ تیرا خون میرا خون ہے۔ علیؑ تیری ہڈیاں میری ہڈیاں۔ اے علیؑ تیرا نفس میرا نفس۔ اے علیؑ تیری روح میری روح۔ اے علیؑ تیری مثال میری مثال۔ تو مجھ سے ہے میں تجھ سے ہوں۔ کچھ یاد ہے جو اتنے ہزار افراد تشریف فرما ہیں۔ اور ہزاروں افراد کھڑے ہوئے ہیں۔ ان میں کیا کیا چیزیں اللہ نے رکھی ہیں۔ سورہ یٰسین دیکھو۔ دیکھو فقط پانچ دقیقوں کی زحمت ہے۔ لیکن یہ جملہ سنتے جاؤ۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ۝ (سورہ یٰسن۔ ۳۶) ہم نے ہر انسان میں تین چیزیں رکھی ہیں۔ ایک ہے جسم۔ ایک ہے نفس۔ اور ایک ہے روح۔ تم میں کیا ہے؟ میں پوچھ رہا ہوں؟ جسم ہے۔ نفس ہے۔ روح ہے۔ مجھ میں کیا ہے؟ جسم ہے نفس ہے۔ روح ہے۔ یہ ہے اصلیت۔

ساری دنیا میں جو انسان پھیلے ہوئے ہیں۔ ان میں کیا ہے؟۔ جسم ہے نفس ہے۔

روح ہے۔ بچی تو جہ رہے۔ ایک بھی چیز نکال دو انسان مر جائے گا۔ تو ہر انسان میں تین چیزیں جسم نفس اور روح۔

پیغمبر نے کہا علیؑ تیرا گوشت میرا گوشت، تیرا خون میرا خون، تیری ہڈیاں میری ہڈیاں، جسم مکمل ہو گیا یا نہیں۔ اور اب کہا تیرا نفس میرا نفس۔ نفس آ گیا۔ یا نہیں؟ اور اب کہا! تیری روح میری روح اب پورا محمد علیؑ میں آ گیا۔ یا نہیں آیا۔ صلوٰۃ۔

بس تقریر تمام ہو گئی۔ اب تک یہی سنتے ہوئے آئے تھے۔ کہ علیؑ نفس محمدؐ ہے۔ نہیں لیکن اس حدیث نے بتایا کہ علیؑ جسم محمد بھی ہے، نفس محمد بھی ہے اور روح محمد بھی ہے۔ تو اب بات کو تمام کرنے جا رہا ہوں۔ امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام کے پاس ماموں الرشید نے بیٹھ کر ایک جملہ کہا تھا۔ بس میرے محترم دوستو تقریر تمام ہوئی ایک جملہ ہدیہ کر رہا ہوں اسے لیتے جانا۔

ماموں الرشید بادشاہ تھا امام کو اپنا ولی عہد بنایا تھا۔ کہنے لگا فرزند رسولؐ آپ کو کیا اس بات پر ناز ہے کہ "رسول اللہ ابنائنا" کے ذیل میں! مباہلہ والی آیت۔ "ابنائنا" کے ذیل میں آپ کے جد حسینؑ ابن علی کو مباہلہ میں لے گئے تھے۔ آپ کو اس پر گھمنڈ ہے؟ کہا کہ نہیں۔ اس پر گھمنڈ نہیں ہے۔

کہا اچھا تو کیا آپ کو اس بات پر گھمنڈ ہے۔ کہ جب مباہلہ کی آیت "نساء نا"۔ "تو نساء نا" کے ذیل میں آپ کی دادی کو لے گئے؟ کہا کہ نہیں۔ اس پر ہمیں گھمنڈ نہیں ہے۔ کہا کہ ناز کس بات پر ہے؟ مسکرا کر کہنے لگے ناز ہے "انفسنا" پر کہ اگر پہلا نفس محمدؐ تھا۔ تو یہ آٹھواں بھی نفس محمدؐ ہے۔ بس میرے عزیزو! میرے دوستو! آج اس مرحلے پر میری تقریر اختتام پذیر ہو رہی ہے۔

یقیناً اگر پہلا نفس محمدؐ ہے۔ تو یہ آٹھواں بھی نفس محمدؐ ہے۔ کربلا کے میدان میں جو جنگ ہو رہی تھی۔ وہ نفس سرکش اور نفس محمدؐ کے درمیان ہو رہی تھی۔ کبھی پھر صحیح۔ کہ میں نے یہ جملہ کیا کہہ دیا؟۔ کربلا کے میدان میں حسینؑ ابن علیؑ نے جو جنگ لڑی ہے وہ نفس سرکشی اور "تہذیب نفس" کے درمیان کی جنگ تھی۔

میں نے کبھی یہ جملہ کہا۔ اور اس سال ایام عزا میں میں نے اسے بار بار دہرایا ہے۔ اور کبھی اس کی دلیل دوں گا۔ ایسی دلیل کہ جس کو تم قبول کرو گے۔ دیکھو اگر اکبرؑ نہ ہوتے تو کربلا ہو جاتی۔ اگر عونؑ محمدؑ نہ ہوتے تو کربلا ہو جاتی۔ اگر عباسؑ نہ ہوتے پھر بھی کربلا ہو جاتی۔ لیکن اگر زینبؑ نہ ہوتیں تو کربلا نہیں ہو سکتی تھی۔ اجرکم علی اللہ۔

آ گئی نا بات۔ بات کربلا تک آ گئی۔ شہدائے کربلا تک آ گئی۔ بات شہزادی زینب تک آ گئی۔ آج حسینؑ ابن علی کا چہلم ہے نا۔ خدا کی قسم میرے پاس الفاظ نہیں ہیں اچھا مجھے بتاؤ۔

ایک سوال کر رہا ہوں؟ حسینؑ کا چہلم ہے نا۔ اچھا تنہا حسینؑ کا نہیں بلکہ اکبرؑ کا بھی چہلم ہے۔ عباسؑ کا بھی چہلم ہے۔ عونؑ و محمدؑ کا بھی چہلم ہے۔ عابسؑ ابن شبیب شاکری کا بھی چہلم ہے۔ مسلمؑ ابن عوسجہ اسدی کا بھی چہلم ہے۔

حبیبؑ ابن مظاہر اسدی کا بھی چہلم ہے۔ حرؑ کا بھی چہلم ہے۔ ہے نا؟ اور سب سے بڑا چہلم حسینؑ کا چہلم۔ مجھے بتاؤ میرے دوستوں میرے عزیزو۔ ایک سوال کرنا چاہ رہا ہوں؟ اپنے سارے محترم سننے والوں کے دل و دماغ سے۔ ایک سوال؟ تم نے کبھی موسیٰؑ کاظمؑ کا چہلم منایا۔ کبھی علی رضاؑ کا چہلم منایا۔ اچھا بھئی چھوڑو۔ تم نے حسنؑ ابن علی کا چہلم منایا۔ بھئی ان کا چہلم اس لیے نہیں منایا۔ کہ چہلم منانے کے لیے ان کے وارث آزاد تھے۔ اور میرا مظلوم حسینؑ ایسا مظلوم ہے۔ کہ جب پہلا چہلم آیا ہے۔ تو وارث زندان شام میں تھے۔ اجرکم علی اللہ۔ اجرکم علی اللہ۔ زحمت نہیں دوں گا۔

دیکھو کتنے دل بھرے ہوئے ہیں۔ یہی تو میں کہتا ہوں دنیا والوں سے۔ دنیا والوں سے میری اپیل یہی ہے کہ ہمیں رونے دو۔ ہمیں رونے دو۔ ورنہ اگر ہم چپ ہو گئے تو دنیا روئے گی۔ ہمیں رونے دو۔ دو جملے سنو۔ مجھے اجازت دے دو۔ تمہاری صدائیں بلند ہو گئیں۔ ایک دن آیا۔ ایسا دن کہ ایک مرتبہ قاصد آیا۔ کہا چلو سید سجادؑ تمہیں امیر نے بلایا ہے۔

شہزادی زینب لپٹ گئیں کہ خدا معلوم یزید لعین نے بھتیجے کو کیوں بلایا ہے۔ کہا پھوپھی

بیٹی اماں! تسلی رکھیں میں ابھی سُن کے آتا ہوں۔ سید سجادؑ آئے۔ آئے یزید کے پاس۔ آج رویہ بدلا ہوا ہے۔ ایک مرتبہ یزیدؑ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اپنے پہلو میں سید سجادؑ کو بٹھایا۔

کہا فرزند رسول بڑی خطا ہوئی۔ بڑی خطا ہوئی۔ آپ مجھے معاف کر دیں۔ اور میں نے آپ کو آزاد کیا۔ جہاں جانا چاہیں چلے جائیں۔ اگر دمشق میں رہنا ہے۔ تو یہاں بندوبست کر دوں۔ اگر مدینہ جانا ہے۔ تو وہاں کا بندوبست کر دوں۔ رو کے کہنے لگے کہ یزیدؑ۔ تو تو جانتا ہے نا۔ کہ بابا کی شہادت کے بعد سے۔ قافلے کی ذمہ داری میری نہیں ہے۔ پھوپھی زینب کی ہے۔ اگر انہوں نے رہائی قبول کر لی۔ تو میں بھی رہائی قبول کر لوں گا۔ اور اگر انہوں نے رہائی قبول نہ کی۔ تو ہم آلِ محمدؐ زندان میں گھٹ کر مر جانا پسند کریں گے۔ رہائی قبول نہیں کریں گے۔

کہا جاؤ۔ جاؤ اپنی پھوپھی سے اجازت لے کے آؤ سید سجادؑ گئے اور پھوپی اماں سے اجازت لی۔ آئے کہا کہ ہاں یزیدؑ پھوپھی اماں نے اجازت دے دی۔ جب اجازت رہائی مل گئی نا۔ تو ایک مرتبہ لوہار کو بلوایا گیا۔ راوی کہتا ہے۔ میرا جملہ سننا۔ مقتل کی ذمہ داریوں سے۔ یہ جملہ عرض کر رہا ہوں۔

راوی کہتا ہے۔ کہ جب جلاد نے، لوہار نے گلے کا طوق کاٹا۔ تو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ گوشت گل چکا تھا اور ہڈیاں نظر آ رہی تھیں۔ گریہ کیا تم نے۔ گریہ کیا۔ مجلس تمام ہوگئی۔ طوق کٹا۔ بیڑیاں کٹی پاؤں کی۔ ہاتھوں کی ہتھکڑیاں کٹیں اور سید سجادؑ آزاد ہوئے۔

ایک مرتبہ قاصد نے آ کر کہا۔ سجادؑ آپ کی پھوپھی بلا رہی ہیں۔ آئے کہا پھوپھی اماں حکم۔ کہا بیٹے یزیدؑ سے جا کر کہہ دو۔ کہ جو مال عاشور کے دن لوٹا گیا۔ وہ ہمیں واپس لوٹا دے۔ اور جا کے بیٹے کہہ دے کہ شہیدوں کے سر بھی بھیج دے۔ اور بیٹے تیسری خواہش یہ ہے۔ کہ ہمارے لیے ایک گھر مہیا کر دیا جائے کہ جس میں ہم بیٹھ کر اپنے مرنے والوں پر گریہ کریں۔ تم جانتے ہو نا بیٹے کہ جب سکینہؑ روتی تھیں تو ظالم تازیانوں سے سزا دیتے تھے۔

اجرکم علی اللہ۔ بس آخری جملہ سننا۔ آخری جملہ سنو۔ اور مجھے اجازت دے دو۔ ایک گھر ملا، جملہ سننا، ایک گھر ملا، اس گھر میں شہزادی زینبؑ سارے اسیروں کے ساتھ جا کر فروکش ہوئیں۔ وہ تبرکات آئے جو کربلا میں لوٹے گئے تھے۔ بی بی کے سامنے کربلا کے لٹے ہوئے اسباب کا ایک ڈھیر لگ گیا۔ سنو گے۔ چادریں اٹھائیں۔ رکھ دیں۔ لباس اٹھائے۔ رکھ دیئے۔ گوشوارے نظر آئے۔ رکھ لیے۔ پاؤں کا خلخال نظر آیا۔ اٹھا کے رکھ دیا۔ ایک پھٹا ہوا کرتا اٹھایا۔ ایک پھٹا ہوا کرتا اٹھایا۔ سینے سے لگایا۔ سر پر رکھا۔

سجادؑ نے پوچھا۔ پھوپھی اماں یہ کیا ہے؟۔ تو رو کے کہنے لگیں۔ کہ اماں اس کرتے کو سیتی جاتی تھی اور روتی جاتی تھیں۔ اور کہتی جاتی تھیں کہ زینب میں نہ رہوں گی۔ جب بھائی آخری رخصت کے لئے آئے تو اپنے ہاتھوں سے اسے پہنا دینا۔ اور جب مدینہ واپسی ہو۔ تو اس کرتے کو میری قبر پر لا کر رکھ دینا۔

بس میرے عزیزو! میرے دوستو تم نے گریہ کیا۔ پھٹا ہوا کرتا شہزادی نے لے لیا۔ اور اب شہدا کے سر آئے۔ ہر بی بی نے اپنے قریبی رشتہ دار کا سر اپنا گود میں لیا۔ اور لے کر بین کرنے لگی۔

بھئی تمہارے ذہن میں ہے نا۔ اُم لیلیٰ کی گود میں اکبر کا سر، اُم فروہؑ کی گود میں ابوالفضل العباسؑ کا سر۔ بھئی سن لینا۔ زینبؑ کی گود میں حسین ابن علیؑ کا سر۔ شام کی عورتوں نے دیکھا۔ کہ دو چھوٹے چھوٹے سر۔ کمرے کے گوشے میں رکھے ہوئے ہیں۔ کسی بوڑھی نے پوچھا۔ کہ اے بی بیو! کیا اس کی ماں مرگئی ہے؟۔ زینبؑ نے آواز دی۔ ارے پوچھنے والی میرے بیٹوں کا سر ہے۔ لیکن میں بھائی کا گریہ کروں۔ یا اپنے بیٹوں کا۔

علامہ طالب جوہری مدظلہ
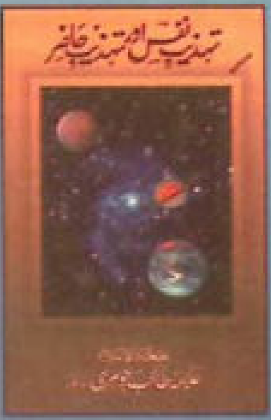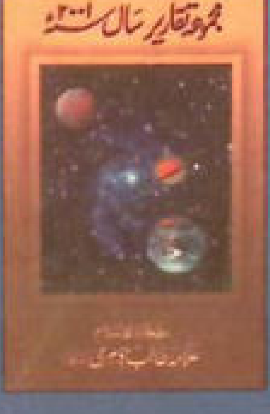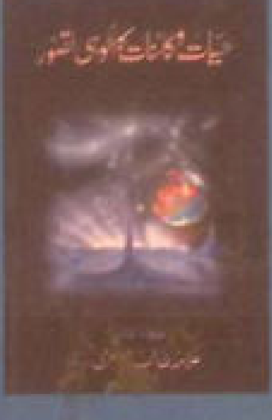
کی تقاریر کے مجموعے